شرح اُصولِ ثلاثہ

تالیف: شیخ الاسلام محمد بن سلیمان التمیمی رحمہ اللہ

www.KitaboSunnat.com

شرح: فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ: عبدالکبیر عبدالقوی مبارکپوری

MAKTABA AL-FURQAN

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی کے زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے

کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

library@mohaddis.com

www.KitaboSunnat.com

فہرست

- عرضِ ناشر ---------- 5
- مقدمہ ---------- 8
- مختصر سوانح حیات ---------- 10
- مختصر سوانح حیات ---------- 12
- تین بنیادی اصول اور ان کی شرح ---------- 15

پہلا بنیادی اصول

اللہ تعالیٰ، اس کے نبی ﷺ اور دین اسلام کی معرفت دلائل کی روشنی میں ---- 18

دوسرا بنیادی اصول

دلائل کے ذریعہ دین اسلام کی معرفت ہے ---------- 94

''ایمان باللہ'' میں چار باتیں ---------- 111

اول:.....اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان ---------- 111

دوم:.....اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان ---------- 116

سوم:.....اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان ---------- 118

چہارم:.....اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان ---------- 123

موت کے بعد جو کچھ ہوگا ان پر ایمان لانا ---------- 144

(الف) فتنہ قبر پر ایمان لانا ---------- 144

(ب) قبر کی سختیوں اور اس کی آسانیوں پر ایمان لانا ---------- 144

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تیسرا بنیادی اصول

''اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت'' ہے ---------- 171
❁ خاتمہ ---------- 183
❁ یہاں ہم شہر کفر کی طرف سفر کا حکم بیان کر رہے ہیں ---------- 185
❁ دارالکفر میں اقامت کی نوعیتیں ---------- 186

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عرضِ ناشر

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب انسان نے اس دنیا میں قدم رکھا تو علم اس کے ساتھ تھا۔ کیوں؟ صرف اس لیے کہ انسان اور عمل لازم وملزوم ہیں اور عمل کے بغیر علم صحیح ہو، یہ ممکن نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دین اسلام علم وعمل کا داعی ہے اور اسی کو ایمان کامل قرار دیتا ہے۔ آپ دیکھ لیں کہ آج بھی قومیں حصولِ علم میں کوشاں ہیں اور اپنے نصب العین کے مطابق جس قدر ان کے ظاہر و باطن، قول وفعل اور فکر وعمل میں یکسانیت ہے اسی قدر وہ دنیاوی ترقی میں دوسروں سے آگے ہیں۔ ان کی برتری کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھ گیا ہے اور ان کی حیرت انگیز ترقیوں نے لوگوں کے اذہان کو مسخر کرلیا ہے۔ ان کا یہ عروج، نتیجہ ہے حصول علم کے ساتھ اسلام کے ایک فیصلہ صرف دل کے ساتھ ایمان لانے کا وہ فیصلہ ہے ﴿لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ﴾ کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں۔

انہوں نے اس حقیقت کو بھی خوب سمجھ لیا کہ اصل طاقت یقین کی طاقت ہے، جس پر ہو، جس حد تک ہو، جس کو جس قدر اپنے اصولوں پر یقین ہوگا اسی قدر وہ غالب رہے گا۔ آج سے نہیں بلکہ جب سے رب کریم نے اپنے رؤوف ورحیم رسول ﷺ کے دل پر قرآن کریم نازل فرمایا اس کے حروف وکلمات اس طرح قلم بند کرادیے کہ رہتی دنیا تک اس میں کمی بیشی ممکن نہ رہی۔ کیونکہ ﴿اِنَّا لَهٗ لَحَافِظُوْنَ﴾ کی مہر اس پر ثبت فرمادی۔ یہ بات بھی حقیقت ہے کہ دورِ حاضر میں دنیوی زندگی کو خود ساختہ مصروفیات نے انسان پر اس طرح اپنا قبضہ جمالیا ہے کہ دین کی فکر مفلوج ہو کر رہ گئی۔ اس ہنگامہ میں ہر ایک فرد کے پاس اتنا وقت ہی نہ رہا کہ ضخیم کتابوں کا مطالعہ کر سکے اور ان کی اصطلاحات کو سمجھ سکے۔ استاد کے پاس تہ زانو ہو سکے، لہٰذا یہ احساس ہوا کہ جید علمائے کرام کی شروحات کو منظر عام پر لایا جائے۔ تو سب سے

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

پہلے جو کتاب میرے سامنے آئی وہ شرح اصولِ ثلاثہ تھی، اور کیوں نہ ہوتی اس کتاب نے میری زندگی ہی بدل ڈالی۔

یہ وہ انقلابی کتاب ہے جس نے جزیرۃ العرب کی تقدیر ہی بدل ڈالی، توحیدی انقلاب لانے میں کلیدی کردار ادا کیا۔ اس چند صفحات کی کتاب نے براہِ راست ذہن کو جھنجھوڑا اور سوال کیا کہ کیا تم اپنے رب اور دین اور رسول کی معرفت رکھتے ہو جواب نفی میں ملا اور اس کتاب نے نفی کو مثبت میں تبدیل کر دیا اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ اس قدر مقبول ہوگئی کہ جید علمائے کرام نے اس کی شروحات لکھنا شروع کر دیں۔ ہم نے جس شرح کا انتخاب کیا وہ علامہ محمد بن صالح العثیمین کی ہے۔ یہ سب سے زیادہ مقبول عام ہے اور ایسا کیوں نہ ہو کیونکہ شیخ صاحب کی ذات کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ اس شخصیت نے قلم وقرطاس سے اتنا کام لیا کہ ان کے نام پر ادارے قائم ہوگئے اور ان کے دنیا سے جانے کے بعد ان کے تلامذہ نے اس کام کو جاری وساری رکھا ہوا ہے۔ اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

اس کتاب کا ترجمہ محدث ہند علامہ ابوالحسن عبیداللہ بن علامہ محمد عبدالسلام مبارکپوری کے خانوادے سے تعلق رکھنے والی شخصیت نے کیا ہے۔ انہوں نے ترجمہ کا حق ادا کیا اور اسے نہایت آسان کر دیا، جس سے عام قاری بھی کتاب کو سمجھنے میں مشکل محسوس نہیں کرتا۔ جزاہ اللہ خیرا و احسن الجزاء.

مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ان علمائے کرام کی کتب کو شائع کرنے کا شرف ہمیں نصیب ہو رہا ہے۔ میں علمائے کرام کا بے حد ممنون ہوں جن کے مشوروں کے بغیر یہ کام ممکن ہی نہ تھا۔ اللہ تعالیٰ تمام علمائے حق کو عزت وشرف عطا فرمائے۔ جس نے مشکلات کو آسان کر دیا اور مکتبہ الفرقان اس قابل ہو گیا کہ اس ادارے کی ہر کتاب کا بڑی بے چینی سے قارئین انتظار کرنے لگے۔ الحمد للہ مکتبہ الفرقان کی کتب دنیا بھر میں پڑھی جانے والی کتب میں شامل ہوگئیں۔ یہ اللہ کا فضل ہے جس کا جتنا شکر ادا کیا جائے وہ کم ہے۔ عزت تو صرف اللہ رب العزت کے پاس ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

آخر میں ان سب بھائیوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب میں کسی قسم کا بھی تعاون کیا ہے اور اپنے رفیق عبدالرؤف بھائی کا بے حد ممنون ہوں جن کی کاوشوں سے مکتبہ الفرقان دن رات ترقی کر رہا ہے۔ اللہ ان کی حفاظت فرمائے اور انہیں اور کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جو بھی خیر ہے سب اللہ کی طرف سے ہے اگر کوئی کمی یا کوتاہی ہے وہ سب ہم ناچیزوں کی طرف سے ہے۔ وہ سیدھی راہ دکھانے والا ہے۔ آپ سب سے گزارش ہے کہ اپنی دعاؤں میں ہمیں یاد رکھیں جتنی زیادہ آپ دعائیں کریں گے اتنی زیادہ مکتبہ الفرقان آپ کے لیے بہترین کتب شائع کرتا رہے گا۔

آپ سب کا بھائی
ابوسارہ عبدالجلیل
جدہ، سعودی عرب

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقدمہ

اِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ، وَ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ أَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا، مِنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ، وَ مَنْ يُّضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهٗ، وَاَشْهَدُ اَنْ لَّا إِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَ اَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ۔ اَمَّا بَعْدُ!

"شرح ثلاثۃ الاصول" کا اردو ترجمہ ہدیۂ قارئین ہے۔ مؤلف کتاب، شیخ الاسلام محمد عبدالوہاب، رحمہ اللہ، اور شارح کتاب، علامہ شیخ محمد صالح العثیمین حفظہ اللہ کی شخصیات محتاج تعارف نہیں، تاہم آغاز میں ہر دو شخصیات کے مختصر سوانحی خاکے شامل کتاب ہیں۔ جہاں تک کتاب کے متعلق کچھ لکھنے کا تعلق ہے تو میں اس کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں سمجھتا کیونکہ مؤلف و شارح جیسی وجیہ اور مقتدر شخصیات کی طرف اس کتاب کا منسوب ہونا ہی اس کی حقانیت و افادیت کی ضمانت ہے۔ علم و عرفان کے جس بحر ژخار کو شیخین محترمین نے اس کوزہ میں سمویا ہے وہ انہیں کا خاصہ ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی منصف مزاج شخص تعصب سے بالاتر ہو کر اس کتاب کا مطالعہ کرے اور مؤلف و شارح کی دقت نظر، وسعت علم، رسوخ فی الدین اور دل نشین انداز بیان کا معترف نہ ہو۔ میں سمجھتا ہوں کہ کتاب پیش نظر میں جن امور کو زیر بحث لایا گیا ہے ان کا جاننا ہر مسلمان کے لیے بے حد ضروری ہے۔ انہی تمام خوبیوں کی بنا پر بعض سعودی برادران اور خود راقم کی خواہش تھی کہ "شرح ثلاثۃ الاصول" کو افادۂ عام کے پیش نظر برصغیر کی مختلف زبانوں میں پیش کیا جائے، چنانچہ جب اردو ترجمہ کے لیے راقم نے برادر محترم ڈاکٹر رضاء اللہ محمد ادریس مبارکپوری حفظہ اللہ (استاذ جامعہ سلفیہ، بنارس) سے مشورہ طلب کیا تو آں حفظہ اللہ نے عزیز مکرم جناب عبدالکبیر عبدالقوی مبارکپوری، سلمہ اللہ تعالیٰ، کی طرف رہنمائی فرمائی، فجزاہ اللہ خیرا۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مترجم سلمہ اللہ کا تعلق محدث شہیر علامہ عبد الرحمان مبارکپوری رحمہ اللہ صاحب کتاب "تحفة الاحوذی شرح جامع الترمذی" کے مشہور علمی خانوادہ سے ہے۔ آں موصوف الجامعۃ الاسلامیہ (مدینہ یونیورسٹی) کے فارغ التحصیل ہیں اور ایک عرصہ سے مشہور دینی درسگاہ مدرسہ محمدیہ، ٹانڈہ (بریلی) میں بحیثیت استاذ مفوض ہیں۔ موصوف نے عربی زبان میں محدث مبارکپوری رحمہ اللہ کے حالات زندگی اور ان کی دینی وعلمی خدمات پر مشتمل ایک مبسوط بحث مرتب فرمائی تھی جو غالباً ہنوز غیر مطبوع ہے۔

اگرچہ پیش نظر ترجمہ مترجم سلمہ اللہ کی زندگی کا پہلا تجربہ ہے لیکن آں موصوف نے اردو وعربی زبان پر اپنی اعلیٰ صلاحیتوں کو بھرپور استعمال کیا ہے۔ چنانچہ عبارت کی سلاست اور روانی بیان کو دیکھنے پر ایسا گمان ہوتا ہے کہ گویا یہ ان کی ہی کوئی مستقل تالیف ہے۔ اصل کتاب میں بعض مقامات پر عربی اشعار تھے جن کا ترجمہ بھی آں موصوف نے ازراہ تفنن طبع زاد اشعار ہی میں کیا ہے اور اس کوشش میں بھی انہوں نے اپنے اعلیٰ ذوق کا مظاہرہ کیا ہے۔

ترجمہ سے فراغت کے بعد آں موصوف نے والد محترم، شیخ محمد امین الاثری الرحمانی مبارکپوری حفظہ اللہ کے سامنے اس کے بعض اجزاء پیش کئے تھے۔ آں حفظہ اللہ نے موصوف کی اس کوشش کو بہت سراہا اور ان کی ہمت افزائی بھی فرمائی تھی۔ والد محترم کے توثیقی کلمات پڑھنے کے بعد اس بات کی کوئی ضرورت تو محسوس نہ ہوتی تھی کہ اس پر نظر ثانی کی جائے۔ لیکن کتاب کی اہمیت وافادیت کے پیش نظر نیز سعودی برادران کے اصرار پر راقم نے مترجم مسودہ کو حرف بہ حرف پڑھا ہے اور جہاں جہاں بھی نوک و پلک درست کرنے کی ضرورت محسوس کی ہے وہاں معمولی ردوبدل کردی ہے۔

دعا ہے کہ اللہ عزوجل اس کتاب کو جملہ قارئین کے لیے مفید بنائے اور مؤلف، شارح، مترجم، راقم نیز ناشر کے لیے خیر کثیر کا باعث بنائے۔ آمین

غازی عزیر

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختصر سوانح حیات

شیخ الاسلام مجدد ملت محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ

آپ کا سلسلۂ نسب یوں ہے: شیخ امام محمد بن عبدالوہاب بن سلیمان بن علی بن محمد بن احمد راشد بن برید بن محمد بن مشرف بن عمر۔ سلسلہ نسب بنو تمیم سے جاملتا ہے۔

یہ عالم جلیل ۱۱۱۵ھ میں شہر عیینہ کے اندر ایک دین دار شریف علمی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد ایک زبردست عالم، اور ان کے دادا سلیمان اپنے زمانہ میں نجد کے عالم تھے۔ دس سال کی عمر سے پہلے ہی انہوں نے قرآن کریم حفظ کر لیا تھا اور فقہ کی تعلیم حاصل کر کے کافی استعداد پیدا کر لی تھی۔ قوت حفظ ایسی کہ والد متعجب رہتے تھے۔ تفسیر اور حدیث کی کتابوں کا زیادہ مطالعہ رہتا تھا۔ طلب علم میں دن رات کوشاں رہتے تھے۔ متعدد فنون کے علمی متون ازبر تھے۔

طلب علم کے سلسلے میں نجد اور مکہ مکرمہ کے علاقوں کو چھان مارا تھا اور وہاں کے علماء سے شرف تلمذ حاصل تھا۔ پھر مدینہ منور کا سفر کیا اور وہاں کے علماء سے بھی استفادہ کیا، جن میں علامہ شیخ عبداللہ بن ابراہیم شمری کا بالخصوص ذکر آتا ہے۔ جو علم الفرائض کے ماہر ہیں اور ان کے والد جو کہ "العذاب الفائض فی شرح الفیة الفرائض" کے مؤلف ابراہیم شمری ہیں ان سے بھی تحصیل علم کیا۔ ان دونوں عالموں نے مشہور محدث محمد حیات سندھی کی طرف رہنمائی کی تو انھوں نے ان سے علم حدیث اور علم رجال کی تحصیل کی اور امہات کی اجازت پائی۔

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کو اللہ نے روشن فکر اور بے انتہا ذہانت سے نوازا تھا۔ انہوں نے مطالعہ اور تصنیف و تالیف کو اپنا مشغلہ بنا لیا تھا۔ پڑھنے لکھنے کے دوران جن مفید باتوں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سے ان کا گزر ہوتا انہیں وہ تحریر فرما لیا کرتے تھے اور لکھنے سے گھبراتے نہ تھے۔ ابن تیمیہ اور ابن قیم رحمہما اللہ کی متعدد کتابیں لکھ رکھی تھیں۔ ابھی بھی عجائب خانوں میں ان کے رواں قلم کے شاہکار قیمتی قلمی نسخے موجود ہیں۔

جب ان کے والد کا انتقال ہوگیا تو توحید کی سلفی دعوت کا اظہار، علی الاعلان منکرات کا انکار، اور قبر پرست بدعتیوں کا قلع قمع کرنے لگے۔ آل سعود کے حاکموں نے ان کی دست گیری کی چنانچہ ان کی قوت میں اضافہ ہوا اور ان کی شہرت پھیل گئی۔

محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ کی متعدد مفید تالیفات ہیں، چند مندرجہ ہیں:

ایک عظیم مفید کتاب "کتاب التوحید" ہے جس کے بے شمار ایڈیشن چھپ چکے ہیں۔ اور اب حالت یہ ہے کہ مختلف زبانوں میں اس کے تراجم ہوکر بھی شائع ہو رہے ہیں۔ اس کی ایک خوبی یہ ہے کہ یہ کتاب کبھی نایاب نہیں ہوئی ہمیشہ میسر رہتی ہے۔ اس کے علاوہ: کشف الشبہات، الکبائر، مختصر الانصاف، الشرح الکبیر، اور مختصر زاد المعاد ان کی تصنیفات ہیں۔ مؤلفات الامام محمد بن عبدالوہاب" کے نام سے جمع دی گئی ہیں۔

محمد بن عبدالوہاب ۱۲۰۶ھ میں انتقال فرما گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر بے پایاں رحمت کا نزول فرمائے اور اسلام اور مسلمانوں کی طرف سے انہیں جزائے خیر دے۔ بے شک وہی سننے والا قبول کرنے والا ہے۔

والحمد للّٰہ رب العالمین

وصلی اللّٰہ علی نبینا محمد و علی آلہ و صحبہ أجمعین .

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

مختصر سوانح حیات

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین حفظہ اللہ

❀ **نسب**: اُبوعبداللہ محمد بن صالح بن محمد بن عثیمین الوھبی التمیمی۔

❀ **پیدائش**: ۲۷/رمضان المبارک ۱۳۴۷ھ کو شہر عنیزہ کے اندر پیدا ہوئے۔

❀ **نشـوونـما**: اپنے نانا عبدالرحمان بن سلیمان آل دامغ رحمہ اللہ سے قرآن پڑھا اور حفظ کیا۔ پھر طلب علم کی طرف توجہ کی تو خوشخطی، حساب اور فنون وآداب سیکھے۔ شیخ عبد الرحمان السعدی رحمہ اللہ نے دو طالب علموں کو اپنے یہاں ٹھہرا رکھا تھا جو چھوٹے بچوں کو پڑھاتے تھے ایک شیخ علی الصالحی، اور دوسرے شیخ محمد بن عبدالعزیز المطوع رحمہ اللہ تھے، انہیں سے شیخ عبدالرحمٰن السعدی کی "مختصر العقیدۃ الواسطیہ" اور "منہاج السالکین فی الفقہ" پڑھی، "اجرومیہ" اور "الفیہ" کی تعلیم بھی انہیں سے حاصل کی۔

شیخ عبدالرحمان بن علی بن عودان سے فرائض اور فقہ کی تعلیم حاصل کی۔

انہوں نے اپنے پہلے استاذ شیخ عبدالرحمان بن ناصر السعدی سے اس طرح تعلیم حاصل کی کہ انہیں کے ہو کر رہ گئے۔ انہیں سے توحید، تفسیر، حدیث، فقہ، اصول فقہ، فرائض، مصطلح الحدیث، نحو اور صرف پڑھا۔

استاذ کے نزدیک ان کا بڑا مرتبہ تھا، ترقی کے ابتدائی دور میں جب ان کے والد ریاض منتقل ہونے لگے تو ان کی خواہش تھی کہ بیٹا بھی ہم راہ چلے، تو شیخ عبدالرحمان السعدی رحمہ اللہ نے انہیں لکھا: ''یہ ممکن نہیں۔ ہم چاہتے ہیں کہ محمد یہیں رہے تاکہ استفادہ کرے۔''

شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں ان کے طریقۂ تدریس سے کافی متأثر تھا۔ معلومات کا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دریا بہاتے اور انہیں مثالوں اور معانی سے طلبہ کے ذہن نشین کر دیتے۔ میں ان کے اخلاق اور کردار سے بھی متاثر تھا۔ شیخ عبد الرحمان رحمہ اللہ نہایت اعلیٰ اخلاق کے حامل تھے۔ علم اور عبادت کے اونچے مرتبہ پر فائز تھے۔ چھوٹوں سے چھیڑ چھاڑ اور بڑوں سے دل لگی کرتے۔ میرے ملنے والوں میں سب سے عمدہ اخلاق انہیں کا تھا۔''

شیخ عثیمین نے سماحۃ الشیخ عبد العزیز بن باز سے بھی پڑھا جو ان کے دوسرے استاذ ہیں۔ ان سے ''صحیح بخاری'' اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ کے بعض رسائل اور کچھ فقہی کتابوں کی تعلیم حاصل کی ہے۔

شیخ فرماتے ہیں: ''شیخ عبد العزیز بن باز حفظہ اللہ حدیث کے اہتمام سے میں کافی متاثر ہوا۔ ان کے اخلاق اور لوگوں کے لیے ان کی وسعت قلبی سے بھی متاثر تھا۔''

۱۳۷۱ھ میں درس و تدریس کے لیے بیٹھ گئے۔ ریاض میں جب علمی ادارے کھل گئے تو ۱۳۷۲ھ میں ان سے منسلک ہو گئے۔ شیخ حفظہ اللہ فرماتے ہیں:

''دوسرے سال میں نے معہد علمی میں قدم رکھا اور شیخ علی الصالحی کے مشورے اور شیخ عبد الرحمان السعدی علیہ الرحمۃ سے اجازت حاصل کرنے کے بعد اس سے منسلک ہو گیا۔ ان دنوں علمی اداروں کی خاص اور عام دو قسمیں تھیں میں قسم خاص میں تھا۔

اس وقت ایسا ہوا کرتا تھا کہ جو چاہتا۔ لوگوں کی زبان میں۔ ''چھلانگ لگا دیتا تھا'' یعنی وہ تعطیل کے دوران اپنے اگلے سال کی تیاری کرتا، پھر تعلیمی سال کے شروع میں اس کا امتحان دے دیتا تھا، اگر کامیاب ہو جاتا تو جس سال کا امتحان دیا ہے اس سے آگے کے سال میں داخل ہو جاتا تھا۔ اس طرح میں نے اپنی تعلیمی مدت مختصر کر لی تھی۔''

دو سال کے بعد فارغ ہو گئے اور معہد عنیزہ العلمی میں مدرس متعین ہو گئے۔ ساتھ ہی ساتھ کلیۃ الشریعۃ میں اور شیخ عبد الرحمان السعدی رحمہ اللہ کی وفات ہو گئی تو عنیزہ کی جامع کبیر میں امامت اور عنزیہ کی قومی لائبریری میں تدریس کی ذمہ داری سنبھالی۔ ساتھ ہی معہد علمی میں بھی درس دیتے رہے۔ پھر شاخ جامعۃ الامام محمد بن سعود الاسلامیہ قصیم کی کلیۃ الشریعہ اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کلیۃ اصول الدین میں تدریس کے لیے منتقل ہوگئے اور وہیں کے ہو گئے۔

مملکت سعودی عرب کے کبار علماء بورڈ کے ممبر تھے، دعوت وتبلیغ اور ہر جگہ مبلغوں کی رہنمائی کے سلسلے میں کافی سرگرم تھے۔اس میدان میں ان کی گراں قدر کوششیں ہیں۔

خاص بات یہ ہے کہ سماحۃ الشیخ محمد بن ابراہیم رحمہ اللہ نے ان کو منصب قضا کی پیش کش ہی نہیں ان سے اس سلسلے میں اصرار کیا تھا، بلکہ شرعی عدالت احساء کے صدر کی حیثیت سے ان کی تعیین کی قرار داد بھی پاس کر دی تھی۔لیکن انھوں نے استعفی پیش کر دیا اور کافی گفت و شنید اور خصوصی ملاقاتوں کے بعد شیخ رحمہ اللہ نے منصب قضا سے ان کا استعفی قبول کیا۔

تالیفات: شیخ حفظہ اللہ کی بہت سی تالیفات ہیں۔جن کی تعداد چالیس تک پہنچتی ہے۔ ان میں کتابیں بھی ہیں اور رسالے بھی، جو ان شاء اللہ "مجموع الفتاوی والرسائل" میں جلد ہی جمع کر دیئے جائیں گے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

تین بنیادی اصول اور ان کی شرح

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم .

شرح

مؤلف رحمہ اللہ نے اپنی کتاب کی ابتداء بسم اللہ سے کی ہے۔ کتاب اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان: ''ہر وہ کام جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا گیا ہو بے فائدہ ہے'' نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کہ آپ اپنے خطوط بسم اللہ سے شروع فرمایا کرتے تھے کی اقتداء کرتے ہوئے ایسا کیا ہے۔

جار اور مجرور ایسے فعل محذوف سے متعلق ہیں جو مؤخر ہے اور مقام کی مناسبت رکھتا ہے۔

چنانچہ اصل جملہ یوں بن جاتا ہے: اللہ کے نام ہی سے لکھ رہا ہوں یا تصنیف کر رہا ہوں۔

ہم نے فعل ہی کو اس لیے مقدر مانا ہے کہ فعل ہی اعمال کی بنیاد ہے۔

اس فعل کو بسم اللہ کے آخر میں مقدر ماننے سے دو فائدے ہیں۔

پہلا فائدہ یہ کہ اللہ کے نام سے ابتداء کر کے تبرک حاصل کیا جائے۔

دوسرا یہ کہ حصر کی افادیت حاصل ہو۔ کیوں کہ متعلق کو پہلے ذکر کر دینا حصر ہی کا فائدہ پہنچاتا ہے۔

ہم نے ایک ایسا فعل مقدر مانا ہے جو مناسب مقام ہے کیوں کہ مناسب مقام فعل ہی مقصود کو زیادہ واضح کر سکتا ہے۔ مثلاً ہم کوئی کتاب پڑھنا چاہیں تو یہ نہ کہہ کر کہ: ''اللہ کے نام سے ابتداء کرتا ہوں''، یہ کہیں کہ ''اللہ کے نام سے پڑھتا ہوں''، تو دوسرا کلمہ اس مقصد کو اچھی طرح واضح کر دے گا جس مقصد کی میں شروعات کرنا چاہتا ہوں۔

لفظ (اللہ) باری تعالیٰ کا خاص نام ہے۔ اور ایسا اسم ہے کہ بقیہ تمام اسماء الٰہی اس کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تابع ہو کر آ سکتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ الٓرٰ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِo اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدٍo﴾

(ابراھیم: ۱۔۲)

”قرآن ایک ایسی کتاب ہے جو ہم نے تمہاری طرف اس غرض سے اتاری ہے کہ تم لوگوں کو ان کے رب کی اجازت کے بہ موجب تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاؤ۔ عزیز حمید (یعنی) اس اللہ کے راستے کی طرف کہ آسمانوں میں جو کچھ ہے اور زمین میں جو کچھ ہے اسی کے لیے ہے۔“

”الرحمان“ اللہ عزوجل کا ایک خاص نام ہے جس کا اطلاق صرف اسی کی ذات پر ہوتا ہے۔ ”رحمان“ ایسی ذات کو کہتے ہیں جس کے اندر وسیع رحمت پائی جاتی ہو۔

”الرحیم“ کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر بھی ہوتا ہے اور اللہ کے علاوہ دوسروں کو بھی ”رحیم“ کہا جاسکتا ہے ”رحیم“ اس ذات کو کہتے ہیں جس کی رحمت دوسرے تک پہنچتی ہو۔

گویا ”رحمن“ وسیع رحمت والا، اور ”رحیم“ دوسروں تک پہنچنے والی رحمت والا۔ اگر ”رحمن“ اور ”رحیم“ بیک وقت مذکور ہوں تو وہاں ”رحیم“ سے مراد ایسی ذات ہوتی ہے جو اپنی رحمت اپنے جس بندے تک چاہے پہنچا سکتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ وَ اِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَo﴾

(العنکبوت: ۲۱)

”وہ جس کو چاہتا ہے عذاب دیتا ہے اور جس پر چاہتا ہے رحم فرماتا ہے اور اسی کی طرف تمہیں پلٹ کے جانا ہے۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

اِعْلَمْ رَحِمَكَ اللّٰهُ اَنَّهُ يَجِبُ عَلَيْنَا تَعَلُّمُ اَرْبَعِ مَسَائِلَ .

جان لو اللہ تم پر رحمت نازل فرمائے کہ ہم پر چار مسئلوں کا سیکھنا واجب ہے۔

شرح

جاننا اس کو کہتے ہیں کہ کسی چیز کو ٹھیک ویسے ہی جیسے کہ وہ ہے، مضبوطی کے ساتھ ذہن کی گرفت میں لینا۔ ذہنی گرفت کے چھ درجات ہیں:

۱۔ علم، یعنی کسی چیز کو ہو بہو ویسے ہی مضبوطی کے ساتھ ذہنی گرفت میں لینا۔

۲۔ جہل بسیط، یعنی بالکلیہ ذہنی گرفت میں نہ لینا۔

۳۔ جہل مرکب، یعنی کسی چیز کو ذہنی گرفت میں اس طرح لینا کہ حقیقت میں وہ چیز اس طرح نہ ہو۔

۴۔ وہم، یعنی کسی چیز کو ذہنی گرفت میں اس حیثیت سے لینا کہ حقیقت میں اس کی مخالف حیثیت کا پہلو غالب ہو۔

۵۔ شک، یعنی کسی چیز کو ذہنی گرفت میں اس طرح لینا کہ اس کی دونوں حیثیتیں برابر ہوں۔

۶۔ ظن، یعنی کسی چیز کو ذہنی گرفت میں اس حیثیت سے لینا کہ حقیقت میں اس کی مخالف حیثیت کا پہلو مغلوب ہو۔

علم کی دو قسمیں ہیں: ضروری اور نظری۔

ضروری اس علم کو کہتے ہیں جس میں معلوم کا ادراک ضروری ہو یا بایں طور کہ اس میں فکر و نظر اور استدلال کی مجبوری نہ ہو، جیسے یہ علم کہ آگ گرم ہے۔

نظری جس میں فکر و استدلال کی ضرورت ہو، جیسے وضو میں نیت کے واجب ہونے کا علم۔

یعنی اللہ تم پر اپنی وہ رحمتیں انڈیل دے جن کے ذریعہ تم اپنی مطلوب چیزوں کو حاصل کر سکو اور قابل پرہیز چیزوں سے بچ سکو۔ گویا اللہ تمہارے گزشتہ گناہوں کو معاف فرمائے اور توفیق بخشے اور تمہیں ان گناہوں سے محفوظ رکھے جو مستقبل میں صادر ہو سکتے ہیں۔ یہ مفہوم اس وقت سمجھا جائے گا جب دعا کرتے وقت صرف رحمت کا تذکرہ کیا گیا ہو۔ لیکن اگر رحمت

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

کے ساتھ مغفرت کا بھی ذکر ہو تو اس وقت مغفرت ان گناہوں کے ساتھ خاص ہو جائے گی جو گزر چکے ہیں۔ اور رحمت کا مفہوم یہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ بھلائی کی توفیق دے اور مستقبل کے گناہوں سے محفوظ و مأمون رکھے۔

مؤلف رحمہ اللہ کا یہ طریقہ مخاطبین کے حق میں واضح طور پر ان کی شفقت و عنایت کی دلیل ہے اور وہ ان کے لیے بھلائی کے خواہاں ہیں۔

یہ مسائل جن کا مؤلف رحمہ اللہ نے تذکرہ فرمایا ہے حقیقت میں پورے دین کا احاطہ کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ ان مسائل کے عظیم الشان فوائد کو دیکھتے ہوئے اہتمام سے کام لینا چاہیے۔

پہلا بنیادی اصول

اللہ تعالیٰ، اس کے نبی ﷺ اور دین اسلام کی معرفت دلائل کی روشنی میں

الأُوْلى: العِلْمُ۔ وَهُوَ: مَعْرِفَةُ اللّٰهِ وَمَعْرِفَةُ نَبِيِّه وَمَعْرِفَةُ دِيْنِ الْإِسْلَامِ بالأَدِلَّةِ.

پہلا: علم، یعنی اللہ کی معرفت اور اس کے نبی کی معرفت اور دین اسلام کی معرفت دلائل کی روشنی میں

شرح

یعنی دل سے اللہ عزوجل کی ایسی معرفت جو اس کے احکام کی تسلیم، اقرار اور ان کے مطابق عمل کرنے میں پس و پیش نہ کرے۔ اور اسی شریعت کو فیصل مانے جو محمد ﷺ پر نازل ہوئی ہے۔ کتاب اللہ و حدیث رسول اللہ میں ذکر کردہ شرعی دلائل اور کائنات کے اندر پیدا کئے ہوئے کائناتی دلائل کی روشنی میں بندہ اپنے رب کا تعارف حاصل کرے۔ انسان دلائل و آیات میں جتنا فکر و نظر سے کام لے گا اتنا ہی اسے اپنے معبود کی معرفت حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَفِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ ۝ وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝﴾

(الذاریات: ۲۰۔۲۱)

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

''یقین لانے والوں کے لیے زمین میں نشانیاں ہیں، اور خود تمہارے اندر بھی۔
کیا تم لوگ بصیرت نگاہی سے کام نہیں لیتے۔''

یعنی اس کے رسول محمد ﷺ کی ایسی معرفت کہ جو ہدایت اور دین حق وہ لائے ہیں انہیں قبول کرنا، ان کی دی ہوئی خبروں میں اُن کی تصدیق کرنا، آپ نے جس کا حکم دیا اس کو بجالانا، جس سے منع کر دیا (یا روک دیا) اس سے رک جانا، آپ کی لائی ہوئی شریعت کو ہی فیصل ماننا اور اس کے فیصلے پر سر تسلیم خم کر دینا بندہ لازم سمجھنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾ (النساء: ٦٥)

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں، پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں، اور پورا پورا تسلیم کر لیں۔''

مزید فرمایا:

﴿اِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ اَنْ يَّقُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝﴾

(النور: ٥١)

''مومنین کی بات یہی ہے کہ جب وہ اللہ اور اس کے رسول کی طرف فیصلے کو بلائے جاتے ہیں تو کہیں ہم نے سن لیا اور حکم مان لیا اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَ الرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا۝﴾

(النساء: ٥٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''پھر اگر کسی چیز کے سلسلے میں تمہارا تنازعہ ہوجائے تو اگر تم لوگ اللہ پر اور یوم آخر پر ایمان رکھتے ہو تو اسے اللہ اور اس کے رسول کی طرف لے جاؤ۔ یہ اچھا ہے اور بطور انجام بہتر ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿فَلْيَحْذَرِ الَّذِيْنَ يُخَالِفُوْنَ عَنْ اَمْرِهٖٓ اَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ اَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (النور: ٦٣)

''جو لوگ اس کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں انہیں ڈرنا چاہیے کہ ان پر کوئی فتنہ آپڑے یا انہیں دردناک عذاب پہنچ جائے''

امام احمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جانتے ہو کہ فتنہ کیا ہے؟ فتنہ شرک ہے، ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی قول کو ٹھکرا کر دل میں ایسی گمراہی پیدا ہوجائے کہ جس کا نتیجہ ہلاکت ہو۔''

''اسلام'' کا عمومی معنی یہ ہے کہ اللہ کے مشروع کردہ ان قوانین کے ذریعہ اس کی فرماں برداری کی جائے جو قوانین رسولوں کی بعثت سے لے کر روز قیامت تک کے لیے مقرر ہیں۔ اس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اکثر آیات میں فرمایا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سابقہ تمام شریعتیں اسلام ہی تھیں۔ ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِنَآ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ﴾

(البقرة: ١٢٨)

''اے ہمارے رب تو ہمیں اپنا فرماں بردار بنا اور ہماری اولاد میں بھی اپنی فرماں بردار ایک جماعت بنا۔''

''اسلام'' کا خاص معنی یہ ہے کہ ''اسلام'' وہ تمام احکام ہیں جو نبی ﷺ دے کر مبعوث فرمائے گئے تھے۔ چوں کہ ان احکام نے تمام سابقہ دینوں کو منسوخ کر دیا ہے۔ لہٰذا جو نبی ﷺ کی اتباع کرے، وہ مسلم ہوگا اور جو مخالفت کرے، وہ مسلم نہ ہوگا۔ گویا رسولوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے متبعین اپنے رسولوں کے عہد میں مسلم کہے جائیں گے، جیسے یہود موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں مسلم تھے، نصاریٰ عیسیٰ علیہ السلام کے عہد میں مسلم تھے، لیکن آخری نبی محمد ﷺ کے مبعوث ہوجانے کے بعد سابقہ دینوں کے مسلمانوں میں سے جو محمدؐ کا انکار کرے، وہ مسلم نہیں رہے گا۔

یہی دین ''اسلام'' اللہ کے یہاں مقبول بھی ہے اور اپنے ماننے والے کا نجات دہندہ بھی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران: ۱۹)

''بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے۔''

مزید فرمایا:

﴿وَ مَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَ هُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ۝﴾ (آل عمران: ۵۸)

''اور جو شخص علاوہ اسلام کے کسی دین کو چاہے گا تو وہ اس کی طرف سے ہرگز قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں گھاٹا اٹھانے والی جماعت میں ہوگا۔''

یہی وہ اسلام ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ اور ان کی امت پر احسان جتایا ہے، فرمایا:

﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْكُمْ نِعْمَتِیْ وَ رَضِیْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ (المائدہ: ۳)

''آج میں نے تم لوگوں کے واسطے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام کو دین کے طور پر پسند کر لیا۔''

''دلائل'' دلیل کی جمع ہے۔ اور ''دلیل'' اس چیز کو کہتے ہیں جو مقصود و مطلوب تک پہنچا دے۔ وہ دلائل جو دین اسلام کی معرفت تک پہنچا دیں۔ نقلی بھی ہیں اور عقلی بھی۔ وحی یعنی قرآن و حدیث کے دلائل نقلی ہیں جبکہ غور و فکر کے ذریعہ حاصل ہونے والے دلائل عقلی ہیں۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے دوسری قسم یعنی عقلی دلائل کا کافی تذکرہ فرمایا ہے۔ کتنی ہی ایسی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قرآنی آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: اس کی نشانیوں میں سے فلاں اور فلاں ہیں۔اس طرز پر اللہ تعالیٰ نے اپنے وجود کے لیے عقلی دلائل کا انبار لگا دیا ہے۔

جہاں تک معرفت نبی کے لیے نقلی دلائل کی بات ہے تو قرآن میں ارشاد ہے:

﴿مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا﴾ (الفتح: ٢٩)

''محمد اللہ کے رسول ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (آل عمران: ١٤٤)

''محمد صرف رسول ہیں۔ان سے پہلے رسولوں کی جماعت گزر چکی ہے۔''

معرفت نبی کے سلسلے میں عقلی دلائل یہ ہیں کہ نبی ﷺ جو واضح نشانیاں لے کر آئے، ان میں غور وفکر سے کام لیا جائے۔ان نشانیوں میں سے عظیم ترین نشانی قرآن کریم ہے جس کے اندر مفید سچے واقعات اور عادلانہ وخیر خواہانہ احکام ہیں۔وہ معجزات بھی عقلی دلائل میں سے ہیں جن کا آپ کے ہاتھوں ظہور ہوا اور غیب کی وہ خبریں بھی جو صرف وحی کے بل بوتے پر ہی دی جاسکتی ہیں نیز جنہوں نے واقع ہو کر اپنی سچائی منوالی ہے۔

الثَّانِيَةُ العَمَلُ بِهِ.

دوسرا: ان کے مطابق عمل کرنا۔

شرح

یعنی یہ معرفت جس طرح تقاضہ کرتی ہے اسی کے مطابق عمل کرنا، جیسے اللہ پر ایمان لانا، اس کے حکم کردہ احکام کی بجا آوری، اور منع کردہ احکام سے پرہیز۔یعنی ہر خاص، اور عام عبادتوں کے ذریعہ اس کی فرمانبرداری کرنا، خاص عبادتیں جیسے نماز روزہ، اور حج وغیرہ اور عام

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبادتیں جیسے امر بالمعروف نہی عن المنکر اور جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ۔

حقیقت میں عمل علم کا پھل ہے۔ اسی لیے اگر کوئی بغیر علم کے عمل کرتا ہے تو وہ نصاریٰ کے مشابہ ہے۔ اور جو علم رکھتا ہے اور عمل نہیں کرتا وہ یہود کے مشابہ ہے۔

الثَّالِثَةُ: الدَّعْوَةُ اِلَيْهِ .

تیسرا: ان کی تبلیغ کرنا۔

شرح

یعنی اللہ کی جو شریعت رسول اللہ ﷺ لائے ہیں ان کی تبلیغ انہیں تین یا چار طریقوں کو اپنا کر کرنا جن کا قرآن میں ذکر آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَ الْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ (النحل: ١٢٥)

”آپ اپنے رب کی راہ کی دعوت حکمت اور بھلی نصیحت کے ذریعہ دیجیے اور ان کے ساتھ اس طریقہ سے بحث کیجیے جو پسندیدہ ہے۔“

یہ تین طریقے ہوئے، اور چوتھے کے بارے میں ارشاد ربانی ہے:

﴿وَ لَا تُجَادِلُوْٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ﴾ (العنکبوت: ٤٦)

”تم لوگ اہل کتاب سے بحث اچھے طریقے سے ہی کرو، مگر ان لوگوں سے جنہوں نے ان میں سے ظلم کیا۔“

اس تبلیغ کے لیے اللہ عزوجل کی شریعت کا علم بھی ضروری ہے تاکہ تبلیغ علم وبصیرت کے ساتھ ہو، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ وَ

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ“

www.KitaboSunnat.com

سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَ مَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ (یوسف : ۱۰۸)

''کہہ دیجیے یہ میری راہ ہے، میں اور جنہوں نے میری اتباع کی ہے اللہ کی طرف سوجھ بوجھ کے ساتھ دعوت دے رہے ہیں۔ اور اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں۔''

اس تبلیغ میں بصیرت اس وقت آ سکتی ہے جبکہ مبلغ جانتا ہو کہ حکم شرعی کیا ہے؟ تبلیغ کیسے کی جائے؟ اور مخاطبین کس مزاج کے حامل ہیں؟

تبلیغ کے بہت سے میدان ہیں، جیسے دعوت الی اللہ کے لیے خطبوں اور تقریروں کی مجلس قائم کی جائے، مقالے اور مضامین لکھے جائیں، علمی حلقے بنائے جائیں، کتابیں تصنیف کی جائیں، دین کی نشر و اشاعت ہو، خاص محفلوں میں دعوت کا کام کیا جائے، انسان جب کسی دعوتی مجلس میں بیٹھا ہو تو یہ بھی دعوت کا موقع ہے۔ لیکن اس کے لیے مناسب یہ ہے کہ ایسا طریقہ اپنایا جائے کہ بے زاری اور اکتاہٹ نہ ہونے پائے۔ اس کی شکل یہ ہوسکتی ہے کہ مبلغ اہل مجلس کے سامنے کوئی علمی مسئلہ رکھ دے اور بحث و مباحثہ ہو۔

اس بات سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ بحث و مباحثہ اور سوال و جواب کا دینی مسائل کے سمجھنے سمجھانے میں ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات یہ بحث و مباحثہ اور سوال و جواب سادہ تقریروں اور خطبوں سے کہیں زیادہ مؤثر ہوتے ہیں۔

دعوت الی اللہ انبیاء و پیغمبران علیہم السلام اور اُن کے سچے پیروکاروں کا وظیفہ اور طریقہ رہا ہے۔ انسان جب اللہ کی توفیق و احسان سے اپنے معبود، اپنے نبی اور اپنے دین کی معرفت حاصل کر لیتا ہے تو ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ اپنے دوسرے بھائیوں کو بھی اللہ کی دعوت دے اور انہیں گمراہی سے نکالے اور خیر و بھلائی کی خوش خبری دے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے خیبر کے روز فرمایا تھا: ''اطمینان سے کوچ کرو یہاں تک کہ دشمنوں کی زمین میں اتر جاؤ۔ پھر انہیں اسلام کی دعوت دینا اور انہیں اللہ کے ان حقوق سے آگاہ کرنا جو ان پر عائد ہوتے ہیں۔ اللہ کی قسم اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھوں کسی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک آدمی کو بھی راہ ہدایت دکھا دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اونٹوں سے کہیں بہتر ہے۔''
(بخاری و مسلم)

مسلم کی ایک اور روایت ہے جس میں نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''کسی نے اگر ہدایت کی طرف دعوت دی تو جتنے لوگ اس کی اتباع کرتے ہیں اتنا ہی اس کو اجر ملتا ہے، اور اتباع کرنے والوں کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔ اور کسی نے اگر گمراہی کی دعوت دی تو جتنے لوگ اس کی پیروی کرتے ہیں اتنا ہی گناہ اس کو ملتا ہے اور پیروکاروں کے گناہ میں کوئی کمی نہیں کی جاتی۔''

مسلم ہی کی ایک روایت ہے جس میں فرمایا: ''جس نے بھلائی کی طرف رہنمائی کی تو اس کو اتنا ہی اجر ملتا ہے جتنا اس بھلائی پر عمل کرنے والے کو ملتا ہے۔''

الرَّابِعَةُ: الصَّبْرُ عَلَى الاَذَى فِيْهِ .

چوتھا: ان کے سلسلے میں تکالیف پر صبر۔

شرح

صبر کا معنی یہ ہے اللہ کی اطاعت پر اپنے آپ کو باندھے رکھا جائے، اس کی نافرمانی میں خود کو واقع نہ ہونے دیا جائے اور اللہ کے فیصلے سے ناراض نہ ہونے دیا جائے۔ لہٰذا داعی اور مبلغ کو ایسا ہونا چاہیے کہ وہ ناراضگی کا شکار نہ ہوں، ڈانٹ پھٹکار سے کام نہ لیں اور اکتاہٹ کا سبب نہ بنیں۔ بلکہ تبلیغ دین کے لیے ہمیشہ چست اور سرگرم رہیں۔ خواہ اس سلسلے میں انہیں مصیبت ہی کیوں نہ جھیلنی پڑے۔ کیوں کہ انسانی مزاج میں یہی ہے کہ بھلائی کے پیغامبروں کو ایذائیں پہنچائی جائیں، الا ماشاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی سے فرمایا ہے:

﴿وَ لَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا﴾ (الانعام: ٣٤)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''آپ سے پہلے بہت سے رسول جھٹلائے گئے تو انہوں نے اس بات پر صبر کیا کہ وہ جھٹلا دیئے گئے ہیں اور انہیں ایذائیں دی گئیں یہاں تک کہ ان تک ہماری مدد پہنچ گئی۔''

جیسے جیسے ایذا رسانی میں اضافہ ہوتا ہے مدد الٰہی نزدیک آتی ہے۔ مدد الٰہی صرف یہی نہیں ہے کہ وہ انسان کی زندگی ہی میں واقع ہو اور وہ اپنی تبلیغ کا یقینی نتیجہ دیکھ لے۔ بلکہ نصرت الٰہی کا ظہور اس کی موت کے بعد بھی ہوسکتا ہے۔ وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں ایسا جذبہ پیدا فرمادے کہ وہ اس کی دعوت کو قبول کریں اور اس کے مطابق عمل کریں۔ چنانچہ مبلغ اور داعی کی وفات کے بعد اس کی تبلیغ کی مقبولیت مبلغ کے لیے مدد الٰہی ہی کہلائے گی لہٰذا مبلغ کے لیے ضروری ہوجاتا ہے کہ وہ راہ تبلیغ میں مستقل مزاجی اور ثابت قدمی کے ساتھ لگا رہے دین الٰہی کی دعوت عام کرنے میں جما رہے۔ نہ اعتراضات سے گھبرائے نہ ہی مشکلات کی پرواہ کرے۔ انبیاء و رسل علیہم السلام کا نمونہ سامنے رکھے۔ انہیں بھی قولی اور عملی طور پر پریشان کیا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كَذٰلِكَ مَا اَتَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا قَالُوْا سَاحِرٌ اَوْ مَجْنُوْنٌ۝﴾ (الذاریات: ۵۲)

''اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو بھی رسول آیا تو انہوں نے کہا کہ جادوگر ہے یا دیوانہ۔''

اور فرمایا:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ۝﴾ (الفرقان: ۳۱)

''ہم اسی طرح مجرم لوگوں میں سے ہر نبی کے دشمن بناتے ہیں۔''

ان تمام کے باوجود ایک مبلغ اور داعی کو صبر کے ساتھ ان تمام حالات کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پیش نظر رکھنا چاہیے جو اس نے اپنے رسول کو دیا تھا:

﴿اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ تَنْزِيْلًا۝﴾ (الدھر: ۲۳)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''بیشک ہم نے تمہارے اوپر دھیرے دھیرے کر کے قرآن اتارا۔''

قرین قیاس تو یہ تھا کہ کہا جائے: ''لہٰذا اپنے پروردگار کی نعمت کا شکر ادا کیجیے،'' لیکن اللہ تعالیٰ نے یوں کہا ہے:

﴿فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ﴾ (الدھر: ٢٤)

''پس اپنے رب کے حکم پر جمے رہیے۔''

اس فرمان میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو بھی قرآن کی دعوت کو لے کر اٹھے گا اس کے سامنے ایسے حالات آئیں گے جو صبر کا تقاضہ کریں گے۔ خود نبی ﷺ کے حالات پر غور کریں، قوم انہیں مار مار کر لہولہان کر دیتی ہے پھر بھی آپ اپنے چہرے سے خون پونچھتے جاتے ہیں اور کہتے جاتے ہیں: ''اے اللہ میری قوم کو معاف کر کہ انہیں علم نہیں۔'' لہٰذا داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ ثابت قدمی کا مظاہرہ کرے اور ثواب کی امید رکھے۔

صبر کی تین قسمیں ہیں: (۱) اطاعت الٰہی پر صبر، (۲) اللہ کی حرام کردہ چیزوں پر صبر، (۳) اللہ کے ان فیصلوں پر صبر، جنہیں وہ صادر کرتا ہے، چاہے وہ فیصلے ایسے ہوں کہ ان میں بندوں کا کوئی دخل نہ ہو یا ایذا رسانی اور سرکشی کی طرح ایسے فیصلے ہوں کہ جنہیں اللہ تعالیٰ بعض بندوں کے ہاتھوں صادر کرتا ہے۔

وَالدَّلِيْلُ قَوْلُه تَعَالَى: ﴿وَالْعَصْرِ o اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ o اِلَّا الَّذِيْنَ ءَامَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ o﴾

اللہ کا یہ ارشاد دلیل ہے:

''زمانے کی قسم بیشک انسان خسارے میں ہے، مگر وہ لوگ جو ایمان لے آئے اور نیک اعمال کیے اور آپس میں حق کی تاکید کرتے رہے اور آپس میں صبر کی تاکید کرتے رہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شرح

یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد مذکورہ چاروں مسائل کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: (زمانے کی قسم)۔ اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں زمانہ جو کہ خیر وشر واقع ہونے کا محل ہے، اس کی قسم کھائی ہے اور اس بات کو اجاگر کرنے کے لیے کھائی ہے کہ: انسان بلاشک و شبہ خسارے اور گھاٹے میں ہے، ہاں البتہ ان لوگوں کو خسارے کا کوئی اندیشہ نہیں جن میں یہ چار خوبیاں پائی جاتی ہوں: ایمان، عمل صالح، آپس میں حق کی تاکید کرتے رہنا اور صبر کی تاکید کرتے رہنا۔

امام ابن القیم رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''جہاد نفس کے چار درجات ہیں:

۱۔ انسان اپنے نفس کو ہدایت اور دین حق سیکھنے میں لگائے رہے، کیوں کہ بغیر اس کے نہ دنیا میں کامرانی اور خوش بختی ہے، نہ آخرت میں۔

۲۔ ہدایت اور دین حق سیکھنے کے بعد نفس کو اس کے مطابق عمل کرنے میں لگائے رہے۔

۳۔ اپنے نفس کو ہدایت اور دین حق کی دعوت و تبلیغ اور ناواقف کاروں کو اس کی تعلیم دینے میں لگائے رہے۔

۴۔ راہِ دعوت و تبلیغ میں جو مشقتیں اور لوگوں کی طرف سے ایذائیں اُس کو پہنچیں ان پر اپنے نفس کو جمائے رکھے اور تمام مشقتیں اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کرے۔

جب ان چاروں درجات کی تکمیل کرلے گا تو اس کا شمار اولیاء اللہ میں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے اس سورہ میں اس بات پر زمانے کی قسم کھائی ہے کہ ہر انسان ناکامی اور نقصان میں ہے چاہے اس کے پاس مال و اولاد کی کثرت ہو یا اس کی بڑی قدر و منزلت ہو۔ گھاٹے میں نہیں ہیں تو صرف وہ جن کے اندر یہ چار خوبیاں پائی جاتی ہیں۔

پہلی خوبی تو یہ ہے کہ اس کے پاس ''ایمان'' کی دولت ہو۔ ''ایمان'' ہر اس صحیح عقیدے اور نفع بخش علم کو کہتے ہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی قربت نصیب ہوتی ہو۔

دوسری خوبی ''عمل صالح'' ہے۔ عمل صالح ہر اس قول و فعل کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قربت نصیب کرے، بشرطیکہ وہ خلوصِ الٰہی اور اتباع نبوی کے جذبے کے ساتھ عمل میں لایا گیا ہو۔

تیسری خوبی حق کی باہمی تاکید ہے۔ یعنی اچھے کام کرنے، اس پر ابھارنے اور اسی کی طرف راغب کرنے کی ایک دوسرے کو تاکید کی جائے۔

چوتھی خوبی تاکید صبر ہے، جس کا مفہوم یہ ہے کہ لوگ ایک دوسرے کو اس بات کی تاکید کریں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اوامر کے بجالانے، اس کے مناہی سے بچنے اور اس کے فیصلوں اور تقدیروں پر راضی بہ رضا رہنے پر ثابت قدم رہیں۔

تاکید حق اور تاکید صبر میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر بھی شامل ہے۔ یہی دو ایسے طریقے ہیں کہ جن میں امت کی بقا، بھلائی اور غلبہ ہے اور انہیں سے امت کو فضل وشرف حاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ﴾ (آل عمران: ۱۱۰)

''تم ایسی بہتر امت ہو جو لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے۔ اچھائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان لاتے ہو۔''

قَالَ الشَّافِعِيُّ۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى: لَوْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ حُجَّةً عَلٰى خَلْقِهٖ اِلَّا هٰذِهِ السُّوْرَةَ لَكَفَتْهُمْ.

امام شافعی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اگر اللہ تعالیٰ نے بطور دلیل صرف اسی سورہ کو نازل فرمایا ہوتا تو اس کی مخلوق کے لیے یہی کافی ہوتی۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شرح

امام شافعی رحمہ اللہ کی کنیت ابوعبد اللہ اور نام محمد ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: محمد بن ادریس بن العباس بن عثمان بن شافع الھاشمی القرشی۔ غزہ کے اندر ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور مصر کے اندر ۲۰۴ھ میں وفات پائی۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ میں سے ایک امام ہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ کہنا چاہتے ہیں کہ ایمان، عمل صالح، دعوت الی اللہ اور ثابت قدمی کے ذریعہ دین الٰہی کو مضبوطی سے تھامے رہنے کی ترغیب دینے کے لیے یہی ایک سورہ مخلوق کو کفایت کرتی ہے۔ یہ مراد نہیں ہے کہ دوسری شریعتوں کے متبعین کو بھی یہ سورہ کافی ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ کے اس فرمان کی وجہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی صاحب عقل و بصیرت آدمی اس سورہ کو سنے یا پڑھے گا تو لامحالہ اپنے آپ کو نقصان اور گھاٹے سے بچانے کی کوشش کرے گا اور اپنے آپ کو مذکورہ چاروں خوبیوں سے آراستہ کرے گا۔ یعنی ایمان، عمل صالح، تاکید حق اور تاکید صبر۔

وَقَالَ الْبُخَارِيُّ۔ رَحِمَهُ اللّٰهُ: (بَابٌ: اَلْعِلْمُ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ).

والدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَاعْلَمْ اَنَّهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ﴾ (محمد: ۱۹)، فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ.

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک عنوان ان الفاظ میں نقل فرمایا۔

''اس بات کا بیان کہ قول و عمل سے پہلے علم ہوتا ہے۔'' دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''تو جان لیجیے کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہ کی بخشش طلب کیجیے۔''

چنانچہ قول و عمل سے پہلے علم کا تذکرہ فرمایا گیا ہے۔

شرح

امام بخاری رحمہ اللہ کی کنیت ابوعبد اللہ اور نام محمد ہے۔ سلسلۂ نسب یوں ہے: محمد بن

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسماعیل بن ابراہیم بن المغیرۃ البخاری۔ بخارا کے اندر شوال ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے، بچپن ہی میں یتیم ہوگئے اور گھوارۂ مادر میں پرورش پائی۔ سمرقند سے دو فرسخ کی دوری پر واقع خرتنک نامی ایک قصبے کے اندر عید الفطر کی رات ۲۵۶ھ میں وفات پائی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ قول وعمل سے پہلے حصول علم اور معلومات کا مرحلہ شروع کرنا ضروری ہے۔ یہ دلیل صدیوں سے چلی آ رہی ہے کہ انسان پہلے کچھ سیکھتا ہے پھر عمل کرتا ہے۔ اس بارے میں ایک منطقی اور عقلی دلیل بھی ہے جو بتاتی ہے کہ علم قول وعمل سے پہلے ہوا کرتا ہے۔

وہ دلیل یہ ہے کہ قول وعمل اسی وقت صحیح اور قابل قبول ہوتے ہیں جب کہ وہ شریعت کے مطابق ہوں۔ اور انسان علم کے بغیر جان ہی نہیں سکتا کہ اس کا عمل مطابقِ شریعت ہے یا نہیں؟ ہاں کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جنہیں انسان اپنے مزاج اور طبیعت سے ضرور جان لیتا ہے، جیسے یہ جان لینا کہ تنہا اللہ ہی معبود ہے، کیوں کہ بندے کی پیدائش ہی اسی مزاج پر کی گئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ وہ اس کو جان لینے کے سلسلے میں زیادہ تگ ودو کا محتاج نہیں ہوتا۔

البتہ بے شمار جزوی مسائل ضرور اس بات کے متقاضی ہیں کہ ان کے بارے میں علم بہم پہنچایا جائے اور ان کو جاننے کے لیے محنت وجستجو کی جائے۔

اِعْلَمْ رَحِمَكَ اللّٰهُ: اَنَّهُ يَجِبُ عَلَى كُلِّ مُسْلِمٍ وَمُسْلِمَةٍ تَعَلُّمَ ثَلَاثِ هَذِهِ الْمَسَائِلِ وَالْعَمَلُ بِهِنَّ.

الْاَوْلَى: اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَنَا وَرَزَقَنَا وَلَمْ يَتْرُكْنَا هَمَلا بَلْ اَرْسَلَ اِلَيْنَا رَسُوْلاً.

جان لو۔ اللہ تم پر رحم فرمائے۔ کہ ان تین مسائل کا سیکھنا اور ان کے مطابق عمل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔

پہلا مسئلہ یہ کہ اللہ نے ہی ہم کو پیدا کیا ہے۔ اور وہی ہم کو رزق دیتا ہے۔ اور ہم کو بے مقصد

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

نہیں رہنے دیا۔ بلکہ اس نے ہماری طرف ایک رسول بھیجا۔

شرح

اللہ تعالیٰ ہی ہمارا خالق ہے، اس کے لیے نقلی دلیل بھی ہے اور عقلی دلیل۔

نقلی دلیلیں بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤى اَجَلًا وَ اَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ۝﴾ (الانعام: ۲)

''وہی وہ ذات ہے جس نے تم لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا ہے پھر ایک وقت مقرر کر دیا ہے اور ایک مدت مقرر اس کے پاس ہے، پھر تم لوگ شک کرتے ہو۔''

﴿وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾ (الاعراف: ۱۱)

''تحقیق کہ ہم نے لوگوں کو پیدا کیا پھر تم لوگوں کی صورتیں بنائیں۔''

﴿وَ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ۝﴾

(الحجر: ۲۶)

''تحقیق کہ ہم نے انسان کو سنی ہوئی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔''

﴿وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَاۤ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ۝﴾

(الروم: ۲۰)

''اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تم لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا پھر اب تم لوگ پھیلے ہوئے انسان ہو۔''

﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ۝﴾ (الرحمن: ۱۴)

''اس نے انسان کو ٹھیکرے جیسی کھنکھناتی مٹی سے پیدا کیا۔''

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ (ص: ۶۲)

''اللہ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔''

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ۝﴾ (الصافات: ۹۶)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اللہ نے تم لوگوں کو اور ان اعمال کو جو تم کرتے ہو پیدا کیا۔''

﴿ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ ﴾ (الذاریات: ٥٦)

''میں نے جن اور انسان کو نہیں پیدا کیا مگر تا کہ میری عبادت کریں۔''

عقلی دلائل کے لیے بھی قرآن کریم نے اشارہ کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے:

﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ ﴾ (الطور: ٣٥)

''کیا وہ لوگ آپ ہی آپ پیدا ہو گئے ہیں یا وہی پیدا کرنے والے ہیں۔''

یہاں پر غور کرنے کی بات یہ ہے کہ انسان خود اپنا خالق نہیں ہے کیوں کہ اپنے وجود سے پہلے وہ معدوم تھا، اور معدوم لاشئ ہے۔ جو لاشئ ہو وہ شئ کو وجود نہیں دے سکتی، اسی طرح نہ تو اس کو اس کے باپ دادا نے پیدا کیا ہے اور نہ اس کی ماں نے اور نہ کسی دوسری مخلوق نے۔ اور نہ ہی ایسا ہے کہ وہ بغیر موجد اور خالق کے یوں ہی وجود پذیر ہو گیا ہو۔ کیوں کہ ہر حادث کے لیے محدث کا ہونا لابدی ہے۔ اور اس لیے بھی کہ اس بے مثال نظام اور اس غیر منقطع تسلسل کے ساتھ مخلوق کا وجود بالکلیہ اس بات کی نفی کرتا ہے کہ ان سب کا وجود یوں ہی بغیر موجد کے ہو گیا ہو۔ جب یوں ہی وجود پذیر ہو جانے والی شئ کے لیے سرے سے کوئی نظام ہی نہیں ہو سکتا تو بھلا وہ شئ کس طرح اپنی بقاء اور ترقی پذیری کی حالت میں پابند نظام ہو سکے گی؟ چنانچہ ثابت ہوا کہ خالق، موجد اور محدث تنہا اللہ کی ذات ہی ہے، اس کے علاوہ نہ کوئی خالق ہے نہ کوئی حاکم، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''سن لو پیدا کرنا اور حکم فرمانا اسی کا کام ہے۔''

یہ نہیں معلوم کہ کسی مخلوق نے اللہ تعالیٰ کی پالنہاری اور پروردگاری کا انکار کیا ہو۔ اگر کیا بھی ہے تو از راہ تکبر و غرور، جیسا کہ فرعون نے کیا تھا۔ جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ حالتِ شرک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ طور کی قرأت کرتے ہوئے سن رہے تھے جب آپ ارشاد الٰہی:

﴿ أَمْ خُلِقُوا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُونَ. أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَالۡاَرۡضَ بَلۡ لَا یُوۡقِنُوۡنَ o اَمۡ عِنۡدَهُمۡ خَزَائِنُ رَبِّكَ اَمۡ هُمُ الۡمُسَيۡطِرُوۡنَ o﴾ (طور: ۳۵۔ ۳۷)

''کیا وہ لوگ آپ ہی آپ پیدا ہوگئے ہیں، یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں، یا انہوں نے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے، حقیقت یہ ہے کہ وہ یقین نہیں کرتے۔ یا ان کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا وہی داروغہ ہیں۔''

پر پہنچے تو جبیر بن مطعم نے کہا: ''لگتا تھا کہ میرا دل پرواز کر جائے گا، اور یہی وہ پہلا موقع تھا جب ایمان میرے دل میں جاگزیں ہوا۔''

اس مسئلے کی قرآن وحدیث میں نیز عقلی بھی کافی دلیلیں ہیں، قرآن کی دلیلیں یہ ہیں:

﴿اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الۡقُوَّةِ الۡمَتِيۡنُ o﴾ (الذاریات: ۵۸)

''بے شک اللہ ہی روزی دینے والا قوت والا مضبوط ہے۔''

﴿ قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ قُلِ اللّٰهُ﴾ (سبا: ۲۴)

''کہہ دیجیے کہ آسمانوں اور زمین سے کون تم لوگوں کو رزق دیتا ہے۔ کہہ دیجیے کہ اللہ۔''

﴿ قُلۡ مَنۡ يَّرۡزُقُكُمۡ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ اَمَّنۡ يَّمۡلِكُ السَّمۡعَ وَ الۡاَبۡصَارَ وَ مَنۡ يُّخۡرِجُ الۡحَيَّ مِنَ الۡمَيِّتِ وَ يُخۡرِجُ الۡمَيِّتَ مِنَ الۡحَيِّ وَ مَنۡ يُّدَبِّرُ الۡاَمۡرَ فَسَيَقُوۡلُوۡنَ اللّٰهُ﴾ (یونس: ۳۱)

''کہہ دیجیے کہ تم لوگوں کو آسمان اور زمین سے کون رزق دیتا ہے یا کان اور آنکھوں کا کون مالک ہے اور مردہ سے زندہ اور زندہ سے مردہ کون نکالتا ہے اور کام کی تدبیر کون کرتا ہے تو وہ کہیں گے کہ اللہ۔''

ان کے علاوہ اور بھی کافی دلیلیں ہیں۔

جہاں تک حدیث سے دلیل کی بات ہے تو نبی ﷺ کا وہ قول پیش نظر رہنا چاہیے جو آپ نے رحم مادر میں موجود بچے کے بارے میں فرمایا ہے: ''اس کی طرف چار باتوں کا حکم

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دے کر ایک فرشتہ بھیجا جاتا ہے تاکہ بچے کا رزق، اس کی موت اور اس کا عمل لکھ دیا جائے اور یہ بھی نوٹ کر دیا جائے کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بدبخت۔''

''اللہ ہی ہمارا رازق ہے،'' اس کے لیے عقلی دلیل یہ ہے کہ ہم آب و دانہ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے۔ اور آب و دانہ اللہ تعالیٰ ہی نے پیدا کیا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَفَرَاَیْتُمْ مَا تَحْرُثُوْنَ o ءَ اَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ o لَوْ نَشَاءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ o اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ o بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ o اَفَرَاَیْتُمُ الْمَاءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ o ءَ اَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ o لَوْ نَشَاءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ o﴾ (الواقعة: ٦٣۔٧٠)

''اچھا پھر یہ بتلاؤ کہ جو کچھ تم بوتے ہو اس کو تم اگاتے ہو یا ہم اگانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس پیداوار کو چورا چورا کر دیں پھر تم متعجب ہو کر رہ جاؤ گے (اب کے تو) ہم پر تاوان ہی پڑ گیا بلکہ بالکل ہی محروم ہو کر رہ گئے۔ اچھا یہ بتلاؤ جس پانی کو پیتے ہو اس کو بادل سے تم برساتے ہو یا ہم برسانے والے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو اس کو کڑوا کر ڈالیں سو تم شکر کیوں نہیں کرتے۔''

ان آیات میں وضاحت ہے کہ آب و دانہ کی شکل میں جو رزق ہمیں ملتا ہے وہ اللہ عزوجل ہی کا دیا ہوا ہے۔

یہ وہ واقعیت اور حقیقت ہے جس کے لیے نقلی اور عقلی دونوں طرح کی دلیلیں موجود ہیں:

نقلی دلائل میں سے مندرجہ ذیل اللہ تعالیٰ کے ارشادات ہیں:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۔ فَتَعٰلَی اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (المؤمنون: ١١٥۔١١٦)

''کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور یہ خیال کیا تھا کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔ اللہ بہت ہی عالی شان ہے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔''

﴿اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى ۝ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى ۝ اَلَيْسَ ذٰلِكَ بِقٰدِرٍ عَلٰى اَنْ يُّحْيِۦَ الْمَوْتٰى ۝﴾

(القيامة: ٣٦ـ٤٠)

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یوں ہی بے مقصد چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا یہ شخص (ابتداء میں محض) ایک قطرۂ منی نہ تھا جو (عورت کے رحم میں) ٹپکایا گیا تھا۔ پھر وہ خون کا لوتھڑا ہوگیا۔ پھر اس نے انسان بنایا پھر اعضاء درست کئے۔ پھر اس کی دو قسمیں نر اور مادہ کردیں۔ تو کیا وہ اس بات پر قدرت نہیں رکھتا کہ مردوں کو زندہ کردے۔''

عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر کہا جائے کہ بشریت کا وجود اس لیے ہوا ہے کہ وہ زندہ رہے اور دوسرے جانوروں کی طرح دنیا سے فائدہ اٹھا کر فنا ہو جائے، پھر اسے نہ دوبارہ اٹھنا ہے اور نہ حساب کتاب دینا ہے، تو یہ ایک ایسی بات ہوگی جو کہ حکمت الٰہی کے سراسر منافی ہے۔ بلکہ انسانیت کا وجود ہی کارِ بے کار کہلائے گا۔ اور یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ اللہ تعالیٰ اس مخلوق کو پیدا کرے، اس کی طرف رسولوں کو بھیجے، ان کے مخالفین و معارضین کے خون کو ہمارے لیے جائز کردے اور پھر نتیجہ کچھ بھی نہ ہو۔ اللہ عزوجل کی حکمت اس کو محال قرار دیتی ہے۔

یعنی اللہ عزوجل نے ہم امت محمدیہ کی طرف ایک رسول بھیجا ہے۔ جو ہمیں ہمارے رب کی آیات سناتا ہے، ہمارا تزکیہ کرتا ہے اور ہمیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے۔ جس طرح کہ اس نے ہم سے پہلے کے لوگوں کی طرف رسول بھیجے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَاِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۝﴾ (النور: ٣٥)

''کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔''

یہ ضروری ہے کہ مخلوق کی طرف اللہ تعالیٰ انبیاء ورسل بھیجے تا کہ اتمام حجت ہو جائے اور

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اس لیے بھی کہ مخلوق اس کی عبادت اسی طریقہ پر کرے جس طریقہ کو کہ وہ پسند فرماتا اور جس سے خوش ہوتا ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اِنَّآ اَوۡحَيۡنَآ اِلَيۡكَ كَمَآ اَوۡحَيۡنَآ اِلٰى نُوۡحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ‌ ۚ وَ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهِيۡمَ وَ اِسۡمٰعِيۡلَ وَ اِسۡحٰقَ وَ يَعۡقُوۡبَ وَ الۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَ اَيُّوۡبَ وَ يُوۡنُسَ وَ هٰرُوۡنَ وَ سُلَيۡمٰنَ‌ ۚ وَ اٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا‌ ۚ۝ وَ رُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ قَبۡلُ وَ رُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ‌ ؕ وَ كَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ۚ۝ رُسُلًا مُّبَشِّرِيۡنَ وَ مُنۡذِرِيۡنَ لِئَلَّا يَكُوۡنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعۡدَ الرُّسُلِ‌ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ۝﴾

(النساء: ۱۶۳۔۱۶۵)

''بے شک ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس بھیجی تھی، اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس۔ اور ہم نے ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، اولادِ یعقوب، عیسیٰ، ایوب، یونس اور سلیمان کے پاس وحی بھیجی تھی، اور ہم نے داود کو زبور دی تھی، اور ایسے پیغمبروں کو صاحب وحی بنایا جن کا حال اس سے قبل ہم آپ سے بیان کر چکے ہیں اور ایسے پیغمبروں کو جن کا حال ہم نے آپ سے بیان نہیں کیا۔ اور موسیٰ سے اللہ نے خاص طور پر کلام فرمایا۔ ان سب کو خوش خبری اور خوف سنانے والا پیغمبر بنا کر اس لیے بھیجا تا کہ لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔ اور اللہ پورے زور والا حکمت والا ہے۔''

ہم انبیاء و رسل کا طریقہ اپنائے بغیر اللہ کی عبادت اس کے پسندیدہ طریقہ کے مطابق کر ہی نہیں سکتے۔ اس لیے کہ انبیاء و رسل ہی نے ہمارے لیے وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کیا پسند فرماتا ہے، کس چیز سے خوش ہوتا ہے اور کون سی چیزیں ہمیں اللہ کے قریب پہنچا سکتی ہیں۔ چنانچہ مخلوق کی طرف بشارت دینے والے اور ڈرانے والے رسولوں کا بھیجنا اللہ تعالیٰ کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ایک حکمت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شَاهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًاo فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنَاهُ اَخْذًا وَبِیْلًاo﴾

(المزمل: ۱۵۔۱۶)

''بے شک ہم نے تم لوگوں کے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے، جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا، تو فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا پس ہم نے اس کو سخت پکڑ میں لے لیا۔''

فَمَنْ اَطَاعَهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ وَمَنْ عَصَاهُ دَخَلَ النَّارَ، وَالدَّلِیْلُ قَوْلُهُ تَعَالٰی: ﴿اِنَّا اَرْسَلْنَآ اِلَیْکُمْ رَسُوْلًا شٰهِدًا عَلَیْکُمْ کَمَا اَرْسَلْنَا اِلٰی فِرْعَوْنَ رَسُوْلًاo فَعَصٰی فِرْعَوْنُ الرَّسُوْلَ فَاَخَذْنٰهُ اَخْذًا وَبِیْلًا﴾ (المزمل: ۱۵،۱۶)

جو اس کی اطاعت کرے گا جنت میں جائے گا۔ اور جو اس کی نافرمانی کرے گا جہنم میں داخل ہوگا۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''بے شک ہم نے تم لوگوں کے پاس ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو تم پر (قیامت کے روز) گواہی دیں گے، جیسا ہم نے فرعون کے پاس ایک رسول بھیجا تھا، تو فرعون نے اس رسول کا کہنا نہ مانا پس ہم نے اس کو سخت پکڑ میں لے لیا۔''

شرح

یہ ایک یقینی بات ہے جس کو مندرجہ ذیل آیات قرآنی اور حدیث نبوی سے اخذ کیا گیا ہے:

﴿وَ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَo وَسَارِعُوْٓا اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَo﴾

(آل عمران: ۱۳۲۔۱۳۳)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو تا کہ تم رحم کئے جاؤ اور اس مغفرت کی طرف دوڑو جو تمہارے پروردگار کی طرف سے ہے اور اس جنت کی طرف جس کی وسعت آسمان اور زمین کے مطابق ہے جو متقیوں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

﴿ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴾ (النساء: ١٣)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا وہ اس کو ایسی بہشتوں میں داخل کرے گا جس کیے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں اور یہ بڑی کامیابی ہے۔''

﴿وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَخْشَ اللّٰهَ وَيَتَّقْهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ﴾ (النور: ٥٢)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے اور اللہ سے ڈرے اور اس کی مخالفت سے بچے تو ایسے لوگ بامراد ہیں۔''

﴿وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا﴾ (النساء: ٦٩)

''جو شخص اللہ اور رسول کی اطاعت کرے تو ایسے لوگ ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے۔ یعنی انبیاء، صدیقین، شہداء، صلحاء، یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔''

﴿مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا﴾ (الاحزاب: ٧١)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کر لی۔''

اس سلسلے میں بے شمار آیتیں ہیں۔

حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''میری تمام امت جنت میں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جائے گی سوائے ان کے جنہوں نے انکار کیا۔'' پوچھا گیا: ''انکار کس نے کیا؟ اے اللہ کے رسول!'' فرمایا: ''جس نے میری اطاعت کی جنت میں گیا اور جس نے میری نافرمانی کی جہنم میں گیا۔'' (بخاری)

یہ حقیقت بھی فرمان الٰہی اور حدیث سے مستفاد ہے۔ فرمان الٰہی ہے:

﴿وَ مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ يَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۝﴾ (النساء: ١٤)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کا کہنا نہ مانے اور اس کے ضابطوں سے بالکل نکل جائے تو وہ اس کو آگ میں داخل کرے گا اس طور سے کہ وہ اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے ذلت آمیز عذاب ہوگا۔''

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝﴾ (الاحزاب: ٣٦)

''جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے تو وہ صریح گمراہی میں جا پڑا۔''

﴿وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا﴾ (الجن: ٢٣)

''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کریں تو یقیناً ان کے لیے آتش جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے۔''

گزشتہ حدیث میں ہے: ''جس نے میری نافرمانی کی جہنم میں گیا۔''

الثانية: اَنَّ اللّٰه لَا يَرْضَى اَنْ يُشْرَكَ مَعَهُ اَحَدٌ فِيْ عِبَادَتِهِ لَا مَلَكٌ مُقَرَّبٌ، وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ۔ والدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ١٨)

دوسرا مسئلہ: یہ کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ کسی کو اس کی عبادت میں شریک کیا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جائے، نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی کسی نبی رسول کو۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''جتنے بھی سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔''

شرح

یعنی دوسرا وہ مسئلہ جس کا جاننا ہمارے لیے ضروری ہے، یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پسند نہیں فرماتا کہ اس کے ساتھ اس کی عبادت میں کسی کو شریک کیا جائے۔ بلکہ وہ اکیلا ہی عبادت کا مستحق ہے۔ دلیل وہی فرمان الٰہی ہے جسے کہ مؤلف علیہ الرحمہ نے پیش فرمایا ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

''جتنے بھی سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں۔ لہٰذا اللہ کے ساتھ کسی کی عبادت مت کرو۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے کہ انسان اللہ کے ساتھ کسی اور کو پکارے یقیناً اللہ تعالیٰ ایسی ہی چیز سے منع فرماتا ہے جسے وہ ناپسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ وَاِنْ تَشْكُرُوْا يَرْضَهُ لَكُمْ﴾ (زمر: ۷)

''اگر تم کفر کرو گے تو اللہ تمہارا حاجت مند نہیں ہے اور وہ اپنے بندوں کے لیے کفر کو پسند نہیں کرتا اور اگر تم شکر کرو گے تو اس کو تمہارے لیے پسند کرتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿فَاِنْ تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾

(توبہ: ۹۶)

''تو اگر تم ان سے راضی بھی ہو جاؤ تو اللہ ایسے شریر لوگوں سے راضی نہیں ہوتا۔''

چنانچہ کفر و شرک ایسے اعمال ہیں جنہیں اللہ پسند نہیں کرتا بلکہ اس نے کفر و شرک سے جنگ کرنے اور ان کا خاتمہ کرنے کے لیے ہی رسول بھیجا اور کتابیں نازل فرمائی ہیں۔ اللہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّ يَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ﴾ (بقرة: ۱۹۳)

''ان سے اس حد تک قتال کرو کہ فساد (شرک) نہ رہے اور دین (خالص) اللہ ہی کا ہو جائے۔''

چونکہ اللہ کفر وشرک سے راضی نہیں اس لیے مؤمن کو بھی ایسے اعمال سے ہرگز راضی نہیں رہنا چاہیے۔ مؤمن تو ایسا ہوتا ہے کہ اس کی خوشی ناخوشی اللہ کی خوش و ناخوشی کے تابع ہوتی ہے۔ چنانچہ وہ اسی سے راضی ہو جس سے کہ اللہ راضی ہو اور اسی سے ناراض ہو جس سے کہ اللہ ناراض ہو۔ پس جب کفر وشرک اللہ کو پسند نہیں تو کسی مؤمن کے لیے روا ہی نہیں کہ وہ ان پر اظہار رضا مندی کرے۔ شرک کا معاملہ بڑا اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا اور اس کے سوا اور جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا بخش دے گا۔''

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ۷۲)

''بے شک جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا تو اللہ اس پر جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللہ سے ملاقات اس حال میں کی کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور جس نے اس سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اس کے ساتھ کسی کو شریک کرتا تھا تو وہ جہنم میں داخل ہوگا۔'' (مسلم)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الثَّالِثَةُ: اَنَّ مَنْ اَطَاعَ الرَّسُوْلَ وَوَحَّدَ اللّٰهَ لاَ يَجُوْزُ لَهُ مُوَالاَةُ مَنْ حَادَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهُ وَلَوْ كَانَ اَقْرَبَ قَرِيْبٍ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لاَ تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَo﴾ (المجادلة: ٢٢)

تیسرا مسئلہ: یہ کہ جس نے رسول کی اطاعت کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اقرار کیا اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ ایسے لوگوں کی دوستی کا دم بھرے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہوں اگرچہ وہ انتہائی قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہو۔ دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:

''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول کے برخلاف ہیں۔ خواہ وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ان لوگوں کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان لوگوں کو اپنے فیض سے قوت دی ہے اور ان کو ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے سے نہریں جاری ہوں گی جن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ اللہ ان سے راضی ہوگا اور وہ اللہ سے راضی ہوں گے یہ لوگ اللہ کی جماعت ہیں خوب سن لو کہ اللہ کی جماعت ہی فلاح پانے والی ہے۔''

شرح

یعنی تیسرا مسئلہ جس کا جاننا ہمارے اوپر واجب ہے وہ دوستی اور اظہار بیزاری ہے۔ دوستی اور بیزاری عظیم بنیادیں ہیں۔ اس کے متعلق کافی آیات قرآنی وارد ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خَبَالًا﴾ (آل عمران: ۱۱۸)

''اے ایمان والو! اپنے سوا کسی کو صاحب خصوصیت مت بناؤ وہ لوگ تمہارے ساتھ فساد کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتے۔''

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۝﴾ (المائدہ: ۵۱)

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بنانا وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور تم میں سے جو شخص ان کے ساتھ دوستی کرے گا بیشک وہ ان میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کرتے ہیں سمجھ نہیں دیتا۔''

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ هُزُوًا وَّ لَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَ الْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ۝﴾ (المائدہ: ۵۷)

''اے ایمان والو! جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب مل چکی ہے وہ ایسے ہیں کہ انہوں نے تمہارے دین کو ہنسی اور کھیل بنا رکھا ہے۔ ان کو اور دوسرے کفار کو دوست مت بناؤ اور اللہ سے ڈرو اگر تم ایمان دار ہو۔''

﴿يٰٓأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ وَ اِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝ قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ وَ اِخْوَانُكُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ وَ عَشِيْرَتُكُمْ وَ اَمْوَالُ نِ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَ تِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَ مَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ جِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ۝﴾ (التوبہ: ۲۳-۲۴)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! اپنے باپوں اور بھائیوں کو رفیق مت بناؤ اگر وہ لوگ کفر کو بہ مقابلہ ایمان کے عزیز رکھتے ہوں اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ رفاقت رکھے گا سو ایسے لوگ بڑے نافرمان ہیں۔ آپ کہہ دیجیے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جن میں نکاسی نہ ہونے کا تم کو اندیشہ ہو اور وہ گھر جن کو تم پسند کرتے ہو تم کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ پیارے ہوں تو تم منتظر رہو یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے، اور اللہ بے حکمی کرنے والوں کو مقصود تک نہیں پہنچاتا۔''

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِي إِبْرٰهِيمَ وَالَّذِينَ مَعَهُ إِذْ قَالُوا لِقَوْمِهِمْ إِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُونَ مِن دُونِ اللَّهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ أَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوا بِاللَّهِ وَحْدَهُۥٓ﴾ (الممتحنة: ٤)

''تمہارے لیے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو ان کے ساتھ تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہو گیا جب تک تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔''

اس لیے کہ اللہ سے دشمنی رکھنے والے سے دوستی اور اس کی خاطر داری اس بات کی دلیل ہے کہ انسان کے دل میں جو ایمان ہے وہ کمزور ہے۔ کیوں کہ یہ غیر معقول بات ہے کہ انسان کسی ایسے شخص سے محبت کرے جو اس کے دوست اور محبوب کا دشمن ہو۔ کافروں سے دوستی کی صورت یہ ہے کہ کفر وضلالت پر ہونے کے باوجود ان کی مدد اور دست گیری کی جائے۔ اور ان سے محبت بایں طور ہوگی کہ ایسے اسباب و وسائل اختیار کئے جائیں جن سے ان کی دلچسپی وابستہ ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سمجھ لو کہ جو ایسا کریں وہ ان سے محبت رکھتے ہیں اور ہر صورت میں ان کی دوستی کے خواہش مند ہیں اور یہ چیز (بلاشک) ایمان کے منافی ہے، اس سے ایمان بالکل ختم بھی ہوسکتا ہے یا اوج کمال تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس ایسے لوگوں سے دشمنی رکھنا ایک مؤمن پر واجب، ان سے بغض رکھنا اور ان سے دوری اختیار کرنا ضروری ہے جو اللہ اور اس کے رسول سے دشمنی رکھتے ہیں چاہے وہ ان کے انتہائی قریبی عزیز ہی کیوں نہ ہوں۔ لیکن اس کا معنی ہر گز یہ نہیں ہے کہ یہ چیز ان کی بھلائی چاہنے اور ان کو حق کی دعوت دینے میں بھی مانع ہے۔

اِعْلَمْ اَرْشَدَكَ اللّٰهُ لِطَاعَتِهِ: اِنَّ الْحَنِيْفِيَّةَ مِلَّةَ اِبْرَاهِيْمَ: اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهُ مُخْلِصًا لَهُ الدِّيْنَ وَبِذَلِكَ اَمَرَ اللّٰهُ جَمِيْعَ النَّاسِ وَخَلَقَهُمْ لَهَا كَمَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالَى: ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ (الذاريات: ٥٦) وَمَعْنَى يَعْبُدُوْنِ يُوَحِّدُوْنِ.

جان لو اللہ تم کو اپنی اطاعت پر کار بند رکھے کہ حنفیت یعنی ملت ابراہیم یہ ہے کہ تم صرف اللہ کی عبادت کرو، اسی کے لیے اطاعت کو خالص کرتے ہوئے، اور اسی کا اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے، اور اسی کے لیے ان کو پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''میں نے جن و انس کو نہیں پیدا کیا مگر اس اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔'' (عبادت کریں) کا معنی (میری توحید کا اقرار کریں) ہے۔

شرح

''علم'' اور جانکاری پر پہلے گفتگو ہو چکی ہے لہٰذا اعادہ کی ضرورت نہیں۔

''اطاعت'' کا مفہوم یہ ہے کہ حکم کردہ چیزوں پر عمل کرتے ہوئے اور ممنوعات کو ترک کر کے مقصود حاصل کیا جائے۔

یعنی راہ حق پر ثابت قدم رکھے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''حنیفیت'' اس طریقہ کو کہتے ہیں جو شرک سے پاک اور للّٰہیت پر مبنی ہو۔

یعنی ان کا وہ دینی طریقہ جس کے مطابق وہ عمل پیرا تھے۔

یعنی ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا۝﴾ (النساء: ۱۲۵)

''اللہ نے ابراہیم کو خالص دوست بنایا تھا۔''

ان کی کنیت "ابو الأنبیاء" ہے۔ قرآن شریف میں ان کے طریق کار کا تذکرہ بار بار آیا ہے تاکہ اس طریقہ کی اقتداء کی جائے۔

''عبادت'' کا عام مفہوم یہ ہے کہ محبت اور تعظیم کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیے انکساری کرنا، اور وہ اس طرح کہ اس کی طرف سے بھیجی گئی شریعت کے مطابق اس کے احکام کی پابندی کی جائے اور ممنوعات سے بچا جائے۔

عبادت کے خاص اور تفصیلی مفہوم کے بارے میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا:

''عبادت ایک وسیع مفہوم ہے جس کے اندر خوف، خشیت، توکل، نماز، زکوٰۃ، روزہ وغیرہ اسلامی احکام جیسے تمام اقوال و اعمال ظاہری و باطنی آ جاتے ہیں۔''

''خالص کرنا'' صفائی کرنے کو کہتے ہیں۔ اور یہاں یہ مراد ہے کہ انسان اپنی عبادت سے اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کا قصد کرے اور اس کے دارالکرامت تک پہنچے۔ یعنی اس کی عبادت اس طرح کرے کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرے، نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ کسی نبی رسول کو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا وَ مَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۝﴾ (النحل: ۱۲۳)

''پھر ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی کہ آپ ابراہیم کے طریقہ پر، جو کہ بالکل ایک طرف کے ہو رہے تھے، چلیے اور وہ شرک کرنے والوں میں سے نہ تھے۔''

اور فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ مَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا وَ اِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ o اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ o وَ وَصّٰى بِهَآ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَ يَعْقُوْبُ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o﴾ (البقرۃ: ۱۳۰۔۱۳۲)

''ملت ابراہیمی سے تو وہی روگردانی کرے گا جو اپنی ذات ہی سے بے خبر ہو۔ اور ہم نے ان کو دنیا میں منتخب کیا اور وہ آخرت میں بڑے لائق لوگوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ جبکہ ان سے ان کے پروردگار نے فرمایا کہ تم اطاعت اختیار کرو تو انہوں نے عرض کیا کہ میں نے اطاعت اختیار کی رب العالمین کی۔ اور اسی کا حکم کر گئے ہیں ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی کہ اے میرے بیٹو! اللہ نے اس دین کو تمہارے لیے منتخب فرمایا ہے لہٰذا تم بجز اسلام کے کسی اور حالت پر جان مت دینا۔''

یعنی حنیفیت کا۔ ''حنیفیت'' اخلاص کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کو کہتے ہیں۔ تمام لوگوں کو اللہ نے حنیفیت ہی کا حکم دیا ہے اور اسی کے لیے ان کو پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ o﴾ (الانبیاء: ۲۵)

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، پس میری ہی عبادت کیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں بیان فرمایا ہے کہ مخلوق کو اسی کے لیے پیدا کیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ o﴾ (الذاریات: ۵۶)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''میں نے جن وانس کو نہیں پیدا کیا مگر اس لیے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

مصنف کی مراد یہ ہے کہ ''توحید'' بھی عبادت کا ایک مفہوم ہے۔ ورنہ ''عبادت'' کا معنی اور جن مفاہیم پر ''عبادت'' کا اطلاق ہوتا ہے تمہارے سامنے آچکا ہے۔ اور یہ بات بھی آچکی ہے کہ صرف ''عبادت'' توحید سے زیادہ عام مفہوم رکھتی ہے۔

''عبادت'' کی دو قسمیں ہیں:

پہلی: ''تکوینی عبادت'' یہ عبادت اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق تمام مخلوق کرتی ہے کوئی بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق:

﴿اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا﴾

(مریم: ۹۳)

''جتنے بھی کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو غلام اور عبادت گزار ہو کر حاضر ہوتے ہیں۔''

چنانچہ یہ عبادت مؤمن کو بھی شامل ہے اور کافر کو بھی، نیک کو بھی اور بد کو بھی۔

دوسری: ''شرعی عبادت'' عبادت شرعی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مشروع کردہ احکام کے سامنے جھک جائے۔ یہ عبادت ان لوگوں کے ساتھ خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہیں اور انبیاء و رسل علیہم السلام کے لائے ہوئے احکام کی اتباع کرتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِيْنَ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا﴾ (الفرقان: ٦٣)

''رحمان کے بندے وہ ہیں جو زمین میں عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں۔''

عبادت کی پہلی قسم کے سلسلے میں انسان قابل تعریف نہیں ہے۔ کیوں کہ وہ اس کا اپنا فعل نہیں۔ البتہ اچھے حالات پر انسان کا شکر گزاری کرنا، مصائب پر صبر کرنا ضرور قابل تعریف ہے۔ جبکہ دوسری قسم کی عبادت کے سلسلے میں انسان یقیناً تعریف کا مستحق ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَعْظَمُ مَا اَمَرَ اللّٰهُ بِهِ التَّوحِيْدُ وَهُوَ: اِفْرَادُ اللّٰهِ بِالْعِبَادَةِ .

سب سے عظیم حکم جو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے وہ ''توحید'' ہے۔ اور توحید یہ ہے کہ عبادت کے ذریعہ اللہ کو یکتا کیا جائے۔

شرح

''توحید'' لغوی طور پر وَحـد یُوَحِّدُ کا مصدر ہے۔ یعنی چیز کو ایک کرنا اور ایک جاننا۔ ''توحید'' نفی اور اثابت کے ذریعہ ہی متحقق ہوسکتی ہے۔ مراد یہ ہے کہ جس ذات کو ایک کیا گیا ہو اور ایک جانا گیا ہو اس کے غیر کے لیے ہر حکم کی نفی کردی جائے اور صرف اسی ذات کے لیے حکم کا اثبات کیا جائے۔ مثلاً ہم کہتے ہیں:

''انسان کی توحید مکمل صرف اسی صورت میں ہوسکتی ہے جبکہ وہ اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔''

چنانچہ گواہی دینے والا اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر ایک کے لیے معبودیت اور الوہیت کی نفی کر دیتا ہے اور اس کو صرف اللہ واحد کے لیے ہی ثابت رکھتا ہے۔

''توحید'' کی اصطلاحی تعریف مؤلف رحمہ اللہ نے یوں کی ہے:

''توحید یہ ہے کہ عبادت کے ذریعہ اللہ کو یکتا کیا جائے۔''

یعنی تم صرف اللہ تعالیٰ ہی کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ نہ کسی نبی و رسول کو شریک کرو نہ کسی مقرب فرشتے کو، نہ کسی رئیس کو، نہ کسی بادشاہ کو، اور نہ ہی کسی مخلوق کو۔ بلکہ تم اپنی عبادات کے ذریعہ اس کو تنہا جانو، اسی سے محبت کرو، اسی کی تعظیم کرو، اسی سے چاہو اور اسی سے ڈرو۔ ''توحید'' سے شیخ رحمہ اللہ کی مراد وہ ''توحید'' ہے جس کو برپا کرنے کے لیے انبیاء و رسل بھیجے گئے تھے۔ اور یہ وہی ''توحید'' ہے جس کی وجہ سے انبیاء کی راہوں میں قوموں کی طرف سے روڑے اٹکائے گئے تھے۔

''توحید'' کی ایک اور عام تعریف بھی ہے، وہ یہ ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں میں ایک جاننا جو چیزیں اسی کے ساتھ مخصوص ہیں۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''توحید کی تین قسمیں ہیں:

پہلی ''توحید ربوبیت'' وہ یہ ہے کہ: ''پیدا کرنے، بادشاہی اور کائنات کا نظام چلانے میں اللہ تعالیٰ کو یکتا اور تنہا جانا جائے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ﴾ (الزمر: ٦٢)

''اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ (فاطر: ٣)

''کیا اللہ کے سوا کوئی خالق ہے جو تم کو آسمان وزمین سے رزق پہنچاتا ہو۔ اس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝﴾ (الملك: ١)

''وہ بڑا عالی شان ہے جس کے ہاتھ میں تمام سلطنت ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

اور فرمایا:

﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۝﴾ (الاعراف: ٥٤)

''یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ اللہ رب العالمین بڑی خوبیوں سے بھرا ہے۔''

دوسری ''توحید الوہیت'' وہ یہ ہے کہ: ''عبادت کے ذریعہ اللہ کی یکتائی کا عقیدہ رکھا جائے بایں طور کہ انسان اللہ کے ساتھ کسی اور کی نہ عبادت کرے اور نہ اس کا تقرب چاہے جس انداز میں کہ وہ اللہ کی عبادت کرتا اور اس کا تقرب تلاش کرتا ہے۔''

تیسری ''توحید اسماء وصفات'' وہ یہ ہے کہ ''قرآن اور حدیث میں اللہ تعالیٰ نے اپنے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جو نام رکھے ہیں اور جو خوبیاں اپنی ذات کے لیے بیان فرمائی ہیں ان میں اس کو منفرد جانا جائے۔ یعنی جن اسماء وصفات کا اللہ نے اپنے لیے اثبات کیا ہے ان کا اثبات کیا جائے اور جن کی نفی کی ہے ان کی نفی کی جائے۔ نہ تحریف ہو نہ تعطیل اور نہ ان کی کیفیت کے پیچھے پڑا جائے اور نہ ہی ان کی مثالیں پیش کی جائیں۔''

یہاں پر مؤلف رحمہ اللہ کی مراد ''توحید الوہیت'' ہے جس میں مشرکین گمراہ ہوئے اور رسول ﷺ نے ان سے جنگ کی، ان کی جان ومال اور زمین و جائداد کو مباح فرمایا، ان کے اہل وعیال کو گرفتار کرنا اور لونڈی غلام بنانا جائز قرار دیا۔ انبیاء ورسل نے عموماً توحید کی اسی قسم کے سلسلے میں اپنی قوم کے عقائد درست فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ﴾ (النحل: ٣٦)

''ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو۔''

چنانچہ عبادت اللہ تعالیٰ ہی کے لیے درست ہے۔ جس نے اس توحید میں کمی وبیشی کی وہ ''توحید ربوبیت'' اور ''توحید اسماء وصفات'' کے اقرار کے باوجود مشرک کافر ہے۔ اگر فرض کر لیا جائے کہ ایک شخص ''توحید ربوبیت'' اور ''توحید اسماء وصفات'' کا کامل اقرار کرتا ہے لیکن قبر پر جاتا اور صاحب قبر کی عبادت کرتا یا اس کے لیے نذر کے طور پر قربانی کرتا ہے تاکہ اس کے ذریعہ صاحب قبر کا تقرب حاصل کر سکے تو بلاشبہ وہ کافر مشرک ہے اور ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿ اِنَّهٗ مَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ٧٢)

''بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شریک قرار دے گا تو اس پر اللہ جنت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں ''توحید'' سب سے عظیم حکم ہے۔ کیوں کہ یہی وہ بنیاد ہے جس پر پورے دین کا دارومدار ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے توحید ہی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے دعوت الی اللہ شروع فرمائی اور اپنے مبلغوں کو بھی اسی سے شروعات کرنے کا حکم دیا۔

وَاَعْظَمُ مَا نَهَى عَنْهُ الشِّرْكُ۔ وَهُوَ: دَعْوَةُ غَيْرِهِ مَعَهُ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء: ٣٦)

سب سے عظیم حکم جس سے اس نے روکا ہے وہ ''شرک ہے۔ اللہ کے ساتھ غیر اللہ کو پکارنا ''شرک'' ہے، دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کرو''۔

شرح

سب سے عظیم حکم جس سے اللہ تعالیٰ نے روکا ہے وہ ''شرک'' ہے، اس لیے کہ سب سے بڑا حق اللہ کا حق ہے۔ اگر انسان اس میں کوتاہی کرتا ہے تو وہ ''توحید'' جیسے عظیم حق کی ادائیگی میں کوتاہی کرتا ہے۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ۝﴾ (لقمان: ١٣)

''بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا۝﴾ (النساء: ٤٨)

''جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑے جرم کا مرتکب ہوا۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۝﴾ (النساء: ١١٦)

''جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے وہ بڑی گہری گمراہی میں جا پڑا۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَاْوٰىهُ النَّارُ وَ مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ﴾ (المائدہ: ٧٢)

''بے شک جو شخص اللہ کے ساتھ شریک قرار دے گا تو اس پر اللہ جنت کو حرام

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کردے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور ایسے ظالموں کا کوئی مددگار نہ ہوگا۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾

(النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک قرار دیا جائے اور اس کے سوا جتنے گناہ ہیں جس کے لیے منظور ہوگا بخش دے گا۔''

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''سب سے عظیم گناہ یہ ہے کہ تم اللہ کا ہم سر بناؤ جب کہ اسی نے تم کو پیدا کیا ہے۔''

مسلم شریف میں جابر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت کے اندر نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اللہ سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔ اور جس نے اس سے اس حال میں ملاقات کی کہ وہ کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک ٹھہراتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔''

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اس حال میں مرا کہ وہ کسی کو اللہ کا ہم سر بنا کر پکارتا تھا تو وہ دوزخ میں داخل ہوگا۔'' (بخاری)

''اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور شرک سے منع کیا ہے'' اس کے لیے مؤلف رحمہ اللہ نے اللہ عزوجل کے اس قول سے استدلال کیا ہے:

﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ (النساء: ٣٦)

''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کوئی چیز شریک نہ کرو۔''

اس آیت میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت کا حکم دیا ہے اور اپنے ساتھ شرک کرنے سے منع کیا ہے۔ یہ حکم اس بات کا متقاضی ہے کہ صرف اسی کے لیے عبادت درست تسلیم کی جائے۔ لہٰذا جو شخص اللہ کی عبادت نہ کرے وہ کافر متکبر ہوگا، جو اللہ کی عبادت تو کرے مگر اس کے ساتھ غیر اللہ کی بھی عبادت کرے وہ کافر مشرک ہوگا، اور جو صرف اللہ کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عبادت کرے وہ مخلص مسلم ہوگا۔

''شرک'' کی دو قسمیں ہیں: ''شرک اکبر اور ''شرک اصغر''۔

پہلی قسم: ''شرک اکبر'' ہر وہ ''شرک'' ہے جسے شارح نے مطلق بیان کیا ہے اور جو انسان کو اس کے دین سے خارج کر دیتا ہے۔

دوسری قسم: ''شرک اصغر'' ہر وہ قول و عمل ہے جسے شرع نے ''شرک'' جیسا بتایا ہے یہ ''شرک'' انسان کو دین سے خارج نہیں کرتا۔

انسان کی ذمہ داری ہے کہ وہ ''شرک'' سے خواہ ''اکبر'' ہو خواہ ''اصغر'' چوکنا رہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ اللَّهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهِ﴾ (النساء: ٤٨)

''بے شک اللہ اس بات کو نہ بخشے گا کہ اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جائے۔''

بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ تنبیہ ہر ''شرک'' کے سلسلے میں ہے چاہے وہ ''اصغر'' ہی کیوں نہ ہو۔

فَإِذَا قِيْلَ لَكَ: مَا الْأُصُوْلُ الثَّلَاثَةُ الَّتِيْ يَجِبُ عَلَى الْإِنْسَانِ مَعْرِفَتُهَا؟ فَقُلْ: مَعْرِفَةُ الْعَبْدِ رَبَّهُ وَدِيْنَهُ ، وَنَبِيَّهُ مُحَمَّدًا ﷺ .

جب تم سے پوچھا جائے کہ وہ تینوں بنیادی اصول کیا ہیں جن کی معرفت ہر انسان پر واجب ہے؟ تو جواب دو کہ ''بندے کے لیے اپنے رب کی معرفت اپنے دین کی معرفت اور اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت واجب ہے''۔

شرح

''اصول'' کی جمع ہے۔ ''اصل'' اس چیز کو کہتے ہیں جس پر کسی چیز کی بنیاد رکھی جائے۔ اس معنی میں "اصل الجدار" (دیوار کی بنیاد) بولا جاتا ہے۔ درخت کی اصل اور جڑ اس

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حصے کو کہتے ہیں جس سے کہ شاخیں پھوٹتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّ فَرْعُهَا فِي السَّمَآءِ﴾ (ابراهيم: ٢٤)

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے پاک کلمے کی کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے جس کی اصل اور جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اس کی شاخیں اونچائی میں ہوں۔''

ان تینوں ''اصول'' کے ذریعہ مؤلف رحمہ اللہ ان ''اصول'' کی طرف اشارہ کر رہے ہیں جن کے متعلق انسان سے اس کی قبر میں سوال کیا جائے گا۔ یعنی تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون ہے؟

اس مسئلے کو مؤلف علیہ الرحمہ نے سوال کے پیرایہ میں بیان کیا ہے اور مقصد یہ ہے کہ انسان اس پر خصوصی توجہ دے۔ کیوں کہ ایک عظیم مسئلہ اور عظیم اصول ہے۔ فرماتے ہیں:

''بے شک یہ تینوں اصول وہ ہیں جن کی معرفت انسان پر واجب ہے۔''

وجہ یہ ہے کہ تدفین نیز دوست واحباب کے چلے جانے کے بعد میت سے اس کی قبر میں انہیں تینوں اصول کے متعلق پوچھا جائے گا۔ اس کے پاس دو فرشتے آئیں گے، اسے بٹھائیں گے، اور اس سے پوچھیں گے: ''تمہارا رب کون ہے؟ تمہارا دین کیا ہے؟ اور تمہارا نبی کون؟ ''مؤمن ہوگا تو کہے گا: ''میرا رب اللہ ہے، میرا دین اسلام ہے اور میرے نبی محمد ہیں۔'' اگر دین کے سلسلے میں شکوک وشبہات کا شکار یا منافق ہوگا تو کہے گا: ''ہائے ہائے میں نہیں جانتا، لوگوں کو میں نے جو کہتے سنا تھا وہی کہتا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کی معرفت کئی وسائل سے حاصل کی جاسکتی ہے، مثلاً:

اللہ کی مخلوقات میں غور وفکر کرکے۔ یہ غور وفکر اس کی معرفت تک لے جائے گی، ساتھ ہی اس سے اس کی عظیم بادشاہی، اس کی مکمل قدرت اور اس کی رحمت وحکمت کی معرفت بھی حاصل ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اَوَ لَمۡ یَنۡظُرُوۡا فِیۡ مَلَکُوۡتِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ مِنۡ شَیۡءٍ﴾ (الاعراف: ۱۸۵)

''کیا ان لوگوں نے غور نہیں کیا آسمانوں اور زمین کے عالم میں اور دوسری چیزوں میں جو اللہ نے پیدا کی ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّمَاۤ اَعِظُکُمۡ بِوَاحِدَۃٍ اَنۡ تَقُوۡمُوۡا لِلّٰہِ مَثۡنٰی وَ فُرَادٰی ثُمَّ تَتَفَکَّرُوۡا﴾ (سبا: ٤٦)

''آپ کے لیے میں تو صرف ایک بات سمجھاتا ہوں وہ یہ کہ تم اللہ کے واسطے کھڑے ہو جاؤ دو دو اور ایک ایک پھر سوچو۔''

مزید فرمایا:

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَ اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ۝﴾ (آل عمران: ۱۹۰)

''بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات اور دن کے آنے جانے میں اہل عقل کے لیے دلائل ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ فِی اخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ مَا خَلَقَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّتَّقُوۡنَ۝﴾ (یونس: ٦)

''بلاشبہ رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے جانے میں اور اللہ نے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں پیدا کیا ہے ان سب میں ان لوگوں کے واسطے دلائل ہیں جو ڈرتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿اِنَّ فِیۡ خَلۡقِ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ وَاخۡتِلَافِ الَّیۡلِ وَ النَّہَارِ وَ الۡفُلۡکِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الَّتِیۡ تَجۡرِیۡ فِی الۡبَحۡرِ بِمَا یَنۡفَعُ النَّاسَ وَ مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنۡ مَّآءٍ فَاَحۡیَا بِہِ الۡاَرۡضَ بَعۡدَ مَوۡتِہَا وَ بَثَّ فِیۡہَا مِنۡ کُلِّ دَآبَّۃٍ وَّ تَصۡرِیۡفِ الرِّیٰحِ وَ السَّحَابِ الۡمُسَخَّرِ بَیۡنَ السَّمَآءِ وَ الۡاَرۡضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوۡمٍ یَّعۡقِلُوۡنَ۝﴾ (البقرۃ: ۱٦٤)

’’بلاشبہ آسمانوں اور زمین کے بنانے میں اور یکے بعد دیگرے رات و دن کے آنے جانے میں اور جہازوں میں جو سمندر میں آدمیوں کے نفع کی چیزیں لے کر چلتے ہیں اور پانی میں جس کو اللہ نے آسمان سے برسایا پھر اس سے زمین کو تروتازہ کیا اس کی موت کے بعد اور ہر قسم کے حیوانات اس میں پھیلا دیے، اور ہواؤں کے بدلنے میں اور ابر میں جو زمین و آسمان کے درمیان مقید رہتا ہے دلائل ہیں ان لوگوں کے لیے جو عقل رکھتے ہیں۔‘‘

بندے کے لیے اپنے رب کی معرفت کا ایک طریقہ یہ بھی ہے وہ اللہ تعالیٰ کی آیاتِ شرعیہ میں غور وفکر کرے یعنی ان وحیوں میں جو انبیاء و رسل علیہم السلام لے کر آئے تھے کہ ان میں کیسی کیسی عظیم مصلحتیں ہیں اور جو دنیا و آخرت میں مخلوق کی بقاء کا دارومدار ہیں۔ جب انسان ان آیات اور ان میں موجود علم و حکمت میں غور وفکر سے کام لے کر ان کے نظم و ضبط پر مطلع ہوگا اور انہیں بندوں کی مصلحت کے موافق پائے گا تو ان کے ذریعہ سے اپنے پروردگار کی معرفت حاصل کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی ارشاد ہے:

﴿اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ وَ لَوۡ کَانَ مِنۡ عِنۡدِ غَیۡرِ اللّٰہِ لَوَجَدُوۡا فِیۡہِ اخۡتِلَافًا کَثِیۡرًا۝﴾ (النساء: ۸۲)

’’کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے اور اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہ کثرت اختلاف پاتے۔‘‘

ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ عزوجل مؤمن کے دل میں اپنی ایسی معرفت ڈال دیتا ہے کہ گویا وہ اپنے رب کو آنکھوں سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔ جبرئیل نے جب پوچھا تھا کہ: ’’احسان کیا

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

ہے''؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا تھا: ''یہ کہ تم اللہ کی عبادت کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔''

دوسرے اصل کی معرفت: دوسرا اصل اس کا وہ دین ہے جس کے مطابق اسے عمل کرنے کا مکلّف ٹھہرایا گیا ہے۔ اسے چاہیے کہ اپنے دین کی معرفت کے ساتھ اس حکمت و رحمت اور بشری مصلحت کی معرفت بھی جو کہ اس دین میں موجود ہے حاصل کرے اور انہیں بگاڑ سے بچائے۔ کتاب وسنت کے مطابق دین اسلام میں جو شخص بھی بنظر غائر غور وفکر کرے گا اسے معلوم ہوجائے گا کہ حقیقت میں دین حق وہی ہے۔ صرف اسی دین سے مخلوق کی مصلحتیں پوری ہوسکتی ہیں۔ آج کے مسلمانوں کے حالات دیکھ کر اگر ہم اسلام کا اندازہ لگانا چاہیں تو یہ بڑی نامناسب بات ہوگی۔ کیوں کہ مسلمان بہت سے معاملات میں کوتاہی کا شکار ہوچکے ہیں اور بڑے بڑے قابل پرہیز کاموں کے مرتکب ہورہے ہیں۔ نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ بعض اسلامی ملکوں میں رہنے والا ہر فرد ایک غیر اسلامی ماحول میں رہ رہا ہے۔

الحمد للہ دین اسلام ان تمام مصلحتوں کو سمیٹے ہوئے ہیں جن کو گزشتہ ادیان نے سمیٹ رکھا تھا۔ اس طرح اسلام کو ایک امتیاز حاصل ہوگیا ہے۔ اور یہ ہر زمانہ، ہر جگہ اور ہر امت کے لیے قابل عمل بن گیا ہے۔ مراد یہ ہے کہ دین اسلام پر عمل کرنا کسی بھی زمانے میں اور کسی بھی جگہ امت کی مصلحت کے خلاف نہیں، بلکہ اس کی بھلائی کا ضامن ہے۔ اس کا ہرگز یہ معنی نہیں کہ اسلام ہر زمان ومکان اور ہر امت کی چاہت کے مطابق ڈھل جاتا ہے۔ دین اسلام تو ہر نیک عمل کا حکم دیتا ہے اور ہر برے عمل سے روکتا ہے۔ اسی طرح وہ ہر عمدہ اخلاق کا حکم دیتا ہے اور ہر رذیل اخلاق سے روکتا ہے۔

یہ تیسرا اصل ہے، یعنی انسان کا اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت حاصل کرنا۔ اور یہ معرفت نبی ﷺ کی زندگی، ان کے طریقۂ عبادت، اخلاق، طرز تبلیغ، جہاد فی سبیل اللہ وغیرہ نیز حیات نبوی کے دوسرے گوشوں کے گہرے مطالعے سے حاصل ہوگی۔ لہٰذا ہر وہ شخص جو نبی کے متعلق جانکاری اور ان کے اوپر اپنے ایمان میں زیادتی کا خواہش مند ہو اسے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سیرت نبوی کا حسب امکان مطالعہ کرنا چاہیے کہ امن وجنگ اور وسعت وتنگی جیسے حالات میں آپ کا معمول کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ سے ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اپنے رسول کے ظاہری اور باطنی متبعین میں سے بنائے اور اسی پر وفات دے۔ بے شک یہ اسی کا کام ہے اور وہی اس پر قادر ہے۔

فَإِذَا قِيْلَ لَكَ: مَنْ رَبُّكَ؟ فَقُلْ: رَبِّيَ اللّٰهُ الَّذِيْ رَبَّانِيْ وَرَبَّى جَمِيْعَ الْعَالَمِيْنَ بِنِعَمِهِ، وَهُوَ مَعْبُوْدِيْ لَيْسَ لِيْ مَعْبُوْدٌ سِوَاهُ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (الفاتحه: ٢) وَكُلَّ مَا سِوَى اللّٰهِ عَالَمٌ وَأَنَا وَاحِدٌ مِنْ ذٰلِكَ الْعَالَمِ.

پس جب تم سے کہا جائے کہ تمہارا رب کون ہے؟ تو کہو کہ میرا رب وہ اللہ ہے جس نے اپنی نعمتوں سے میری اور تمام عالم کی پرورش فرمائی ہے۔ وہ میرا معبود ہے، اس کے علاوہ میرا اور کوئی معبود نہیں، دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو ہر عالم کا پروردگار ہے۔''

ہر وہ چیز جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہے عالم ہے اور میں اسی عالم کی ایک چیز ہوں۔

شرح

یعنی تمہارا وہ رب جس نے تمہیں پیدا کیا، تمہاری مدد کی، تمہیں استعداد دی اور تمہیں رزق دیا، کون ہے؟

پرورش اس اہتمام کو کہتے جس کے مطابق پرورش کرنے والا سدھار پیدا کرتا ہے۔ مؤلف رحمہ اللہ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ ''رب'' تربیت سے ماخوذ ہے۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے: ''جس نے اپنی نعمتوں سے میری پرورش اور تربیت فرمائی ہے۔'' یقیناً تمام عالم کی اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہی اپنی نعمتوں سے پرورش فرمائی ہے، ان میں وہ استعداد عطا کی ہے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جس کے لیے وہ پیدا کئے گئے ہیں اور اپنے رزق سے ان کی مدد فرمائی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کی گفتگو کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ رَّبُّكُمَا يٰمُوْسٰى ۝ قَالَ رَبُّنَا الَّذِيْٓ اَعْطٰى كُلَّ شَيْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰى ۝﴾ (طٰہٰ: ٤٩۔٥٠)

''اے موسیٰ! تم دونوں کا رب کون ہے؟ کہا ہمارا رب وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کے مناسب بناوٹ عطا فرمائی پھر رہنمائی کی۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمام عالم کے ہر فرد کی اپنی نعمتوں سے پرورش فرمائی ہے۔ اپنے بندوں پر اللہ تعالیٰ کی نعمتیں اتنی بے شمار ہیں کہ ان کی گنتی ممکن نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (ابراھیم: ٣٤)

''اگر اللہ کی نعمتیں شمار کرنے لگو تو شمار میں نہیں لا سکتے۔''

اللہ وہی ہے جس نے تمہیں پیدا کیا ہے، تمہیں استعداد دی ہے، تمہاری مدد کی ہے اور تم کو رزق سے نوازا ہے۔ لہٰذا تنہا وہی عبادت کا مستحق ہے۔

یعنی وہ وہی ذات ہے جس کی میں عبادت کرتا ہوں اور اسی کے لیے خشوع کے ساتھ محبت اور تعظیم میں ذلت اختیار کرتا ہوں، وہی کرتا ہوں جس کا اس نے مجھے حکم دیا ہے اور ترک کر دیتا ہوں اس چیز کو جس سے اس نے روک دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علاوہ میرے لیے کوئی ایسا نہیں جس کی کہ میں عبادت کروں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝﴾ (الانبیاء: ٢١)

''ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری عبادت کرو۔''

اور فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينة : ٥)

''اور ان لوگوں کو یہی حکم ہوا تھا کہ اللہ کی اس طرح عبادت کریں کہ عبادت اسی کے لیے خاص رکھیں (باطل دینوں سے) الگ ہو کر اور نماز کی پابندی رکھیں اور زکوۃ دیا کریں۔ اور یہی درست طریقہ ہے۔''

تمام مخلوق کا اللہ تعالیٰ ہی مربی ہے، اس بات پر مؤلف علیہ الرحمۃ نے اللہ کے اس قول سے استدلال کیا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (الفاتحة : ١)

''تمام تعریفیں اللہ ہی کے لائق ہیں جو ہر عالم کا رب ہے۔''

یعنی کمال، جلال اور عظمت کی خوبی اللہ وحدہ ہی کے لیے ہے۔

(ہر عالم کا رب ہے) یعنی نعمتوں کے ذریعہ ان کا پروردگار، ان کا خالق، ان کا مالک، اور اپنی مرضی کے مطابق ان کا انتظام کار ہے۔

''عالم'' ہر وہ چیز ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہے۔ انہیں ''عالم'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اپنے خالق، مالک اور اپنے انتظام کار کا ''علم'' یعنی نشانی ہیں۔ چنانچہ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کے لیے ایک نشانی اور علامت ہے جو اس کے ایک ہونے کا اشارہ کرتی ہے۔

میں جو اس بات کا جواب دے رہا ہوں، اسی عالم کا ایک فرد ہوں۔ اور چوں کہ اللہ تعالیٰ میرا رب اور مربی ہے اس لیے میرے لیے واجب ہے کہ میں صرف اسی ایک کی عبادت کروں۔

فَاِذَا قِيْلَ لَكَ بِمَ عَرَفْتَ رَبَّكَ؟ فَقُلْ: بِاٰيَاتِهِ وَمَخْلُوْقَاتِهِ وَمِنْ اٰيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ، وَمِنْ مَخْلُوْقَاتِهِ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُوْنَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

السَّبْعُ وَمَنْ فِيهِنَّ وَمَا بَيْنَهُمَا .

جب تم سے کہا جائے تم نے اپنے رب کو کیسے پہچانا؟ تو کہو: کہ اس کی نشانیوں اور اس کی مخلوقات کے ذریعہ اس کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند ہیں۔ اور اس کی مخلوقات میں سے ساتوں آسمان، ساتوں زمین ان کے اندر موجود لوگ اور ان دونوں کے درمیان موجود اشیاء ہیں۔

شرح

یعنی جب تم سے کہا جائے کہ ''تم نے کس چیز کے ذریعہ اللہ عزوجل کو پہچانا؟''

تو کہو: ''میں نے اس کو اس کی نشانیوں اور اس کی مخلوقات کے ذریعہ پہچانا۔''

''نشانیاں'' آیات کا ترجمہ ہے جو کہ ''آیت'' کی جمع ہے۔ کسی چیز کی نشانی اس کو کہتے ہیں اور ''شرعی نشانیاں'' وہ وحی ہیں جو اللہ عزوجل نے اپنے رسولوں پر نازل کی ہیں۔ اس بنیاد پر مؤلف رحمہ اللہ کا قول: ''اس کی نشانیوں اور مخلوقات کے ذریعہ'' عطف خاص علی العام کی قبیل سے ہوگا، بشرطیکہ ہم نشانیوں سے تکوینی اور شرعی دونوں نشانیاں مراد لیں، لیکن یہی قول عطف تباین مغایر کی قبیل سے ہوگا۔ اگر نشانیوں سے صرف ''شرعی نشانیاں'' مراد لی جائیں۔ بہرصورت اللہ عزوجل اپنی ''تکوینی نشانیوں'' سے پہچانا جاتا ہے۔ وہ ''تکوینی نشانیاں'' اس کی عظیم مخلوق، اور مخلوق میں پائی جانے والی عجیب وغریب کاری گری اور زبردست حکمت سے عبارت ہیں۔ جس طرح کہ وہ اپنی شرعی نشانیوں، ان میں موجود عدل وانصاف اور ان کے مشتمل بر مصالح ودفع مفاسد ہونے کے واسطے سے پہچانا جاتا ہے۔

ہر اک شے میں اس کی ہے جلوہ گری
کرے رہنمائی کہ وہ ایک ہے

اللہ تعالیٰ کی یہ تمام نشانیاں اس کے کمال قدرت، کمال حکمت اور کمال رحمت کی دلیل ہیں۔ چنانچہ سورج اللہ عزوجل کی ایک نشانی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے جب سے اسے پیدا کیا ہے وہ ایک منظّم اور انوکھے سفر میں رواں دواں ہے اور رواں دواں رہے گا یہاں تک کہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ اس عالم کی تباہی کا اذن فرمادے گا۔ لہٰذا وہ اپنی متعینہ معیاد تک محوِ سفر رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۝﴾

(یس : ۳۸)

''اور سورج اپنے ٹھکانے (مقررہ میعاد) کی طرف چلتا رہتا ہے۔ یہ اندازہ باندھا ہوا ہے (اس اللہ کا) جو زبردست، علم والا ہے۔''

وہ اپنی جسامت اور تاثیر کے لحاظ سے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے۔ اس کی جسامت بہت زیادہ ہے۔ اور اس کے اثرات وہ فائدے ہیں جو جسموں، درختوں، دریاؤں اور سمندروں وغیرہ کو پہنچ رہے ہیں۔ جب ہم اس عظیم نشانی یعنی سورج کی طرف نگاہ ڈالتے ہیں تو اس بے انتہا دوری کے باوجود جو ہمارے اور اس کے درمیان حائل ہے، اس کی زبردست حرارت محسوس کرتے ہیں۔ پھر اگر اس کے اندر پیدا کی گئی اس زبردست روشنی پر نظر ڈالیں تو اس کے ذریعہ لوگوں کے لیے طرح طرح کی دولت کی بہتات پاتے ہیں کہ دن میں لوگ کسی بھی دوسری روشنی سے بے نیاز ہیں، اور اس سے لوگوں کے لیے کثرتِ مال جیسی بڑی بھلائیوں کا حصول ہوتا ہے۔ پس یہ چیز بھی ان بے شمار نشانیوں میں سے ہے جن میں سے ہم صرف کچھ کا ادراک کر سکتے ہیں۔

ایسے ہی چاند اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی ہے، بایں شکل کہ اس کے لیے ہر رات ایک منزل کے حساب سے کئی منزلیں مقرر فرمائی گئی ہیں:

﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنَاهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ۝﴾ (یس : ۳۹)

''ہم نے چاند کے لیے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ایسا رہ جاتا ہے جیسے کھجور کی پرانی ٹہنی۔''

چنانچہ وہ ظاہر ہوتا ہے تو چھوٹا ہوتا ہے، پھر آہستہ آہستہ بڑا ہوتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ مکمل ہو جاتا ہے، اور پھر کم ہونے لگتا ہے، ہو بہو انسان کی طرح کہ وہ بھی کمزور پیدا کیا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جاتا ہے، پھر مسلسل اس کی قوت میں اضافہ ہوتا رہتا ہے یہاں تک کہ کمزوری کی طرف دوبارہ چل پڑتا ہے۔ فتبارك اللّٰه احسن الخالقين۔

وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمِنْ ءَايٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِىْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ۝﴾ (فصلت: ٣٧)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ وَ النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَ الْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ﴾

(الاعراف: ٥٤)

دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اس کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے اور سورج ہے اور چاند ہے۔ تم لوگ نہ سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو۔ اور اس اللہ کو سجدہ کرو جس نے ان کو پیدا کیا، اگر تم کو اسی کی عبادت کرنی ہے۔''

اور یہ ارشاد: ''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے رات سے دن کو ایسے کہ وہ رات اس دن کو جلد ہی آلیتی ہے۔ اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرا ہے اللہ رب العالمین۔''

شرح

یعنی اس بات کی دلیل کہ رات و دن، سورج اور چاند اللہ عزوجل کی نشانیاں ہیں اللہ کا یہ ارشاد ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمِنْ ءَايٰتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ﴾ الخ

''اس کی نشانیوں میں سے رات ہے اور دن ہے۔'' الخ

اس کا مفہوم یہ ہے کہ رات و دن ان واضح علامتوں میں سے ہیں جو اپنے مدلول کی طرف رہنمائی کرتی ہیں۔ رات دن بذات خود علامت ہیں اور ان کے درمیان پائے جانے والے اختلافات بھی، ان کے اندر موجود انسانی مصلحتیں اور انسان کے حالات کا الٹ پھیر بھی۔ سورج اور چاند کا بھی یہی معاملہ ہے۔ ان دونوں کے اندر بھی اللہ تعالیٰ کی علامت موجود ہے، ان کی گردش میں بھی اور ان کے انتظام میں بھی۔ ان انسانی مصلحتوں میں بھی علامت موجود ہے جو چاند سورج، ان کی گردش اور انتظام کی بنیاد پر حاصل ہوتی ہیں اور جن سے بہت سی مضرتوں کا ازالہ ہوتا ہے۔

پھر بھی اللہ عزوجل نے اپنے بندوں کو سورج یا چاند کو سجدہ کرنے سے منع فرمایا ہے گو کہ بندوں کے دل میں ان کا ایک عظیم مقام ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ مخلوق ہونے کی وجہ سے عبادت کے مستحق ہی نہیں عبادت کا مستحق تو صرف وہ اللہ ہے جس نے انہیں وجود بخشا ہے۔

''اللہ تعالیٰ ہی آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔'' اس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوَاتِ وَالْأَرْضَ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''بے شک تم لوگوں کا رب وہ اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی کئی نشانیاں مذکور ہیں:

اول: اللہ کا ان عظیم مخلوقات کو چھ دن میں پیدا کرنا۔ اگر چاہتا تو وہ انہیں ایک ہی لحظہ میں پیدا کرسکتا تھا، لیکن بہ تقاضائے مصلحت الٰہی اس نے اسباب و مسببات میں ربط پیدا فرمایا۔

دوم: اس کا عرش پر قائم ہونا۔ یعنی عرش کے اوپر اس کو ایسی بلندیٔ خاص حاصل ہے جو اس کے جلال و عظمت کے عین مناسب اور اس کے کمال ملکیت اور بادشاہی کی دلیل ہے۔

سوم: اس کا دن کو رات سے بایں طور ڈھانکنا کہ رات دن کا نقاب اور پردہ بن جائے، جس طرح کہ دن کی روشنی پر کپڑا ڈال کر روشنی کو ڈھانک دیا جاتا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چھارم: اس کا سورج، چاند اور ستاروں کو اپنا تابع فرمان کر لینا۔ انسانی مصلحت کے پیش نظر انہیں جو چاہے حکم دیتا ہے۔

پنجم: اس کی وسیع بادشاہی اور اس کی مکمل سلطنت بایں طور کہ مخلوق بھی اسی کی اور حکم بھی اسی کا۔

ششم: ہر عالم کے لیے اس کی وسیع پروردگاری۔

وَالرَّبُّ هُوَ الْمَعْبُوْدُ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ. الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَأَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۲۱،۲۲)

قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى: ((اَلْخَالِقُ لِهٰذِهِ الْاَشْيَاءِ هُوَ الْمُسْتَحِقُّ لِلْعِبَادَةِ))

رب ہی معبود ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

’’اے لوگو اپنے اس رب کی عبادت کرو جس نے تمہیں اور ان لوگوں کو جو تم سے پہلے تھے پیدا کیا تاکہ تم صاحبِ تقوی بنو جس نے تم لوگوں کے واسطے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنا دیا ہے اور آسمان سے پانی اتارا ہے پھر اسی کے ذریعہ تم لوگوں کے لیے رزق کے طور پر پھل ظاہر کیے ہیں لہٰذا تم لوگ اللہ کے لیے ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے بھی ہو۔‘‘

امام ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: ’’ان تمام اشیاء کا خالق ہی عبادت کا مستحق ہے۔‘‘

شرح

مؤلف (رحمہ اللہ) اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی طرف اشارہ کر رہے ہیں:

﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّالشَّمْسَ

’’محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ‘‘

www.KitaboSunnat.com

وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ م بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۝﴾ (الاعراف : ٥٤)

''بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ روز میں پیدا کیا پھر عرش پر قائم ہوا۔ چھپا دیتا ہے رات سے دن کو ایسے کہ وہ رات اس دن کو جلد ہی آلیتی ہے۔ اور سورج اور چاند اور دوسرے ستاروں کو پیدا کیا ایسے کہ سب اس کے حکم کے تابع ہیں۔ یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرا ہے اللہ رب العالمین۔''

چنانچہ ''رب'' ہی معبود ہے۔ یعنی وہی اس بات کا مستحق ہے کہ اس کو پوجا جائے یا وہی پوجا کا مستحق ہونے کی وجہ سے پوجا جاتا ہے۔ اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ جو بھی پوجا جائے وہ رب ہے، کیوں کہ وہ معبودانِ باطل جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجے جاتے ہیں اور ان کے پجاری انہیں اللہ تعالیٰ کو چھوڑ کر رب بنائے ہوئے ہیں حقیقت میں رب نہیں ہیں۔

''رب'' اس کو کہتے ہیں جو خالق ہو، مالک ہو اور تمام معاملات کی تدبیر کرتا ہو۔

یعنی اس بات کی دلیل کہ رب ہی مستحق عبادت ہے۔

یہ خطاب تمام بنی نوع انسان کے لیے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بات کا حکم دیا ہے کہ وہ صرف اسی تنہا لاشریک کی عبادت کریں، اس کا کوئی ہم سر نہ جانیں۔ آیت میں وضاحت ہے کہ: ''چونکہ وہ تنہا بلاشرکت غیر خالق ہے اس لیے عبادت کا استحقاق اسی کو ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا فرمان: (''جس نے تم لوگوں کو پیدا کیا'') آیت کا ایسا ٹکڑا ہے جو سابق حکم کی کھل کر وجہ بتا رہا ہے۔ یعنی تم لوگ اسی کی عبادت اس وجہ سے کرو کہ اس نے تم لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ گویا اس کے رب ہونے اور خالق ہونے کی وجہ سے تم پر اس کی عبادت لازم ہوجاتی ہے۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ہر اس شخص پر جو اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتا ہو لازم ہے کہ وہ تنہا اسی کی عبادت کرے۔ ورنہ عقیدہ اور عمل میں موافقت نہیں رہ جائیگی۔

یعنی تاکہ تم ''تقویٰ'' کا حصول کرسکو۔ ''تقویٰ'' کا معنی ہے کہ اللہ عزوجل کے احکام کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اتباع اور ممنوعات سے اجتناب کر کے اس کے عذاب سے بچاؤ کا انتظام کرنا۔

یعنی زمین کو بچھونا بنایا ہے اور اسے ہموار کر دیا ہے کہ بغیر مشقت و دشواری کے ہم اس سے استفادہ کرتے ہیں جیسے کہ انسان اپنے بچھونے پر سوتا ہے۔

یعنی ہمارے اوپر، کیوں کہ چھت اوپر ہی ہوتی ہے۔ گویا آسمان زمین والوں کی چھت ہے۔ اور یہ ایک محفوظ چھت ہے۔ جیسا کہ اللہ عزوجل نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا وَّهُمْ عَنْ آيَاتِهَا مُعْرِضُوْنَ۝﴾

(الانبیاء: ۳۲)

''اور ہم نے آسمان کو ایک محفوظ چھت بنایا اور یہ لوگ اس کی نشانیوں سے اعراض کئے ہوئے ہیں۔''

یعنی بلندی سے، بہ لفظ دیگر بادلوں سے تمہارے لیے طاہر پانی اتارا۔ جس سے کہ سیرابی یعنی ہریالی پیدا ہوتی ہے۔ جس میں تم لوگ جانور چراتے ہو۔ جیسا کہ سورۃ النحل میں بیان کیا ہے۔

یعنی تمہارے لیے عطا اور بخشش کے طور پر۔ دوسری آیت میں ارشاد ہے:

﴿مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِأَنْعَامِكُمْ﴾ (النازعات: ۳۳)

''تم لوگوں اور تمہارے جانوروں کے لیے فائدے کے طور پر۔''

یعنی اسی ذات کے لیے جس نے تم لوگوں کو اور تم لوگوں سے پہلے والوں کو پیدا کیا، تم لوگوں کے لیے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا، اور تم لوگوں کے لیے آسمان سے پانی اتارا پھر اس کے ذریعہ تمہارے لیے بطور رزق پھل ظاہر کئے۔ اس ذات کے لیے ایسے ہمسر نہ بنالو جن کی تم ایسی عبادت کرو کہ جیسی اللہ کی کرتے ہو، یا تم ان سے ایسی محبت رکھو کہ جیسی اللہ سے رکھتے ہو، کیوں کہ یہ تمہارے لیے نہ عقلا درست ہے نہ شرعا۔

یعنی تم جانتے ہو کہ اس کا کوئی ہمسر نہیں۔ پیدا کرنا، رزق فراہم کرنا اور تدبیر کرنا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ لہٰذا عبادت میں اس کا کوئی شریک نہ بناؤ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ابن کثیر رحمہ اللہ کا لقب عماد الدین، کنیت ابو الفداء اور نام اسماعیل بن عمر القرشی الدمشقی ہے۔ مشہور حافظِ حدیث ہیں۔ ''تفسیر ابن کثیر'' اور ''التاریخ'' ان کی مشہور تصنیفیں ہیں۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے شاگرد ہیں۔ ۷۷۴ھ میں وفات پائی۔

وَاَنْوَاعُ الْعِبَادَةِ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا: مِثْلُ الْاِسْلَامِ، وَالْاِیْمَان، وَالْاِحْسَان؛ وَمِنْهُ الدُّعَاءُ، وَالْخَوْفُ، وَالرَّجَاءُ، وَالتَّوَكُّلُ، وَالرَّغْبَةُ، وَالرَّهْبَةُ، وَالْخُشُوْعُ، وَالْخَشْیَةُ، وَالاِنَابَةُ، وَالْاِسْتِعَانَةُ، وَالْاِسْتِعَاذَةُ، وَالْاِسْتِغَاثَةُ، وَالذَّبْحُ، وَالنَّذْرُ، وَغَیْرُ ذٰلِكَ مِنْ اَنْوَاعِ الْعِبَادَةِ الَّتِیْ اَمَرَ اللّٰهُ بِهَا كُلُّهَا لِلّٰهِ تَعَالَی۔ وَالدَّلِیْلُ قَوْلُهُ تَعَالَی: ﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

عبادت کی وہ قسمیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے:

اسلام، ایمان اور احسان ہیں۔ ان کے علاوہ دعا، خوف، امید، توکل، رغبت، رھبت، خشوع، خشیت، انابت، استعانت، استعاذہ، قربانی، اور دوسری قسم کی عبادتیں جن کا اللہ نے حکم دیا ہے سب کی سب اللہ تعالیٰ ہی کے لیے ہیں دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں لہٰذا اللہ کے ہوتے کسی سے دعا مت کرو۔''

شرح

چونکہ مؤلف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ ہمارے اوپر یہ واجب ہے کہ ہم صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت کریں، اس لیے آگے چل کر عبادت کی کچھ قسمیں بھی بیان کرتے ہیں، چنانچہ فرمایا ہے: ''عبادت کی قسموں میں اسلام، ایمان اور احسان ہیں۔''

یہ تینوں عبادات (یعنی اسلام، ایمان اور احسان) ہی دین ہیں، جیسا کہ ''صحیح مسلم'' میں عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں آیا ہے۔ عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے پاس ایک دن ہماری موجودگی میں انتہائی سفید کپڑے پہنے ایک آدمی آیا جس کے بال انتہائی کالے تھے۔ اس کے اوپر سفر کے آثار بھی نہیں تھے اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا۔

وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے اپنے گھٹنوں کو ان کے گھٹنے سے ملا کر اور اپنی ہتھیلیوں کو رانوں پر رکھ کر کہا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے معبود نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، اور نماز قائم کرو، زکوہ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ تک جا سکتے ہو تو حج کرو۔'' اس نے کہا کہ آپ نے درست فرمایا۔

عمر رضی اللہ عنہ کا کہنا ہے کہ ہمیں اس بات پر تعجب ہوا کہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تائید بھی کرتا ہے۔ اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا: ''تم اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان رکھو اور اچھی و بری تقدیر پر بھی ایمان رکھو'' اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔

کہا: مجھے احسان کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا: ''تم اللہ کی عبادت اس انداز سے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔ اگر تم نہیں دیکھ رہے، تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا:

کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا: ''اس کے بارے میں پوچھا جانے والا پوچھنے والے سے زیادہ جانکار نہیں۔''

اس نے کہا: مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیں؟ فرمایا: ''لونڈی اپنی مالکہ پیدا کرنے لگے گی اور تم ننگے پیر اور ننگے بدن محتاجوں نیز بکری کے چرواہوں کو دیکھو گے وہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے کا مقابلہ کریں گے۔''

پھر وہ آدمی رخصت ہو گیا، اور میں دیر تک رکا رہا۔ پھر آپ نے مجھ سے فرمایا: ''اے عمر! تم جانتے ہو کہ وہ سائل کون تھا؟'' میں نے کہا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فرمایا: ''وہ جبریل تھے۔تمہارے پاس تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''

اس حدیث کے اندر نبی ﷺ نے ان چیزوں کو ''دین'' بتایا ہے کیوں کہ انہیں میں سارا دین آجاتا ہے۔

یعنی عبادت کی تمام مذکورہ اور غیر مذکورہ قسمیں صرف اللہ وحدہ لاشریک لہ کے لیے ہیں، چنانچہ انہیں غیر اللہ کے لیے بجالانا حلال نہیں ہے۔

فَمَنْ صَرَفَ مِنْهَا شَيْئًا لِغَيْرِ اللّٰهِ فَهُوَ مُشْرِكٌ كَافِرٌ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَاِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكَفِرُوْنَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

جو شخص ان عبادتوں میں سے کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لیے کرے وہ مشرک کافر ہے اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''جو اللہ کے ہوتے کسی ایسے دوسرے معبود سے دعا کرے گا جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہوگا۔ بے شک کافر حضرات فلاح نہیں پائیں گے۔''

شرح

مؤلف رحمہ اللہ نے عبادت کی کچھ قسمیں ذکر کی ہیں اور بتایا ہے کہ اگر ان میں سے کسی نے کوئی بھی عبادت غیر اللہ کے لیے کی تو وہ کافر مشرک ہے۔اور بطور دلیل اللہ کے اس فرمان کو پیش کیا ہے:

﴿وَاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

''اور جتنے سجدے ہیں وہ سب اللہ کا حق ہیں لہٰذا اللہ کے ہوتے کسی سے دعا مت کرو۔''

اور یہ فرمان:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَن يَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا ءَاخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَاِنَّمَا حِسَابُهُ عِندَ رَبِّهِ اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَo﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

''جو اللہ کے ہوتے کسی ایسے دوسرے معبود سے دعا کرے گا جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے یہاں ہوگا۔ بے شک کافر حضرات فلاح نہیں پائیں گے۔''

پہلی آیت سے اس طرح استدلال فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ سجدہ گاہیں یا اعضاء سجدہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہیں۔ اور اسی کے اوپر اس فرمان الٰہی (''لہٰذا اللہ کے ہوتے کسی سے دعا مت کرو'') کو مرتب فرمایا ہے۔ اس ارشاد ربانی کا مطلب یہ ہے کہ اس کے ساتھ کسی غیر اللہ کی عبادت مت کرو کہ اس کو سجدہ کرنے لگو۔ اور دوسری آیت سے اس طرح استدلال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو اللہ کے ہوتے دوسرے معبود کو پکارے گا اس کے کافر ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے کیوں کہ اس کا فرمان ہے:

﴿اِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَo﴾ (المومنون: ۱۱۷)

''بے شک کافر حضرات فلاح نہیں پائیں گے۔''

نیز اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهٖ﴾ (المومنون: ۱۱۷)

''جس کے لیے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں۔''

اس میں اس بات کا اشارہ ہے کہ متعدد معبود ہونے کے لیے کسی بھی دلیل کا ہونا ناممکن ہے۔ چنانچہ ﴿لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهٖ﴾ ایک ایسی صفت ہے جو متعلقہ مسئلے کو انتہائی صفائی کے ساتھ بیان کر رہی ہے یہ کوئی مقید صفت نہیں ہے کہ اس بارے میں دلیل کو خارج کر دے۔ کیوں کہ اس بات کے لیے دلیل کا ہونا ممکن ہی نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَفِی الْحَدِیثِ: ((الدُّعَاءُ مُخُّ الْعبادة))۔ وَالدَّلِیْلُ قَوْلُهُ تَعَالَی: ﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ (غافر: ٦٠)

حدیث میں ہے: ''دعا مغز عبادت ہے۔'' دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو (مجھ سے دعا کرو) میں تمہاری سنوں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

شرح

یہاں سے مؤلف علیہ الرحمۃ اپنی بیان کردہ اقسام عبادت کے سلسلے میں دلائل کی شروعات کر رہے ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے اس بات کی دلیل دی ہے کہ دعا عبادت ہے۔ آگے ان شاء اللہ اسلام، ایمان اور احسان کے دلائل ذکر ہوں گے۔

مؤلف علیہ الرحمۃ نے نبی ﷺ سے مروی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں آپ نے فرمایا ہے کہ: ''دعا مغز عبادت ہے۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی استدلال کیا ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُونِیٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ اِنَّ الَّذِیْنَ یَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِیْ سَیَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دَاخِرِیْنَ﴾ (غافر: ٦٠)

''اور تمہارے پروردگار نے فرما دیا ہے کہ مجھ کو پکارو (مجھ سے دعا کرو) میں تمہاری سنوں گا بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے۔''

یہ آیت کریمہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ دعا عبادت ہی کی ایک قسم ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو یہ کہنا درست نہ ہوتا کہ: (''جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں'')۔ لہٰذا جس نے غیر اللہ سے کسی ایسی چیز کے لیے دعا کی جس کی کہ اللہ تعالیٰ ہی کو قدرت ہے تو وہ کافر مشرک ہے، خواہ پکارا جانے والا زندہ ہو یا کہ مُردہ۔ لیکن جو شخص کسی زندہ کو کسی ایسی چیز

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے لیے پکارتا ہے جس کی کہ وہ قدرت رکھتا ہے، مثلا یوں کہتا ہے کہ ''اے فلاں مجھے کھلاؤ،'' ''اے فلاں مجھے پلاؤ،'' تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ مگر جو شخص کسی مردہ یا غائب کو مذکورہ چیزوں کے لیے پکارے تو وہ مشرک ہے، کیوں کہ مُردہ یا غائب کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ان چیزوں کو اس کے لیے فراہم کر سکے۔ چنانچہ اس کا ایسے لوگوں کو پکارنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ جس کو پکارتا ہے اس کے لیے کائنات میں تصرف کر سکنے کا عقیدہ رکھتا ہے، اور اس وجہ سے مشرک بن جاتا ہے۔

دعا کی دو قسمیں ہیں: دعا برائے سوال، اور دعا برائے عبادت۔

''دعا برائے سوال'' دعائے طلب کو کہتے ہیں۔ یعنی حاجات کا طلب کرنا۔ اگر یہ بندے کی طرف سے اپنے رب سے ہو تو یہ دعا عبادت ہے۔ کیوں کہ یہ دعا اس احساس کے ساتھ ہوتی ہے کہ محتاجی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور سہارا بھی صرف اسی کا ہے، اس میں یہ اعتقاد بھی ساتھ ہوتا ہے کہ وہی قادر، کریم بے پناہ فضل، اور بے پایاں رحمت والا ہے۔ اگر یہ طلب اور دعا کسی بندے کی طرف سے اپنی ہی جیسی کسی مخلوق سے ہو تو بھی جائز ہے بشرطیکہ جس سے دعا کی جارہی ہو وہ دعاء اور طلب کو سمجھتا ہو اور اس کو پورا کر سکتا ہو، مثلاً کسی کا یہ کہنا: ''اے فلان مجھے کھلاؤ۔''

''دعا برائے عبادت'' یہ ہے کہ دعا کے ذریعہ پکارے جانے والے کی طرف سے ثواب کی طلب میں اور اس کی سزا سے خوف کھاتے ہوئے اس کے لیے بندگی اور ذلت کا اظہار کیا جائے۔ یہ دعا غیر اللہ کے لیے درست نہیں ہے بلکہ غیر اللہ کے لیے ایسا کرنا شرکِ اکبر اور ملت سے خارج کر دینے والا فعل ہے۔

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی یہ وعید ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ۝﴾

(غافر: ٦٠)

''بے شک جو لوگ میری عبادت سے سرتابی کرتے ہیں وہ عنقریب ذلیل ہو کر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جہنم میں داخل ہوں گے۔''

وَدَلِيْلُ الخَوْفِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۷۵)

خوف کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اگر تم لوگ مؤمن ہو تو ان کا خوف نہ رکھو۔ اور میرا خوف رکھو۔''

شرح

''خوف'' ڈر کو کہتے ہیں۔ اور ڈر وہ اثر ہے جو کسی متوقع ہلاکت، نقصان اور تکلیف کے خدشہ کی وجہ سے طاری ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے اولیاء شیطان سے خوف کھانے سے منع کیا ہے اور صرف اپنی ذات سے ہی خوف کھانے کا حکم دیا ہے۔

خوف اور ڈر کی تین قسمیں ہیں:

قسم اول: ''فطری خوف''، جیسے انسان کا درندوں، آگ اور غرق ہونے سے خوف کھانا۔ ایسے خوف کی وجہ سے بندہ قابل ملامت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿فَأَصْبَحَ فِي الْمَدِيْنَةِ خَائِفًا يَّتَرَقَّبُ﴾

''پھر ان کو شہر میں صبح ہوئی خوف اور وحشت کی حالت میں۔''

لیکن اگر یہ خوف شیخ رحمہ اللہ کے بیان کے مطابق ایسا ہو کہ جو کسی ترکِ واجب یا ارتکاب حرام کا سبب بن جائے تو حرام ہے۔ کیوں کہ جو کام کسی ترکِ واجب یا ارتکابِ حرام کا سبب بنے وہ حرام ہی ہوگا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ إِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (آل عمران: ۱۷۵)

''اگر تم لوگ مؤمن ہو تو ان کا خوف مت رکھو۔ اور میرا خوف رکھو۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنا قابل تعریف بھی ہے اور قابل مذمت بھی۔

قابل تعریف وہ خوف ہے جو تمہارے اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے درمیان اس طرح حائل ہوجائے کہ تم کو واجبات پر عمل کرنے اور محرمات کو ترک کرنے پر ابھارتا رہے۔ اگر خوف سے یہ مقصد حاصل ہوجائے تو دل پرسکون اور مطمئن نیز اللہ کی نعمت سے شادمان اور اس کے ثواب کی امید سے معمور ہوجاتا ہے۔

قابل مذمت وہ خوف ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامیدی اور مایوسی کا شکار بنادیتا ہے، جس کے نتیجہ میں بندہ حسرت زدہ ہوکر رہ جاتا ہے اور خود کو بے یار و مددگار سمجھنے لگتا ہے۔ کبھی شدت مایوسی سے ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ ارتکاب گناہ میں سرکشی تک پہنچ جاتا ہے۔

خوف کی ایک دوسری قسم ''خوف عبادت'' بھی ہے۔ کسی سے اتنا خوف کھانا کہ مارے خوف کے اس کی بندگی کرنے لگ جانا۔ یہ صرف اللہ تعالیٰ کے لیے جائز ہے، غیر اللہ کے لیے اسے بروئے کار لانا شرکِ اکبر ہے۔

اس کی تیسری قسم ''سری خوف'' ہے۔ سری خوف اس خوف کو کہتے ہیں جو کسی صاحبِ قبر یا ولی سے کھایا جائے حالانکہ وہ دور ہو اور خوف کھانے والے پر اثر انداز بھی نہ ہوتا ہو، لیکن ڈرنے والا اس سے سرّی طور پر یعنی پوشیدہ انداز میں ڈرتا ہو، اس خوف کو بھی علماء نے شرک میں شمار کیا ہے۔

وَدَلِيْلُ الرَّجَاءِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (الكهف: ١١٠)

امید کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے عمل صالح کرنا چاہیے۔ اور اسے اپنے رب

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔''

شرح

''امید'' قریب الحصول چیز کی خواہش کو کہتے ہیں۔قریب الحصول کی جگہ میں رکھ کر بعید الحصول کی خواہش کو بھی امید کہہ دیا جاتا ہے۔

ذلت اور انکساری کے ساتھ امید صرف اللہ تعالیٰ ہی سے رکھی جاسکتی ہے۔غیر اللہ سے امید رکھنا امید رکھنے والے کی نیت کے لحاظ سے شرکِ اصغر بھی ہوسکتا ہے اور شرک اکبر بھی۔

اس پر مؤلف رحمہ اللہ نے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا﴾ (الکھف: ۱۱۰)

''جو اپنے رب سے ملاقات کی امید رکھتا ہے اسے عمل صالح کرنا چاہیے۔اور اسے اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہیے۔''

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ قابلِ تعریف امید کا صدور اسی سے ہوسکتا ہے جو اطاعتِ الٰہی کے مطابق عمل کرتا ہو اور اس پر ثواب کا امیدوار ہو۔یا اس سے جو اپنے گناہوں سے تائب ہوا ہو،اور توبہ کی قبولیت کا امیدوار ہو۔بغیر عمل کے امید رکھنا فریب اور قابل مذمت تمنا ہے۔

وَدَلِيلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدۃ: ۲۳)، وَقَالَ: ﴿وَمَن يَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق: ۳)

توکل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:''اللہ پر ہی توکل کرو اگر مومن ہو''۔اور فرمایا:''جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کو کافی ہوتا ہے۔''

شرح

کسی چیز پر''توکل''اس پر اعتماد کرنے کو کہتے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ پر ''توکل'' یہ ہے کہ نفع عطا کرنے اور ضرر دور کرنے میں اللہ تعالیٰ کے ہی کافی وشافی ہونے کا اعتماد رکھا جائے۔ ''توکل'' ایمان کے تتمہ اور اس کی علامات میں سے ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ﴾ (المائدۃ: ۲۳)

''اللہ پر ہی توکل کرو اگر مؤمن ہو۔''

جب بندہ اللہ تعالیٰ پر اپنے اعتماد میں صادق ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے پیش آمدہ معاملات میں کافی ہوتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ﴾ (الطلاق: ۳)

''جو اللہ پر توکل کرتا ہے تو وہ اس کو کافی ہوتا ہے۔''

پھر باری تعالیٰ نے اپنے اوپر توکل کرنے والے کو اس فرمان میں اطمینان دلایا ہے:

﴿اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ﴾ (الطلاق: ۳)

''بے شک اللہ اپنے کام کو پورا کر کے رہتا ہے۔''

چنانچہ اسے کوئی چیز اپنے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔

جان لو کہ ''توکل'' کی چند قسمیں ہیں:

اول: ''توکل علی اللّٰہ''، جو کہ ایمان کا تتمہ اور اس کے صدق کی علامت ہے۔ یہ توکل واجب ہے، اس کے بغیر ایمان مکمل نہیں ہوسکتا۔ اس کی دلیل اوپر گزر چکی ہے۔

دوم: ''سرّی توکل'' یہ ہے کہ نفع فراہم کرنے اور ضرر دور کرنے میں کسی میت کے اوپر اعتماد کیا جائے۔ یہ شرک اکبر ہے۔ کیوں کہ ایسا توکل اسی سے صادر ہوسکتا ہے جو کہ اس میّت کے حق میں کائنات کے اندر مخفی تصرف کا اعتقاد رکھتا ہو۔ اس بات سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ میّت نبی ہے یا ولی یا کہ اللہ تعالیٰ کا دشمن کوئی طاغوت۔

سوم: کسی غیر پر ایسی چیزوں کے سلسلے میں توکل کرنا جس میں کہ وہ کچھ کرسکتا ہو، بایں طور کہ توکل کے ساتھ اس کے مرتبہ کی بلندی اور اپنے مرتبہ کی پستی کا احساس بھی ہو۔ مثلاً کسی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

غیر کے اوپر حصول معاش وغیرہ کے سلسلے میں اعتماد کرنا۔ غیر کے ساتھ قلبی تعلق کی شدت اور اس کے اوپر اعتماد کرنے کی وجہ سے یہ توکل از قسم شرک اصغر ہے۔ ہاں اگر وہ غیر کے اوپر اس لیے اعتماد کرتا ہے کہ وہ معاش کا ایک سبب ہے اور اس کو اس معاملہ کی قدت اللہ تعالیٰ ہی نے عطا فرمائی ہے تو اس میں کچھ حرج نہیں۔ کیوں کہ حصول معاش میں غیر کا، کہ جس پر اعتماد اور بھروسہ کیا گیا ہے، واضح دخل ہے۔

چہارم: غیر کے اوپر ایسے معاملات میں توکل کرنا جس میں خود توکل کرنے والا بااختیار ہے، مثلاً غیر کو وہ کسی ایسے معاملہ میں نائب بناتا ہے جس میں نیابت جائز ہے، تو کتاب و سنت اور اجماع کی روشنی میں اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ یعقوب علیہ السلام نے اپنے بیٹوں سے فرمایا تھا:

﴿يَا بَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ يُّوْسُفَ وَأَخِيْهِ﴾ (یوسف: ۸۷)

''اے میرے بیٹو! جاؤ اور یوسف اور ان کے بھائی کو تلاش کرو۔''

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقات کی وصولی کے لیے عمال ونگراں مقرر فرمائے تھے، حدود کو ثابت کرنے اور انہیں قائم کرنے کے لیے وکیل بنائے تھے۔ اسی طرح حجۃ الوداع کے موقعہ پر اپنے ہاتھ سے ترسٹھ جانوروں کی قربانی کرنے کے بعد آپ نے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کو اپنی قربانی کے جانوروں کے سلسلے میں وکیل بنایا تھا کہ وہ قربانی کی کھالیں اور ان کی جھولیں صدقہ کردیں اور سو جانوروں میں سے جو بچ گئے ہیں انہیں قربان کردیں۔

اس امر کے جواز کے سلسلے میں اجماع بہر طور پر مشہور ومعروف ہے۔

وَدَلِيْلُ الرَّغْبَةِ وَالرَّهْبَةِ وَالْخُشُوْعِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّهُمْ كَانُوْا يُسٰرِعُوْنَ فِي الْخَيْرٰتِ وَيَدْعُوْنَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوْا لَنَا خٰشِعِيْنَ﴾ (الانبیاء: ۹۰)

وَدَلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ﴾ (البقرۃ: ۱۵۰)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَدَلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاَنِيْبُوْا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ (الزمر: ٥٤)

اور رغبت، رہبت اور خشوع کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

''بیشک وہ لوگ نیک کاموں میں دوڑتے تھے اور رغبت و رہبت کے ساتھ ہماری عبادت کرتے تھے اور ہمارے سامنے دب کر رہتے تھے''۔

خشیت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''ان کی خشیت مت رکھو اور میری خشیت رکھو''۔

انابت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اپنے رب سے انابت کرو، اور اسی کے لیے اسلام لاؤ''

شرح

''رغبت'': محبوب شے تک پہنچنے کی خواہش۔

''رہبت'': ایسا خوف جو خوف زدہ کرنے والی چیز سے بھاگنے پر مجبور کرے۔ گویا یہ ایسا خوف ہے جس میں عمل بھی پایا جاتا ہے۔

''خشوع'': اللہ تعالیٰ کی عظمت کے باعث ذلت اور انکساری بایں شکل کہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے تکوینی اور شرعی فیصلوں کے حوالہ کر دیا جائے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالص بندوں کی خوبی بیان کی ہے کہ وہ انکساری کے ساتھ رغبتاً اور رہبتاً اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ یہاں پر دعا سے مراد ''دعا برائے عبادت'' بھی ہے اور ''دعا برائے سوال'' بھی۔ چنانچہ وہ لوگ جب اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں تو اس دعا میں ان چیزوں کی رغبت بھی شامل ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں۔ اور اس کے ثواب کی خواہش بھی، ساتھ ہی ساتھ انہیں اس کے عقاب اور اپنے گناہوں کے آثار کا خوف بھی دامن گیر ہوتا ہے۔ مؤمن کے لیے مناسب ہے کہ وہ خوف اور امید کے درمیان رہ کر اللہ تعالیٰ سے رشتہ جوڑے۔ اطاعت کرے تو امید غالب رہے تاکہ اس میں سرگرمی آئے اور اطاعت کی مقبولیت کا امیدوار رہے، گناہ کرنے جا رہا ہو تو خوف غالب رہے تاکہ گناہ سے دور ہو اور اس کی سزا سے بچے۔

بعض علماء نے فرمایا: حالتِ مرض میں امید کا پہلو غالب رہے اور حالتِ صحت میں خوف

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کا پہلو۔ کیوں کہ مریض لاغر اور کمزور طبیعت ہوتا ہے، اور ہوسکتا ہے کہ مرنے ہی والا ہو، تو کم از کم اللہ تعالیٰ کے سلسلے میں حسنِ ظن رکھتے ہوئے اس کو موت آئے گی۔ اور حالتِ صحت میں آدمی چونکہ بلند حوصلہ اور اس خود فریبی کا شکار ہوتا ہے کہ وہ لمبی عمر تک جئے گا تو یہ احساس اسے شوخی اور شیخی پر ابھار سکتا ہے۔ بنا بریں اگر اس صورت میں خوف کا پہلو غالب رہے تو شوخی اور شیخی سے محفوظ رہے گا۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ امید اور خوف کو بیک وقت دامن گیر ہونا چاہیے تاکہ امیدوار میں اس بات کا احساس پیدا نہ کردے کہ وہ عذاب الٰہی سے مأمون ہے۔ اور خوف اسے رحمت الٰہی سے، مایوس ہوجانے کا احساس نہ دلا دے۔ ظاہر ہے کہ ایسی امید اور ایسا خوف دونوں قبیح اور ہلاکت خیز ہیں۔

''خشیت'' اس خوف کو کہتے ہیں جو قابل خوف ذات کی عظمت اور اس کی بادشاہی کی ہمہ گیری کا علم ہوجانے کی وجہ سے پیدا ہو، اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿إِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ﴾ (فاطر: ۲۸)

''بے شک اللہ کی خشیت اس کے بندوں میں سے وہ لوگ رکھتے ہیں جو علماء ہیں۔''

یعنی وہ لوگ جو اس کی عظمت اور اس کی بادشاہی کی ہمہ گیری کا علم رکھنے والے ہیں۔ چنانچہ ''خشیت'' ''خوف'' سے اَخص ہے۔ یہ فرق مثال کے ذریعہ واضح ہوسکتا ہے۔ مثلاً تم کسی ایسے شخص سے ڈرو جس کے بارے میں تمہیں معلوم نہیں کہ وہ تم پر قدرت رکھتا ہے یا نہیں، تو یہ ''خوف'' ہے، لیکن اگر ایسے شخص سے ڈرو جس کے بارے میں تمہیں معلوم ہے کہ وہ تم پر قدرت رکھتا ہے، تو یہ ''خشیت'' ہے۔

''احکام خشیت'' کی اقسام کا معاملہ بھی وہی ہے جو ''احکام خوف'' کی اقسام کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت گزاری اور گناہوں سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو ''انابت'' کہتے ہیں۔ ''انابت'' قریب قریب ''توبہ'' کے ہم معنی ہے۔ فرق یہ ہے کہ ''انابت'' میں ''توبہ'' سے زیادہ گڑگڑاہٹ اور رقت قلبی کا مظاہرہ ہوتا ہے۔ کیوں کہ ''انابت''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے وقت تم اپنے آپ میں اس بات کا احساس پاتے ہو کہ تمہیں اللہ تعالیٰ پر اعتماد ہے اور تمہیں اسی کی پناہ درکار ہے۔ ''انابت'' صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہی ہوسکتی ہے۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَاَنِيْبُوْٓا اِلٰى رَبِّكُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ﴾ (الزمر: ٥٤)

''اپنے رب سے انابت کرو اور اسی کے لیے اسلام لاؤ۔''

یہاں ''اسلام'' سے مراد ''اسلام شرعی'' ہے۔ یعنی اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے شرعی احکام کے مطابق ڈھال لو۔ یہ مراد اس لیے لی گئی ہے کیوں کہ ''اسلام'' لانے کی دو قسمیں ہیں:

اول: ''اسلام تکوینی۔'' یعنی اس کے تکوینی حکم کے مطابق ڈھل جانا۔ یہ ''اسلام'' زمین و آسمان کے اندر موجود سبھی مومن و کافر اور نیک و بد میں پایا جاتا ہے۔ کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ اس تکوینی ڈھانچے سے الگ ہو جائے۔ اس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۝﴾ (آل عمران: ٨٣)

''زمین و آسمان میں جو لوگ ہیں وہ طوعاً و کرھاً اسی کے لیے اسلام لائے اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

دوم: ''اسلام شرعی'' یعنی خود کو اللہ تعالیٰ کے شرعی احکام میں ڈھال لینا۔ یہ ''اسلام'' اللہ تعالیٰ کے اطاعت گزار رسولوں اور ان کے خالص متبعین کے ساتھ مخصوص ہے۔ قرآن کریم میں اس کی بہت سی دلیلیں موجود ہیں۔ ایک دلیل تو وہی آیت ہے جو مؤلف رحمہ اللہ نے پیش کی ہے۔

وَدَلِيْلُ الْاِسْتِعَانَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحه: ٥)، وَفِى الْحَدِيْثِ: ((اِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ)).

استعانت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

استعانت کرتے ہیں۔''

حدیث میں ہے: ''جب تم استعانت کرو تو اللہ سے استعانت کرو۔''

شرح

''استعانت'' مدد طلبی کو کہتے ہیں۔اس کی دو قسمیں ہیں:

اول: ''اللہ تعالیٰ سے استعانت'' یہ ایسی ''استعانت'' ہے جس کے ضمن میں بندہ اپنے رب کے لیے کمال درجہ کی ذلت کا اظہار کرتا ہے، معاملہ اس کے سپرد کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے کافی ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔ یہ ''استعانت'' صرف اللہ تعالیٰ ہی سے ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحہ : ۵)

''تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استعانت کرتے ہیں۔''

وجہ اختصاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے معمول (إِيَّاكَ) کو مقدم رکھا ہے۔ اور عربی زبان کہ جس میں قرآن نازل ہوا ہے، کا قاعدہ یہ ہے کہ جو کلمہ مؤخر رکھنے کا ہے اگر اس کو مقدم کر دیا جائے تو اس سے حصر اور اختصاص کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ اسی بنیاد پر اس قسم کی ''استعانت'' غیر اللہ سے کرنا ''شرک'' اور ملت سے خارج کر دینے کا باعث ہے۔

دوم: ''مخلوق سے استعانت''، کسی ایسے معاملے میں جس میں کہ مخلوق کو قدرت حاصل ہو۔ ایسی ''استعانت'' پر یہ دیکھ کر حکم لگایا جائے گا کہ ''استعانت'' کس سلسلے میں کی گئی ہے؟'' اگر کسی نیکی کے سلسلے میں کی گئی ہے تو یہ ''استعانت'' اور مدد طلبی طلب گار اور ''استعانت'' کرنے والے دونوں کے لیے جائز ہے اور جس سے استعانت یا مدد طلب کی گئی ہے اس کے لیے مشروع ہے کہ وہ مدد کرے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَتَعَاوَنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوَىٰ﴾ (المائدۃ : ۲)

''نیکی اور تقوی پر ایک دوسرے کی مدد کرو۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

لیکن اگر ''استعانت'' اور مدد طلبی کسی گناہ کے سلسلے میں ہو تو یہ طلب گار اور مددگار دونوں کے لیے حرام ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ﴾ (المائدۃ: ۲)

''اور گناہ و سرکشی پر ایک دوسرے کی مدد نہ کرو۔''

اگر ''استعانت کسی مباح امر کے سلسلے میں ہو تو یہ طلبگار و مددگار دونوں کے حق میں جائز ہے، اور اس پر مددگار غیر پر احسان کرنے کا ثواب بھی پائے گا۔ بنابریں ایسی ''استعانت'' اس کے حق میں مشروع ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَأَحْسِنُوْا إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۹۵)

''اور احسان کیا کرو بے شک اللہ احسان کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

سوم: ''زندہ، حاضر، غیر قادر مخلوق سے استعانت۔'' یہ لغو اور بے فائدہ ہے۔ جیسے کہ کسی کمزور آدمی سے وزن دار چیز کے اٹھانے میں مدد طلب کی جائے۔

چہارم: کسی بھی معاملہ میں مطلقاً ''مردوں سے استعانت'' یا نظروں سے اوجھل کسی ایسے معاملے میں زندوں سے استعانت کہ جس کو وہ حل کرنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ یہ شرک ہے۔ کیوں کہ یہ ''استعانت'' ایسے شخص ہی سے صادر ہوسکتی ہے جو ان زندوں یا مُردوں کے حق میں کائنات کے اندر مخفی تصرف کرنے کا عقیدہ رکھتا ہو۔

پنجم: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک پسندیدہ اعمال اور حالات سے استعانت''۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے بموجب مشروع ہے۔ فرمایا:

﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلَاةِ﴾ (البقرۃ: ۴۵)

''صبر اور نماز سے استعانت کرو۔''

مؤلف رحمہ اللہ نے پہلی قسم کی ''استعانت'' کے لیے قرآن سے یہ دلیل دی ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ (الفاتحۃ: ۵)

''تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے استعانت کرتے ہیں۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حدیث سے یہ دلیل دی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''جب تم استعانت کرو تو اللہ سے استعانت کرو۔''

وَدَلِيْلُ الْاِسْتِعَاذَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ﴾ (الفلق: ١)، و ﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ﴾ (الناس: ١)

استعاذہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''آپ کہئے کہ میں صبح کے رب سے استعاذہ کرتا ہوں۔'' ''آپ کہئے کہ میں آدمیوں کے رب سے استعاذہ کرتا ہوں''۔

شرح

''استعاذہ'' کا معنی ہے پناہ طلبی۔ اور پناہ کسی ناپسندیدہ چیز سے بچاؤ کو کہتے ہیں۔ گویا ''استعاذہ'' کرنے والا یا پناہ طلب کرنے والا اس ذات سے کہ جس سے وہ استعاذہ کر رہا ہے پناہ اور بچاؤ طلب کر رہا ہے۔

''استعاذہ'' اور پناہ طلبی کی چند قسمیں ہیں:

اول: ''اللہ تعالیٰ سے پناہ طلبی'' اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف شدت سے اپنے محتاج ہونے اور اس سے پناہ طلب کرنے کا احساس نیز اس کے کافی شافی ہونے کا اعتقاد ہوتا ہے اور یہ یقین بھی ہوتا ہے کہ وہی ہر موجود اور آنے والی چیز سے، ہر چھوٹی بڑی چیز سے، انسان اور غیر انسان سے محفوظ رکھنے پر پوری طرح قدرت رکھتا ہے۔ ''اللہ تعالیٰ سے استعاذہ'' اور پناہ طلبی کی دلیل یہ قول ربانی ہے:

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِo مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَo﴾ (الفلق: ٢-١)

''آپ کہیے کہ میں صبح کے رب سے استعاذہ کرتا ہوں اس کی برائی سے جو اس نے پیدا کی۔'' (آخر سورہ تک)

اور یہ قول ربانی:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِo مَلِكِ النَّاسِo اِلٰهِ النَّاسِo مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِo﴾ (الناس : ۱)

''آپ کہیے کہ میں آدمیوں کے رب، آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے معبود سے استعاذہ کرتا ہوں وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے (شیطان کے) شر سے۔'' (آخر سورہ تک)

دوم: ''اللہ تعالیٰ کے کلام، اس کی عظمت اور اس کی عزت جیسی الٰہی صفات سے پناہ طلبی۔'' دلیل اللہ کے رسول ﷺ کا یہ فرمان ہے:

((أعُوذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ .))

''میں اللہ کے مکمل ترین کلمات کی پناہ لیتا ہوں اس چیز کی برائی سے جو اس نے پیدا کی۔''

آپ کی یہ دعا:

((أعوذ بعظمتك أن أغتال من تحتي .))

''میں تیری عظمت کی پناہ لیتا ہوں اس بات سے کہ میں اپنے نیچے سے ہلاک کر دیا جاؤں: (یعنی بے خبری میں)۔''

تکلیف کے وقت آپ کی دعا:

((أعوذ بعزة الله وقدرته من شر ما أجد وأحاذر .))

''میں اللہ کی عزت اور اس کی قدرت کی پناہ لیتا ہوں اس (تکلیف) سے جسے میں محسوس کر رہا ہوں اور بچنا چاہتا ہوں۔''

یہ دعا:

((أعوذ برضاك من سخطك .))

''میں تیری ناراضگی سے تیری رضا کی پناہ لیتا ہوں۔''

جب اللہ تعالیٰ یہ فرمان نازل ہوا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰى أَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ﴾

(الانعام: ٦٥)

''آپ کہیے کہ وہ قادر ہے اس بات پر کہ تم پر کوئی عذاب تمہارے اوپر سے بھیج دے۔''

تو نبی ﷺ نے فرمایا: ((أعوذ بوجهك)) ''میں تیرے رخ کی پناہ لیتا ہوں۔''

سوم: ''مردوں یا نظروں سے اوجھل زندوں سے پناہ طلبی جو پناہ نہ دے سکتے ہوں۔'' یہ شرک ہے۔ اس معنی میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأَنَّهُ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْإِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا﴾ (الجن: ٦)

''اور بہت سے لوگ آدمیوں میں ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض لوگوں کی پناہ لیا کرتے تھے چنانچہ ان آدمیوں نے ان جنات کی بد دماغی اور بڑھا دی۔''

چہارم: کسی مخلوق بشر یا جگہ وغیرہ کے ذریعہ پناہ طلبی، جن سے پناہ مل سکتی ہو۔ یہ جائز امر ہے۔ دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ ارشاد ہے جو آپ نے فتنوں کے سلسلے میں فرمایا تھا: ''جو ان میں پڑنا چاہے گا وہ اس کو اپنی لپیٹ میں لے لیں گے، اور جس کو کوئی پناہ مل جائے تو اسے وہاں پناہ لے لینی چاہیے۔'' (متفق علیہ)

اس پناہ گاہ اور مقام عافیت کی آپ نے یہ وضاحت فرمائی ہے کہ: ''جس کے پاس اونٹ ہوں وہ اپنے اونٹوں میں چلا جائے۔ (مسلم)

مسلم ہی میں جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ بنی مخزوم کی کسی عورت نے چوری کی۔ جب اسے نبی ﷺ کے پاس لایا گیا تو اس نے ام سلمہ کی پناہ طلب کر لی۔'' (الحدیث)

''مسلم'' ہی کی ایک اور روایت میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''ایک پناہ لینے والا بیت اللہ کی پناہ لے گا تو اس کی طرف ایک لشکر بھیجا جائے گا۔''

اگر کوئی شخص کسی ظالم کے شر سے پناہ طلب کرتا ہے تو بقدر امکان اس کو پناہ دیتا اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

عافیت پہنچانا واجب ہے۔لیکن اگر اس لیے پناہ طلب کر رہا ہے کہ کسی ممنوع کا ارتکاب کر سکے یا کسی واجب سے چھٹکارا حاصل کر سکے تو ایسے شخص کو پناہ دینا حرام ہے۔

وَدَلِيْلُ الْاِسْتِغَاثَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ (الانفال: ۹)

استغاثہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے استغاثہ کر رہے تھے پھر اس نے تمہاری سن لی۔''

شرح

''استغاثہ'' سہارا طلبی کو کہتے ہیں۔یعنی مشکلوں اور ہلاکتوں سے نجات دینا۔

اس کی کئی قسمیں ہیں:

اول: ''اللہ سے استغاثہ'' یہ سب سے افضل اور کامل ترین عمل نیز انبیاء اور ان کے متبعین کا طریقہ ہے۔اس کی دلیل میں شیخ رحمہ اللہ یہ فرمان الٰہی پیش کرتے ہیں:

﴿اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ۝﴾ (الانفال: ۹)

''اس وقت کو یاد کرو جب تم اپنے رب سے سہارا طلب کر رہے تھے پھر اس نے تمہاری سن لی کہ میں تم کو ایک ہزار فرشتوں سے مدد کروں گا جو سلسلہ وار چلے آئیں گے۔''

یہ واقعہ غزوۂ بدر میں پیش آیا تھا۔نبی ﷺ نے جب ایک ہزار مشرکین کے مقابلہ میں تین سو دس سے کچھ اوپر اپنے صحابہ کی طرف نظر ڈالی تو اپنے رب عزوجل سے دعا کرنے کی خاطر خیمے میں چلے گئے اور قبلہ رو ہو کر اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے لگے: ''اے اللہ! مجھ سے وعدہ پورا فرما جو تو نے مجھ سے کیا ہے۔اے اللہ! اگر تو نے اہل اسلام کے اس

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چھوٹے سے گروہ کو ہلاک کر دیا، تو تو زمین میں پوجا نہیں جائے گا۔'' آپ برابر اپنے رب سے ہاتھ اٹھائے استغاثہ کرتے رہے یہاں تک کہ دونوں کندھوں سے آپ کی چادر سرک گئی اور ابو بکر رضی اللہ عنہ نے آپ کی چادر پکڑ کر پیچھے سے اڑھادی اور عرض کیا: ''اے اللہ کے نبی! اپنے رب سے آپ کی دعا کافی ہوگئی۔ وہ ضرور آپ سے اس وعدہ کو پورا فرمائے گا جو اس نے آپ سے کیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تھی۔''

دوم: ''مردوں یا نظروں سے اوجھل زندوں سے استغاثہ اور سہارا طلبی'' جو کہ سہارا نہیں دے سکتے۔ یہ شرک ہے، کیوں کہ ان سے استغاثہ وہی کرسکتا ہے جو ان کے لیے کائنات میں مخفی تصرف کرنے کا عقیدہ رکھتا اور انہیں ربوبیت کا حق دیتا ہو۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''یا وہ ذات جو بے قرار آدمی کی سنتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے اور مصیبت کو دور کر دیتا ہے اور تم کو زمین میں صاحب تصرف بناتا ہے کہ اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت ہی کم یاد رکھتے ہو۔''

سوم: ''سہارا دے سکنے والے جانکار زندوں سے سہارا طلب کرنا۔'' یہ استعانت کی طرح جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کے تذکرے میں فرمایا ہے:

﴿فَاسْتَغَاثَهُ الَّذِيْ مِنْ شِيْعَتِهٖ عَلَى الَّذِيْ مِنْ عَدُوِّهٖ فَوَكَزَهُ مُوْسٰى فَقَضٰى عَلَيْهِ﴾ (القصص: ١٥)

''تو وہ جوان کی برادری کا تھا اس نے موسیٰ سے اس کے مقابلے میں جوان کی مخالفین میں تھا مدد چاہی تو موسیٰ نے اس کو گھونسا مارا چنانچہ اس کا کام ہی تمام کر دیا۔''

چہارم: ''کسی ایسے زندہ سے سہارا طلب کرنا جو سہارا نہیں دے سکتا، یہ اعتقاد رکھے بغیر کہ اس کو کوئی مخفی قوت حاصل ہے۔ جیسے ڈوبنے والا کسی اپاہج سے سہارا طلب کرے۔ یہ بے فائدہ اور اپاہج کا مذاق اڑانا ہے، چنانچہ اس وجہ سے ممنوع ہے۔ ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اپاہج آدمی کو پکارتے دیکھ کر کوئی دوسرا اس وہم مبتلا نہ ہوجائے کہ اپاہج کو کوئی مخفی قوت

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حاصل ہے جس کے بموجب وہ مشکل سے نجات دے سکتا ہے۔

وَدَلِيْلُ الذَّبْحِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo لَا شَرِيْكَ لَهُ﴾ (الانعام: ۱۶۲،۱۶۳)، وَمِنَ السُّنَّةِ: ((لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ)).

قربانی کے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''آپ کہہ دیجیے کہ بیشک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ کے لیے ہے جو ہر عالم کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔''

حدیث میں ہے: ''اللہ کی لعنت ہو اس پر جو غیر اللہ کے لیے ذبح کرتا ہے۔''

شرح

''ذبح'' خاص طریقہ سے خون بہا کر روح ختم کرنے کو کہتے ہیں۔ ''ذبح'' کے کئی مقاصد ہیں:

اول: عبادت کے طور پر، یعنی مقصد یہ ہو کہ جس کو قربانی پیش کی جارہی ہے اس کی تعظیم اور اپنی ذلت کا اظہار ہو اور اس کا تقرب حاصل ہو سکے۔ شرعی طریقہ پر اس طرز کی قربانی صرف اللہ جل شانہ کو ہی پیش کی جاسکتی ہے، غیر اللہ کے لیے اسے پیش کرنا شرکِ اکبر ہے۔ اس کی دلیل وہی آیت ہے جو شیخ رحمہ اللہ نے ذکر فرمائی ہے:

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَo لَا شَرِيْكَ لَهُ﴾ (الانعام: ۱۶۲-۱۶۳)

''آپ کہہ دیجیے کہ بے شک میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اس اللہ کے لیے ہے جو ہر عالم کا پروردگار ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔''

دوم: مہمان کی مہمان نوازی یا شادی کے ولیمہ وغیرہ کے لیے ذبح کرنا۔ اس ذبح کا حکم

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وجوبی یا استحبابی طور پر دیا گیا ہے۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے اسے اپنے مہمان کی مہمان نوازی کرنی چاہیے۔''

آپ نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا: ''ایک بکری کا ہی سہی ولیمہ کرو۔''

سوم: ذبح بغرض خوراک یا بغرض تجارت وغیرہ۔ یہ ذبح از قسم مباح ہے۔ بنیادی طور پر اس میں فرمان الٰہی کے مطابق اباحت ہی پائی جاتی ہے:

﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَا اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مَالِكُوْنَ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ﴾ (یٰس: ۷۱۔۷۲)

''کیا ان لوگوں نے اس پر نظر نہیں کی کہ ہم نے ان کے لیے اپنے ہاتھ کی ساختہ چیزوں میں سے مویشی پیدا کئے پھر یہ لوگ ان کے مالک بن رہے ہیں اور ہم نے ان کو ان کا تابع بنا دیا تو کچھ ان کی سواریاں ہیں اور کچھ کو وہ کھاتے ہیں۔''

اس طرح کا ذبح اسباب و وسائل کے پیش نظر مطلوب بھی ہوسکتا ہے اور ممنوع بھی۔

وَدَلِيْلُ النَّذْرِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا﴾ (الانسان: ۷)

نذر کی دلیل اللہ عزوجل کا یہ فرمان ہے: ''وہ لوگ نذر پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔''

شرح

یعنی اس بات کی دلیل کہ ''نذر'' عبادت میں سے ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيْرًا﴾ (الانسان: ۷)

''وہ لوگ نذر پورا کرتے ہیں اور ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔''

آیت میں وجہ استدلال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تعریف فرمائی ہے جو اپنی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''نذریں'' پوری کرتے ہیں۔ معلوم ہوا کہ وہ اپنے لیے ''نذر'' پوری کرنا پسند فرماتا ہے۔ اور ہر وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہو عبادت ہے۔

اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے ہوتی ہے:

﴿وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾ (الانسان : ۷)

''وہ ایسے دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی عام ہوگی۔''

معلوم ہونا چاہیے کہ ان ''نذر'' ماننے والوں کی جس ''نذر'' پر اللہ تعالیٰ نے تعریف فرمائی ہے وہ ایسی تمام عبادتیں ہیں جنہیں اس نے فرض فرمایا ہے۔ کیوں کہ انسان جب عباداتِ واجبہ کی ابتدا کر دیتا ہے تو ان کا التزام کرتا ہے۔ دلیل ارشاد الٰہی ہے:

﴿ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ﴾ (الحج : ۲۹)

''پھر لوگوں کو چاہیے کہ اپنا میل کچیل دور کریں، اور اپنی نذریں پوری کریں اور بیت اللہ کا طواف کریں۔''

''نذر'' جو کہ انسان کا اپنے اوپر کسی چیز یا کسی اطاعت کا لازم کر لینا ہے، غیر واجب مکروہ ہے۔ بعض علماء نے کہا کہ حرام ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ نے ''نذر'' ماننے سے منع فرمایا ہے اور کہا ہے: ''نذر کوئی بھلائی نہیں لاتی، بلکہ اس کے ذریعہ بخیل سے کچھ نکلوالیا جاتا ہے۔'' اس کے باوجود اگر انسان کسی اطاعتِ الٰہی کی ''نذر'' مان لے تو اسے پورا کرنا واجب ہو جاتا ہے، کیوں کہ فرمانِ نبوی ہے: ''جس نے نذر مانی کہ وہ اللہ کی اطاعت کرے گا تو اسے اس کی اطاعت کرنی ہوگی۔''

خلاصہ یہ کہ ''نذر'' کا اطلاق عموماً فرض عبادتوں پر بھی ہوتا ہے اور ''خاص نذر'' پر بھی۔ اور ''نذر خاص'' یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے لیے کسی چیز کو اپنے اوپر لازم ٹھہرالے۔ علماء نے ''نذر خاص'' کی متعدد قسمیں بیان کی ہیں جن کی تفصیلات فقہی کتابوں میں موجود ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَلْاَصْلُ الثَّانِیْ: مَعْرِفَةُ دِیْنِ الْاِسْلَامِ، بِالْاَدِلَّةِ۔ وَهُوَ: الْاِسْتِسْلَامُ لِلّٰهِ بِالتَّوْحِیْدِ وَالْاِنْقِیَادُ لَهُ بِالطَّاعَةِ، وَالْبَرَاءَةُ مِنَ الشِّرْكِ وَاَهْلِهِ.

دوسرا بنیادی اصول

دلائل کے ذریعہ دین اسلام کی معرفت ہے

اسلام کا معنی ہے توحید کے ساتھ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا اور اطاعت کے ذریعہ اس کا تابع فرمان ہو جانا، اور شرک اور مشرکین سے براءت اختیار کر لینا۔

شرح

یعنی تین بنیادی اصولوں سے دوسرا اصول: ''دلائل کے ذریعہ دین اسلام کی معرفت'' ہے۔ یعنی دین اسلام کی معرفت اور جانکاری کتاب وسنت کے دلائل کی روشنی میں حاصل کی جائے۔

یعنی بندہ شرعی طور پر اللہ تعالیٰ کی توحید کے ذریعہ اور عبادت میں اس کو تنہا جانتے ہوئے اپنے آپ کو اس کے حوالہ کر دے۔ اس طرح اسلام لانے پر بندہ قابل تعریف اور لائق اجر و ثواب ہوتا ہے۔ جہاں تک ایسے اسلام اور ایسی خود سپردگی کی بات ہے جو کہ تکوینی فیصلے کے تحت خود بخود عمل میں آتی ہے تو اس میں کوئی ثواب نہیں ہے کیوں کہ اس میں تو انسان کو کوئی اختیار ہی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَهُ أَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّإِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۝﴾ (آل عمران: ۸۳)

''زمین و آسمان میں جو لوگ ہیں وہ طوعاً و کرہاً اسی کے لیے اسلام لائے اور اسی کی طرف لوٹائے جائیں گے۔''

اسلام کے سلسلے میں کہہ سکتے ہو کہ اس میں تین باتیں پائی جاتی ہیں: توحید کے ذریعہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے حوالہ کر دینا، اطاعت کے ذریعہ اس کا تابع فرمان ہو جانا اور شرک و مشرکین سے علیحدگی اختیار کر لینا۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اطاعت'' اللہ تعالیٰ کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے پرہیز کے ذریعہ ہوتی ہے۔ کیوں کہ اطاعت نام ہے حکم کو بجالانے اور ممنوعات کو چھوڑ دینے کا۔

''شرک سے براءت'' یہ ہے کہ اس سے علیحدہ اور الگ ہوجایا جائے۔ یہ علیحدگی و بیزاری مشرکین سے علیحدگی اور بیزاری کو مستلزم ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قَدْ كَانَتْ لَكُمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ فِيْ اِبْرٰهِيْمَ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ اِذْ قَالُوْا لِقَوْمِهِمْ اِنَّا بُرَءٰٓؤُا مِنْكُمْ وَمِمَّا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ كَفَرْنَا بِكُمْ وَبَدَا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةُ وَالْبَغْضَآءُ اَبَدًا حَتّٰى تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗٓ﴾ (الممتحنة: ٤)

''تمہارے لیے ابراہیم میں اور ان لوگوں میں جو کہ ان کے ساتھ ان کے شریک حال تھے ایک عمدہ نمونہ ہے جب کہ ان سب نے اپنی قوم سے کہہ دیا کہ ہم تم سے اور جن کو تم اللہ کے سوا معبود سمجھتے ہو ان سے علیحدہ اور بیزار ہیں ہم تمہارے منکر ہیں اور ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے عداوت اور بغض ظاہر ہوگیا جب تک کہ تم اللہ واحد پر ایمان نہ لاؤ۔''

وَهُوَ ثَلَاثُ مَرَاتِبَ: اَلْاِسْلَامُ، وَالْاِيْمَانُ، وَالْاِحْسَانُ، وَكُلُّ مَرْتَبَةٍ لَهَا اَرْكَانٌ.

اور اس کے تین مرتبے ہیں: اسلام، ایمان اور احسان۔ اور ہر مرتبے کے کچھ ارکان ہیں۔

شرح

مؤلف علیہ الرحمہ نے بیان کیا ہے کہ دین اسلام کے اوپر تلے تین مرتبے ہیں: اسلام، ایمان اور احسان۔

اس کی دلیل رسول اللہ ﷺ کا وہ فرمان ہے جو آپ نے عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث کے اندر اسلام، ایمان اور احسان سے متعلق جبرئیل علیہ السلام کے سوالات کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

جواب میں فرمایا تھا، اور کہا تھا کہ: ''یہ جبرئیل تھے جو تمہارے پاس تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔''

فَـاَرْكَانُ الْاِسْلَامِ خَمْسَةٌ: شَهَادَةُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَاِقَامُ الصَّلَاةِ، وَاِيْتَاءُ الزَّكَاةِ، وَصَوْمُ رَمَضَانَ، وَحَجُّ بَيْتِ اللّٰهِ الْحَرَامِ.

چنانچہ ارکان اسلام پانچ ہیں: لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کی شہادت، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، رمضان کا روزہ رکھنا اور بیت اللہ الحرام کا حج کرنا۔

شرح

اس کی دلیل ابن عمر رضی اللہ عنہما کی یہ حدیث ہے، بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے: اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا، زکوۃ ادا کرنا، رمضان کا روزہ رکھنا، اور بیت اللہ الحرام کا حج کرنا۔''

''لا اله الا الله''، اور ''محمد رسول اللّٰه'' کی گواہی الگ الگ ہونے کے باوجود ایک ہی رکن ہے، کیوں کہ عبادت کا دارومدار بیک وقت دونوں گواہیوں کی درستگی پر ہے اور کوئی بھی عبادت بلا اخلاص الٰہی اور بلا اتباع رسول قابل قبول نہیں ہوسکتی۔ اخلاصِ الٰہی ''لا إلـه إلا الله'' کی گواہی پر، اور اتباعِ رسول ''محمد رسول اللّٰه'' کی گواہی پر منحصر ہے۔

فَدَلِيْلُ الشَّهَادَةِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿شَهِدَ اللّٰهُ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ أُولُوا الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ لَآ إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (آل عمران: ١٨)

وَمَعْنَاهَا: لَا مَعْبُوْدَ بِحَقٍّ إِلَّا اللّٰهُ؛ ((لَا إِلٰهَ)) نَافِياً جَمِيْعُ مَا يُعْبَدُ مِنْ دُوْنِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللّٰهِ ((اِلَّا اللّٰهُ)) مُثْبِتاً الْعِبَادَةُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فِيْ عِبَادَتِهِ ، كَمَا اَنَّهُ لَا شَرِيْكَ لَهُ فِيْ مُلْكِهِ .

وَتَفْسِيْرُهَا الَّذِيْ يُوَضِّحُهَا ، قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاِذْ قَالَ اِبْرَاهِيْمُ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهِ اِنَّنِيْ بَرَآءٌ مِّمَّا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا الَّذِيْ فَطَرَنِيْ فَاِنَّهُ سَيَهْدِيْنِ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِيْ عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ﴾ ، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ﴾ (آل عمران : ٦٤)

شہادت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''گواہی دی اللہ نے اس بات کی کہ بجز اس کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی اور معبود بھی وہ اس شان کا ہے کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والا ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زبردست، حکمت والا ہے۔''

اس کا معنی یہ ہے کہ معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ "لا إله" ہر اس معبود کی نفی کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجا جاتا ہے۔ "إلا لـلـه" عبادت کو اللہ وحدہ کے لیے ثابت کرتا ہے جس کا اپنی معبودیت میں کوئی شریک نہیں، جس طرح کہ اس کی سلطنت میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔

وہ تفسیر جو مذکورہ باتوں کی وضاحت کرتی ہے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''اور یاد کیجیے جب ابراہیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ میں ان معبودوں سے بالکل علیحدہ ہوں جنہیں تم پوجتے ہو۔ مگر اس سے علیحدہ نہیں جس نے مجھے فطرت کے مطابق پیدا کیا تو بے شک وہی مجھے ہدایت دے گا اور (اللہ) نے اس کو اس کے بعد میں باقی رہ جانے والی بات بنادی تاکہ وہ لوگ باز آجائیں۔''

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''کہہ دیجیے اے اہل کتاب ایک ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے کہ ہم صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے علاوہ رب نہیں بنائے گا۔ تو اگر وہ لوگ منہ پھرلیں تو تم لوگ کہو کہ گواہ رہنا کہ ہم مسلمان ہیں۔''

شرح

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی خود اپنی ذات کے لیے گواہی ہے کہ معبود وہی ہے کوئی اور نہیں۔ اس بات پر فرشتوں اور اہل علم کی بھی گواہی ہے اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ عدل وانصاف کرنے والا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اسی بات پر یہ کہہ کر زور دیا ہے کہ:

﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾

''اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ زبردست، حکمت والا ہے۔''

اس آیت میں اہل علم کی زبردست منقبت بیان کی گئی ہے اور وہ یوں کہ اللہ تعالیٰ نے خبر دی ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کے ساتھ گواہ ہیں۔ یہاں اہل علم سے مراد وہ لوگ ہیں جو شریعت الٰہی کا علم رکھتے ہیں۔ ان میں سب سے پہلا مرتبہ انبیاء ورسل کو حاصل ہے۔

یہ گواہی گواہوں اور جس بات کی گواہی دی گئی ہے، دونوں کی عظمت کے پیش نظر عظیم ترین گواہی ہے کیونکہ خود اللہ تعالیٰ، اس کے فرشتے اور اہل علم گواہ ہیں۔ اور جس بات کی گواہی دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی الوہیت میں یکتا وتنہا ہے۔ ﴿لَآ اِلٰـــهَ اِلَّا هُـوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ میں بھی اسی پر زور دیا گیا ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ کا قول: ''اس کا معنی یہ ہے کہ'' سے مراد لا إلہ الا اللہ کا معنی ہے۔ اور وہ یہ کہ معبود برحق سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں۔ چنانچہ لا الہ الا اللہ کی گواہی یہ ہے کہ انسان اپنی زبان اور دل سے اس بات کا اعتراف کرے کہ اللہ عزوجل کے سوا معبود برحق کوئی نہیں ہے۔ کیوں کہ ''إلہ'' ''مالوہ'' کے معنی میں ہے، اور تألہ تعبد کو کہتے ہیں، ''لَا اِلٰـهَ اَلَّا اللّٰه'' کا جملہ نفی اور اثبات پر مشتمل ہے۔ ''لا الـه'' نفی ہے اور ''الا الـلـه'' اثبات۔ اور لفظ جلالہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

"الـلـه" "لا" کی محذوف خبر کا بدل ہے۔مکمل جملہ یوں ہے:"لا إلـــه حق إلـه اللّـه" ہمارے ذکر کردہ مکمل جملہ میں ''حق'' محذوف کو خبر ماننے سے مندرجہ ذیل اشکال کا جواب ہوجاتا ہے۔

اشکال یہ ہے کہ: "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کیوں کر کہا جاسکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ بہت سے ایسے معبود ہیں جن کی عبادت کی جاتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں معبود کہا ہے اور ان کے پجاری بھی انہیں معبود کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿فَمَا اَغْنَتْ عَنْهُمْ آلِهَتُهُمُ الَّتِي يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَاءَ أَمْرَ رَبُّكَ﴾ (هود: ١٠١)

''جب تمہارے رب کا حکم آجائے گا تو ان کے وہ معبود جنھیں وہ اللہ کے علاوہ پکارتے ہیں ان کے کسی کام نہیں آئیں گے۔''

کیسے ممکن ہے کہ ہم الوہیت کو غیر اللہ کے لیے ثابت کریں جب کہ تمام پیغمبروں نے اپنی قوموں سے کہا تھا۔

﴿اعْبُدُوْ اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (الاعراف: ٥٩)

''اللہ کی عبادت کرو تمہارے لیے اس کے علاوہ کوئی معبود اور الوہیت کے لائق نہیں۔''

"لا الـه الا الـله" میں "حق" کو خبر مان لینے سے اس اشکال کا واضح طور پر جواب ہوجاتا ہے۔ہم کہیں گے کہ: ''یہ معبودان جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجے جارہے ہیں، ہیں تو معبود ہی لیکن باطل ہیں، سچے معبود نہیں ہیں، اور نہ انہیں الوہیت کا کچھ حق ہے۔اس مفہوم پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کررہا ہے۔

﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَأَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَأَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝﴾ (الحج: ٦٢)

''یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی ہستی میں حق ہے اور جن چیزوں کی اللہ کے سوا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہ لوگ عبادت کر رہے ہیں۔ وہ باطل ہیں اور وہی عالی شان بڑا ہے۔''

یہ ارشاد بھی:

﴿اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ ضِيْزٰى اِنْ هِىَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَآبَآؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (النجم: ١٩-٢٣)

''بھلا تم نے لات اور عزی اور تیسرے منات کے حال میں غور کیا ہے۔ کیا تمہارے لیے تو بیٹے اور اس کے لیے بیٹیاں ہیں۔ تب تو یہ بہت بے ڈھنگی تقسیم ہوئی۔ یہ صرف نام ہی نام ہیں جنہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے، اللہ تعالیٰ نے تو ان کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔''

یوسف علیہ السلام کے بارے میں یہ فرمان الٰہی بھی:

﴿مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَآبَآؤُكُمْ مَا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (یوسف: ٤٠)

''تم لوگ تو اللہ کو چھوڑ کر صرف چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے، اللہ نے تو ان کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔''

چنانچہ ''لا الـه الا الله'' کا معنی ہے۔ ''اللہ عزوجل کے علاوہ کوئی معبود برحق نہیں۔'' اس کے علاوہ جو دوسرے معبود ہیں ان کی مزعومہ الوہیت حقیقی نہیں بلکہ باطل ہے۔

ابراہیم علیہ السلام جو کہ خلیل اللہ اور امام الحنفاء ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل رسول ہیں۔ ان کے باپ کا نام آزر ہے۔

''براء'' (بالکل علیحدہ) ''براءت'' سے صفت مشبہ ہے اور معنی میں ''بریٔ'' سے بلیغ ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا قول: (''میں ان معبودوں سے بالکل علیحدہ ہوں جنھیں تم پوجتے ہو) ''لا إله'' کا مفہوم ادا کر رہا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یعنی بنیادی طور پر مجھے فطرت کے مطابق پیدا کیا ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہ قول "إلا اللّٰہ" کا معنی دے رہا ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا عبادت میں کوئی شریک نہیں ہے جیسے کہ اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ فرمان الٰہی ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا بڑی خوبیوں سے بھرا ہوا ہے اللہ رب العالمین۔''

چنانچہ اس آیت میں پیدا کرنے کی قوت اور حاکم ہونے کو تنہا اللہ رب العالمین میں محصور کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا قدرتِ خلق اسی کو اور حکم بھی اسی کا ہے، چاہے تکوینی ہو چاہے شرعی۔

یعنی حق کی طرف میری رہنمائی کرے گا اور مجھے اس کی توفیق عنایت کرے گا۔

یعنی اس بات کو جو ابراہیم علیہ السلام نے کہی تھی، یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ ہر معبود سے مکمل علیحدگی والی بات۔

یعنی ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں۔

یعنی شرک سے باز آ کر ابراہیم علیہ السلام کی بات کی طرف لوٹ جائیں۔

اہل کتاب یہود و نصاریٰ سے مناظرہ کے لیے نبی ﷺ سے خطاب کیا گیا ہے۔

''(ایسی بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے'') وہ بات یہ ہے کہ: (''ہم صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کریں گے اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب نہیں بنائے گا۔'') اس جملہ میں ''(ہم صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے'') "لا إله الا اللّٰه'' کا ہم معنی ہے اور (جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے'') کا معنی یہ ہے کہ ہم اور تم اس عقیدے میں ایک جیسے ہیں۔

یعنی ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب نہیں بنائے گا کہ وہ اس کی ایسی تعظیم کرے جیسی کہ اللہ عزوجل کی تعظیم کی جانی چاہیے اور اس کی ایسی عبادت کرے جیسی کہ اللہ کی کرنی چاہیے اور حکم کو غیر اللہ کے لیے روا جانے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

(''منہ پھیرلیں'') یعنی اس دعوت سے اعراض کرلیں جوتم لوگوں نے دی ہے۔
یعنی تم لوگ ان کے لیے اعلان کردو اور ان کو گواہ بنالو کہ تم لوگ اللہ کے لیے مسلمان ہو اور اس سرکشی سے پاک نیز "لا الہ الا اللّٰہ" کی اس روگردانی سے دور ہو جو کہ ان میں پائی جاتی ہے۔

وَدَلِيْلُ شَهَادَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَقَدْ جَآئَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ (التوبة: ١٢٨)

محمد رسول اللہ کی شہادت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:
''یقیناً تمہارے پاس تمہیں میں سے ایک ایسا رسول آیا ہے جس کے اوپر گراں ہے وہ چیز جسے تم گراں سمجھتے ہو تمہارے سلسلے میں حریص ہے مومنین کے ساتھ بڑا ہی مہربان شفیق ہے۔''

شرح

قول الٰہی (''تمہیں میں سے'') سے مراد ہے: تمہاری جنس میں سے بلکہ تمہارے درمیان میں سے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۝﴾ (الجمعه: ٢)

''وہی وہ ذات ہے جس نے ان پڑھوں کے اندر انہیں میں سے ایک ایسا رسول بھیجا ہے جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے اور انہیں سنوارتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت سکھاتا ہے اور بے شک وہ پہلے صریح گمراہی میں تھے۔''
یعنی تمہاری مشقت اور پریشانی اس کے اوپر شاق ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یعنی اس بات کا خواہش مند ہے کہ تمہیں فائدہ پہنچے اور نقصان کا سامنا نہ ہو۔
یعنی مؤمنین کے ساتھ بڑی مہربانی اور شفقت والا ہے۔اللہ تعالیٰ نے مؤمنین کو بطور خاص اس لیے بیان کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کفار اور منافقین سے جہاد کرنے اور ان کے ساتھ سختی سے پیش آنے کا حکم دیا گیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کے یہ اوصاف بتاتے ہیں کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد اس امر پر دلالت کرتا ہے:

(محمد رسول اللہ) ۴۸/ ۲۹ ''محمد اللہ کے رسول ہیں۔''

اور یہ ارشاد کہ:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾ (الاعراف: ۱۵۸)

''کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم تمام کی طرف بھیجا ہوا اللہ کا رسول ہوں۔''

اس مضمون کی بے شمار آیتیں ہیں جو وضاحت کرتی ہیں کہ محمد ﷺ اللہ تعالیٰ کے برحق رسول ہیں۔

وَمَعْنَى شَهَادَةِ اَنَّ مُحَمَّدًا رَسُوْلُ اللّٰهِ: طَاعَتُهُ فِيْمَا اَمَرَ، وَتَصْدِيْقُهُ فِيْمَا اَخْبَرَ، وَاجْتِنَابُ مَا عَنْهُ نَهَى وَزَجَرَ، وَاَنْ لَا يُعْبَدَ اللّٰهُ اِلَّا بِمَا شَرَعَ.

''محمد رسول اللہ'' کی شہادت کا معنی رسول کی طرف سے جاری احکام میں اس کی اطاعت، اس کی دی ہوئی خبروں میں اس کی تصدیق اور اس کی طرف سے رد کی ہوئی اور منع کی ہوئی باتوں سے پرہیز ہے۔اور یہ کہ اللہ کی عبادت اس کے مشروع کردہ طریقہ سے ہی کی جائے۔

شرح

محمد رسول اللہ کی شہادت کا معنی اس بات کا زبانی اقرار اور قلبی ایمان ہے کہ محمد بن عبداللہ القرشی الہاشمی جن و انس میں سے تمام مخلوق کی طرف بھیجے ہوئے اللہ عزوجل کے رسول ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاريات : ٥٦)

''اور میں نے جن وانس کو صرف اس لیے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔''

اور اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف اس وحی کے مطابق ہی ہوسکتی ہے جسے محمد ﷺ لائے ہیں۔ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے:

﴿تَبَارَكَ الَّذِي نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلَىٰ عَبْدِهِ لِيَكُونَ لِلْعَالَمِينَ نَذِيرًا﴾

(الفرقان : ١)

''بابرکت ہے وہ ذات جس نے فرقان کو اپنے بندے پر اس لیے اتارا کہ وہ تمام عالم کے لیے ڈرانے والا بنے۔''

اس شہادت کا تقاضہ ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کی دی ہوئی خبر کی تصدیق کرو، اس کے دیئے ہوئے حکم کی پابندی کرو، اس کے منع کئے ہوئے امور سے پرہیز کرو اور اللہ تعالیٰ کی عبادت اسی طرز پر کرو جو انہوں نے بتایا ہے۔ اس شہادت کا تقاضہ یہ بھی ہے کہ تم رسول اللہ ﷺ کے سلسلے میں ہرگز یہ اعتقاد نہ رکھو کہ انہیں الوہیت کا کچھ حق حاصل ہے یا کائنات میں تصرف کرسکتے ہیں یا عبادت کے حق دار ہیں۔ بلکہ وہ تو ایک بندے ہیں جن کی عبادت نہیں کی جاسکتی، ایک رسول ہیں جو جھوٹ نہیں بول سکتے اور خود یا دوسروں کے لیے کسی نفع یا نقصان کی قدرت نہیں رکھتے الا ماشاء اللہ۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ﴾ (الانعام : ٥٠)

''کہہ دیجیے کہ میں تم سے نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ ہی میں غیب جانتا ہوں۔ اور میں تم سے نہیں کہتا کہ میں کوئی فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی وحی کی اتباع کرتا ہوں جو میری طرف کی جاتی ہے۔''

چنانچہ وہ پابندِ حکم ایک بندے ہیں۔ جس بات کا انہیں حکم دیا جاتا ہے اس کی اتباع کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ ''

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ إِنِّي لَا أَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُّجِيْرَنِي مِنَ اللّٰهِ أَحَدًا وَلَنْ أَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ (الانبیاء: ۲۲)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں تمہارے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ بھلائی کا۔ آپ (ﷺ) کہہ دیجیے کہ مجھ کو اللہ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پا سکتا ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف: ۸۸)

''آپ کہہ دیجیے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کر لیا کرتا اور کوئی مضرت بھی مجھ پر واقع نہ ہوتی۔ میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اس سے تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عبادت کا مستحق کوئی نہیں ہے نہ رسول اللہ ﷺ اور نہ کوئی ادنیٰ مخلوق اور یہ بھی کہ عبادت اللہ وحدہ ہی کے لیے روا ہے۔

﴿قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ (الانعام: ۱۶۲)

''کہہ دیجیے کہ میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میری موت اللہ رب العالمین کے لیے ہے جس کا کوئی شریک نہیں ہے۔ اسی کا میں حکم دیا گیا ہوں اور میں حکم ماننے والوں (مسلمانوں) میں سب سے آگے ہوں۔''

یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ رسول اللہ ﷺ کا حق یہ ہے کہ انہیں اسی مرتبہ پر رکھا جائے جس پر کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے فائز فرمایا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ اللہ کے بندے اور اس کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رسول ہیں۔صلوات اللہ وسلامہ علیہ۔

وَدَلِيْلُ الصَّلَاةِ، وَالزَّكَاةِ وَتَفْسِيْرُ التَّوْحِيْدِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾۔ (البينة: ٥)

نماز وزکوۃ کی دلیل۔توحید کی تفسیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:''اور ان کو یہی حکم ہوا کہ وہ اللہ کے واسطے بندگی کو خالص کر کے باطل سے رخ موڑ کر صرف اسی کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔''

شرح

یعنی اس بات کی دلیل کہ نماز اور زکوۃ دین ہی کا حصہ ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ﴾ (البينة: ٥)

''اور ان کو یہی حکم ہوا کہ وہ اللہ کے واسطے بندگی کو خالص کر کے باطل سے رخ موڑ کر صرف اسی کی عبادت کریں اور نماز قائم کریں اور زکوۃ ادا کریں اور یہی سیدھا دین ہے۔''

اس آیت میں عموم ہے جو کہ تمام قسم کی عبادتوں پر محیط ہے۔ چنانچہ انسان پر لازم ہے کہ وہ ان عبادات میں اللہ کے لیے خالص رہے، باطل سے رخ موڑے رہے اور اس کی شریعت کا متبع رہے۔

یہ عطف الخاص علی العام کی قبیل سے ہے، کیوں کہ اقامت نماز اور ادائیگی زکوۃ بھی عبادت ہی ہیں۔لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے دونوں کی اہمیت کے پیش نظر انہیں نمایاں طور پر بیان کیا ہے۔ اس لیے کہ نماز بدنی اور زکوۃ مالی عبادت ہے۔قرآن کریم میں ان دونوں کا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تذکرہ ساتھ ہی ساتھ آتا ہے۔

(اور یہی) یعنی خلوصِ اطاعت اور باطل سے ہٹ کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا۔

یعنی سیدھی ملت کا دین ہے جس میں کوئی کجی نہیں۔ کیوں کہ یہ اللہ عزوجل کا دین ہے اور اللہ عزوجل کا دین سیدھا ہوتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِیْ مُسْتَقِیْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِیْلِهٖ﴾ (الانعام: ۱۵۳)

''اور یہ کہ یہ دین میرا راستہ ہے جو کہ سیدھا ہے اس لیے اس راہ پر چلو اور دوسری راہوں پر مت چلو کہ وہ راہیں تم کو اس کی راہ سے جدا کر دیں گی۔''

اس آیت کریمہ میں جہاں عبادت، نماز اور زکوۃ کا تذکرہ پایا جاتا ہے وہیں توحید کی حقیقت کا بھی ذکر ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے شرک کی طرف میلان نہ رکھتے ہوئے اخلاص برتنا۔ چنانچہ جو اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص نہ برتے وہ موحد نہیں، اسی طرح جو اپنی عبادت غیر اللہ کے لیے کرے وہ بھی موحد نہیں ہے۔

وَدَلِیْلُ الصِّیَامِ قَوْلُهُ تَعَالَی: ﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَیْكُمُ الصِّیَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۸۳)

اور روزہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے: ''اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تمہارے اوپر روزہ واجب کر دیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر واجب کر دیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم متقی بنو۔''

شرح

یعنی اس کے وجوب کی دلیل یہ ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (البقرۃ: ۱۸۳)

''اے وہ لوگو جو ایمان لا چکے ہو تمہارے اوپر روزہ واجب کر دیا گیا ہے جس طرح ان لوگوں پر واجب کر دیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے، تاکہ تم متقی بنو۔''

اللہ تعالیٰ کے اس فرمان: ﴿كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ﴾ ''جس طرح ان لوگوں پر واجب کر دیا گیا تھا جو تم سے پہلے تھے'') میں چند فوائد ہیں:

اول۔ روزہ کی اہمیت: اس حیثیت سے کہ اللہ عزوجل نے اسے ہم سے پہلے کی امتوں پر بھی فرض فرمایا تھا یہ چیز اس بات کی دلیل ہے کہ روزہ سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہے، اور یہ ہر امت پر لازم رہا ہے۔

دوم۔ اس امت کے لیے آسانی: اس حیثیت سے کہ روزہ جس میں روحانی اور جسمانی مشقت بھی ہو سکتی تنہا اسی امت کو اس کا پابند نہیں بنایا گیا ہے۔

سوم: اس بات کا اشارہ کہ اللہ عزوجل نے اس امت پر اس کا دین مکمل کر دیا ہے۔ اس طرح کہ اس کو وہ تمام فضائل حاصل ہیں جو سابقہ امتوں کو حاصل تھے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے روزہ کی حکمت اس طرح بیان کی ہے کہ: ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ (یعنی ''تاکہ تم متقی بنو'')۔

یعنی اپنے روزوں اور تقویٰ کی خوبی سے جو روزہ کا لازمہ ہے، اللہ کے متقی بنو۔ اس فائدے کی طرف نبی ﷺ نے یوں اشارہ فرمایا ہے: ''جس نے جھوٹ بولنا اور اس کے مطابق عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو کوئی ضرورت نہیں کہ وہ اپنا کھانا پینا ترک کر دے۔''

وَدَلِيْلُ الحَجِّ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَ لِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَ مَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۷)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور حج کی دلیل یہ ہے:

''اور لوگوں کے ذمہ اللہ کا حق حج بیت اللہ ہے جو لوگ وہاں تک جا سکتے ہوں اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ جہاں والوں سے بے نیاز ہے۔''

شرح

یعنی اس کے وجوب کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حَجُّ الْبَيْتِ﴾ (آل عمران : ۹۷)

''اور لوگوں کے ذمہ اللہ کا حق حج بیت اللہ ہے۔''

یہ آیت ۹ھ میں نازل ہوئی تھی اور اسی کے ساتھ حج فرض ہو گیا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: (مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيْلًا ''یعنی جو لوگ وہاں تک جا سکتے ہوں'') اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ جو نہیں جا سکتا اس پر حج نہیں ہے۔

فرمان الٰہی: ﴿وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْنَ﴾ یعنی ''جو شخص منکر ہوا تو اللہ تمام جہان والوں سے بے نیاز ہے'') میں یہ دلیل ہے کہ جو بیت اللہ تک جا سکتا ہو اس کا حج نہ کرنا کفر ہے۔ لیکن جمہور علماء کے قول کے مطابق یہ کفر ایسا نہیں ہے کہ ملت سے خارج کر دے۔ کیوں کہ عبد اللہ بن شقیق کا قول ہے: ''اصحابِ رسول اللہ ﷺ ترکِ نماز کے علاوہ کسی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے۔''

الْمَرْتَبَةُ الثَّانِيَةُ: الْإِيْمَانُ ، وَهُوَ بِضْعٌ وَسَبْعُوْنَ شُعْبَةً ، فَاعْلَاهَا قَوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَدْنَاهَا اِمَاطَةُ الْاَذٰى عَنِ الطَّرِيْقِ ، وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ .

دوسرا مرتبہ ایمان ہے، اور اس کی زائد از ستر شاخیں ہیں سب سے اعلیٰ لا الہ الا اللہ کا کہنا اور ادنی راستے سے تکلیف دہ شئ کو ہٹانا ہے۔ حیا ایمان ہی کی ایک شاخ ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

شرح

یعنی دین کے مرتبوں میں سے۔لغوی طور پر ''ایمان'' کا معنی ہے تصدیق کرنا۔

اور شرعی طور پر ''ایمان'': دل سے اعتقاد، زبان سے ادائیگی اور اعضاء کے ذریعہ عمل کرنے کو کہتے ہیں۔''ایمان'' کی ستر سے زیادہ شاخیں۔

یہ زیادتی تین سے لے کر نو تک ممکن ہے۔

''شاخ'' کسی چیز کے جزء کو کہتے ہیں۔

یعنی تکلیف کو دور کرنا جیسے پتھر، کانٹا، ردی اشیاء، گندگی اور بدبودار جیسی تکلیف دہ چیزیں۔

''حیا'' ایک متأثر ہوجانے والی خوبی ہے جو شرم کی وجہ سے وجود میں آتی ہے اور آدمی کو غیر انسانی حرکات سے روکتی ہے۔

مؤلف رحمہ اللہ کی بات کہ: ''ایمان کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں''، اور اس بات کہ: ''ایمان کے چھ ارکان ہیں'' میں موافقت پیدا کرتے ہوئے ہم کہیں گے کہ: ''ایمان'' جو عقیدہ اور اعتقاد ہے اس کے چھ اصول ہیں جو کہ حدیثِ جبریل علیہ السلام میں یوں مذکور ہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا: ''ایمان یہ ہے کہ تم اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر ایمان و اعتقاد رکھو اور اچھی بری تقدیر پر ایمان رکھو۔'' (متفق علیہ)

اور وہ ''ایمان'' جو کہ اعمال اور اقسام اعمال کو شامل ہے اس کی ستر سے زیادہ شاخیں ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے نماز کو بھی ''ایمان'' کا نام دیا ہے، فرمایا کہ:

﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ﴾ (البقرہ: ۱۴۳)

''ایسا نہیں کہ اللہ تمہارا ایمان ضائع کردے۔''

مفسرین کہتے ہیں کہ یہاں ''ایمان'' سے مراد بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھی ہوئی تمہاری نمازیں ہیں، کیوں کہ صحابہ کرام کعبہ کی طرف رخ کرنے کا حکم دیئے جانے سے پہلے بیت المقدس ہی کی طرف رخ کرکے نماز ادا کرتے تھے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وَاَرْكَانُهُ سِتَّةٌ: اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ، وَكُتُبِهِ، وَرُسُلِهِ، وَالْيَوْمِ الآخِرِ، وَتُؤْمِنْ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ۔ وَالدَّلِيْلُ عَلَى هٰذِهِ الْاَرْكَانِ السِّتَّةِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَ لٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ﴾ (البقرة: ١٧٧)

وَدَلِيْلُ الْقَدْرِ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر: ٤٩)

اس کے چھ ارکان ہیں: یہ کہ تم اللہ پر ایمان لاؤ اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے پیغمبروں پر ایمان اور یوم آخر پر اور یہ کہ تم اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لاؤ۔ ان چھ ارکان پر دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''سارا کمال اسی میں نہیں کہ تم اپنا منہ مشرق کی طرف کرلو یا مغرب کو لیکن کمال تو یہ ہے کہ کوئی شخص اللہ پر یقین رکھے اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور کتابوں پر اور پیغمبروں پر۔''

اور تقدیر کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''ہم نے ہر چیز کو اندازے سے پیدا کیا۔''

شرح

''ایمان باللہ'' میں چار باتیں آتی ہیں:

اول:..... اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان:

اللہ تعالیٰ کے وجود پر فطرت، عقل، شرع اور محسوسات سبھی چیزیں دلالت کرتی ہیں:

١۔ ''فطرت کی دلالت'' یہ ہے کہ ہر مخلوق کی پیدائش فطرتاً اس انداز سے ہوئی ہے کہ وہ بغیر تعلیم اور تفکیر کے اپنے خالق پر ایمان رکھتا ہے۔ اس فطرت سے وہ اسی وقت منحرف ہوسکتا ہے جب کہ اس کے دل پر کوئی ایسی چیز طاری ہوجائے جو اسے فطرت سے پھیر دے، کیوں کہ نبی ﷺ کا ارشاد ہے: ''ہر بچہ فطرت کے مطابق ہی پیدا کیا جاتا ہے۔ وہ تو اس کے والدین ہیں جو اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا ڈالتے ہیں۔'' (بخاری)

٢۔ ''وجود باری تعالیٰ پر عقل کی دلالت'' یہ ہے کہ اگلی پچھلی تمام مخلوق کے لیے کسی ایسے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خالق کا ہونا ضروری ہے جس نے انہیں وجود بخشا ہے۔ کیوں کہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ مخلوق خود وجود پذیر ہوگئی ہو اور نہ یہ ممکن ہے کہ ان کا وجود غیر متوقع طور پر ہوگیا ہو۔ مخلوق خود وجود پذیر اس لیے نہیں ہوسکتی کہ کوئی بھی چیز اپنے آپ کی خالق نہیں ہوتی۔ کیوں کہ وہ اپنے وجود سے پہلے معدوم تھی، لہٰذا خالق کیسے ہوسکتی ہے؟

غیر متوقع طور پر اس کا وجود اس لیے نہیں ہوسکتا کہ ہر وجود پانے والے کے لیے ایک وجود دینے والا بھی ہونا چاہیے۔ اور اس لیے بھی کہ اس بے مثال، باہم مربوطِ نظم ونسق اور اسباب ومسببات نیز تمام کائنات کے درمیان مکمل ربط وضبط کے ساتھ مخلوقات کا وجود بالکلیہ انکار کرتا ہے کہ ان کا وجود غیر متوقع طور پر یوں ہی ہوگیا ہو۔ کیوں کہ جس کا وجود غیر متوقع طور پر ہوا ہو اس کا بنیادی طور پر کوئی نظام ہی نہیں ہوگا چنانچہ وہ اپنی بقاء اور ترقی پذیری میں پابندِ نظام کیوں کر ہوگا؟

لہٰذا جب یہ ممکن نہیں کہ مخلوقات خود اپنے وجود کی موجد ہوں، اور نہ ہی یہ ممکن ہے کہ ان کا وجود غیر متوقع طور پر ہو، اس لیے ثابت ہوگیا کہ کوئی نہ کوئی ان کا موجد ہے اور وہ اللہ رب العالمین ہے۔

اس عقلی دلیل اور قطعی ثبوت کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ طور میں یوں فرمایا ہے:

﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ﴾ (طور: ۳۵)

''کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں۔''

یعنی وہ بغیر خالق کے پیدا نہیں کئے گئے ہیں اور نہ انہوں نے خود کو پیدا کیا ہے۔ لہٰذا ان کے لیے خالق کا ہونا متعین ہوا اور وہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہے۔ اسی لیے جب جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے حالتِ شرک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ طور کی اس آیت کو پڑھتے ہوئے سنا کہ:

﴿أَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ أَمْ هُمُ الْخَالِقُوْنَ أَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ أَمْ عِنْدَهُمْ خَزَائِنَ رَبِّكَ أَمْ هُمُ الْمُسَيْطِرُوْنَ﴾ (طور: ۳۵۔ ۳۷)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''کیا یہ لوگ بغیر کسی خالق کے پیدا ہوگئے ہیں یا یہ خود اپنے خالق ہیں، یا انہوں نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے بلکہ یہ لوگ یقین نہیں لاتے۔ کیا ان لوگوں کے پاس آپ کے رب کے خزانے ہیں یا یہ لوگ حاکم ہیں۔''

تو کہا کہ ''قریب تھا کہ میرا دل پرواز کر جائے۔ اور یہی پہلا موقع تھا جب کہ ایمان میرے دل میں جاگزیں ہوا۔'' (بخاری) مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ایک مثال بیان کردیں جس سے کہ مسئلے کہ وضاحت ہوجائے گی:

فرض کرو تم سے کوئی آدمی ایک ایسے عظیم الشان محل کے بارے میں گفتگو کر رہا ہے جس کے چاروں طرف باغات ہیں، ان میں نہریں رواں ودواں ہیں، قالینوں اور مسندوں کی کمی نہیں، ہر طرح کی آرائش سے آراستہ ہے جو اس کے حسن میں چار چاند لگا رہی ہے۔ وہ شخص تم سے کہتا ہے کہ: اس محل اور اس میں پائی جانے والی تمام خوبیوں نے اپنے آپ کو خود پیدا کرلیا ہے یا یہ کہے کہ بغیر ایجاد کے غیر متوقع طور پر یہ خود وجود پا گئی ہیں تو یقیناً تم فوراً انکار کردو گے، خبر دینے والے کو جھٹلاؤ گے اور اس کی اس بات کو بیوقوفی شمار کرو گے۔ کیا اس کے بعد بھی کہا جاسکتا ہے کہ آسمان و زمین، افلاک و احوال اور بے مثال نمایاں انتظام والی وسیع کائنات نے اپنے آپ کو وجود دے دیا ہو؟ یا بغیر موجد کے غیر متوقع طور پر وجود پا گئی ہے؟

۳۔ ''وجود باری تعالیٰ پر شرعی دلالت'' یہ ہے کہ تمام آسمانی کتابیں اس بات کا اقرار کرتی ہیں۔ مخلوق کے حق میں جتنے مصلحت آمیز احکام ان کتابوں میں مذکور ہیں دلیل ہیں کہ وہ احکام ایسے رب کی جانب سے ہیں جو حکمت والا اور اپنی مخلوق کے مصالح کا جان کار ہے۔ ان کتابوں کی کائنات سے متعلق وہ تمام خبریں (حالات جن کے گواہ ہیں) اس بات کا دلیل ہیں کہ وہ خبریں ایسے رب کی طرف سے ہیں جو اپنی خبر کے مطابق ایجاد کرنے پر قادر ہے۔

۴۔ ''وجود باری تعالیٰ پر محسوسات کی دلالت'' دو طریقہ سے ہے:

اول: یہ کہ ہم دعا کرنے والوں کی اجابت اور پریشان حالوں کی مدد کے بارے میں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سنتے اور مشاہدہ کرتے رہتے ہیں جو کہ اللہ تعالیٰ کے وجود پر قطعی طور سے دلالت کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَنُوحًا إِذْ نَادَى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهُ﴾ (الانبیاء: ٧٦)

''اور نوح (کا تذکرہ کیجیے) جب کہ اس (زمانہ ابراہیمی) سے پہلے انہوں نے دعا کی تو ہم نے ان کی دعا قبول کی۔''

اور فرمایا:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ﴾ (الانفال: ٩)

''جب کہ تم لوگ اپنے رب سے سہارا طلب کر رہے تھے تو اس نے تمہاری سن لی۔''

''صحیح بخاری'' میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ: ''ایک دیہاتی جمعہ کے دن آیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے۔ اس نے کہا: یا رسول اللہ! دولت برباد ہوگئی، عیال بھوک کا شکار ہوگئے، ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔ آپ نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر دعا کی۔ چنانچہ پہاڑوں کے مانند بادل امنڈ پڑے۔ آپ اپنے منبر سے اترے بھی نہیں تھے کہ میں نے آپ کی داڑھی سے بارش ٹپکتی دیکھی۔ وہی دیہاتی یا کوئی اور شخص دوسرے جمعہ کو بھی اٹھا اور کہا: یا رسول اللہ! بنیاد گر گئی، دولت ڈوب گئی، ہمارے لیے اللہ سے دعا کیجیے۔ آپ نے دونوں ہاتھ اٹھا کر فرمایا: ''اے اللہ! ہمارے اردگرد، ہم پر نہیں۔'' اس کے بعد آپ جدھر بھی اشارہ فرماتے وہاں سے بادل چھٹ جاتے۔''

صدق دل کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رخ کرنے والے اور اجابت کی شرائط کے مطابق دعا کرنے والوں کی دعاؤں کی مقبولیت کا ہم آج بھی مشاہدہ کرتے رہتے ہیں۔

دوم: یہ کہ انبیاء کرام کی نشانیاں جنہیں معجزات کہتے ہیں اور جن کا لوگ مشاہدہ کرتے یا سنتے ہیں، وہ انبیاء کی بھیجنے والی ذات کے وجود کی قطعی دلیل ہیں۔ اور وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے، کیوں کہ معجزات ایسے معاملات ہیں جو انسانی دائرہ اختیار سے باہر ہیں۔ انہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید ونصرت کی غرض سے ظاہر فرماتا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اس کی مثال موسیٰ علیہ السلام کی نشانی اور ان کا معجزہ ہے۔ جب کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنے عصا سے سمندر کو ماریں، چنانچہ انہوں نے مارا تو سمندر بارہ خشک راستوں میں ایسے تبدیل ہوگیا کہ پانی پہاڑ کی طرح راستوں کے درمیان آ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَأَوْحَيْنَا إِلَىٰ مُوسَىٰ أَنِ اضْرِب بِّعَصَاكَ الْبَحْرَ فَانفَلَقَ فَكَانَ كُلُّ فِرْقٍ كَالطَّوْدِ الْعَظِيمِ ۝﴾ (شعراء: ٦٣)

''پھر ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ اپنے عصا کو سمندر پر مارو چنانچہ وہ پھٹ گیا اور ہر حصہ بڑے پہاڑ جیسا ہوگیا۔''

دوسری مثال عیسیٰ علیہ السلام کا معجزہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردوں کو زندہ کر دیتے اور انہیں ان کی قبروں سے نکال دیتے تھے۔ ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَأُحْيِي الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ (آل عمران: ٤٩)

''اور میں مردوں کو اللہ کے حکم سے حیات دیتا ہوں''

اور فرمایا:

﴿وَإِذْ تُخْرِجُ الْمَوْتَىٰ بِإِذْنِي﴾ (المائدہ: ١١)

''اور جب کہ تم مردوں کو میرے حکم سے نکال کھڑا کرتے تھے۔''

تیسری مثال محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے، جب کہ ان سے قریش نے کسی نشانی کا مطالبہ کیا تھا تو آپ نے چاند کی طرف اشارہ فرمایا اور وہ دو حصوں میں تقسیم ہوگیا اور لوگوں نے اسے دیکھا۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿اقْتَرَبَتِ السَّاعَةُ وَانشَقَّ الْقَمَرُ ۝ وَإِن يَرَوْا آيَةً يُعْرِضُوا وَيَقُولُوا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ ۝﴾ (القمر: ١-٢)

''قیامت نزدیک آ پہنچی اور چاند تقسیم ہوگیا۔ اور یہ لوگ اگر کوئی معجزہ دیکھتے ہیں تو ٹال دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو ہے جو ابھی ختم ہوا ہے۔''

چنانچہ یہ معروف اور محسوس نشانیاں، جنہیں اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کی تائید و نصرت میں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ظاہر فرماتا ہے، قطعی طور پر اس کے وجود پر دلالت کرتی ہیں۔

دوم:.....اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان:

یعنی یہ کہ وہی تنہا رب ہے، اس کا نہ کوئی شریک ہے نہ مددگار۔

''رب'' اس ذات کو کہتے ہیں جس کو قوتِ خلق، بادشاہی اور فرماں روائی حاصل ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی خالق نہیں، اس کے علاوہ کوئی بادشاہ نہیں اور اس کے علاوہ کسی کا حکم نہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''یاد رکھو اللہ ہی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔''

اور فرمایا:

﴿ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ﴾ (فاطر: ١٣)

''یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے، اسی کی سلطنت ہے اور اس کے سوا جن کو تم پکارتے ہو وہ تو کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی اختیار نہیں رکھتے۔''

نہیں جانا جاتا کہ مخلوق میں سے کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا انکار کرتا ہو۔ ہاں خود سر اور بداعتقاد ضرور انکار کرتا ہے جیسا کہ فرعون نے کیا تھا۔ اس نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿أَنَا رَبُّكُمُ الْأَعْلٰى﴾ (النازعات: ٢٤)

''میں تمہارا رب اعلیٰ ہوں۔''

اور کہا تھا:

﴿يَا أَيُّهَا الْمَلَأُ مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ إِلٰهٍ غَيْرِي﴾ (القصص: ٣٨)

''اے اہل دربار مجھ کو تمہارا اپنے سوا کوئی معبود معلوم نہیں ہوتا۔''

لیکن یہ عقیدے کی رو سے نہیں تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ (النمل: ١٤)

''اور ظلم اور تکبر کی وجہ سے ان کے منکر ہوگئے حالانکہ ان کے دلوں نے ان کا یقین کرلیا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کے بیان کے مطابق موسیٰ علیہ السلام نے فرعون سے کہا تھا:

﴿قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ بَصَآئِرَ وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّكَ یٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ١٠٢)

''تو خوب جانتا ہے کہ یہ آسمان اور زمین کے پروردگار نے بھیجے ہیں جو کہ بصیرت کے لیے کافی ذرائع ہیں اور میرے خیال میں اے فرعون ضرور تیری کم بختی آ گئی ہے۔''

اسی لیے مشرکین شرک فی الالوہیۃ کے ساتھ اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِیْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ قُلْ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَیْءٍ وَّهُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ سَیَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ﴾ (المومنون: ٨٤۔ ٨٩)

''آپ کہہ دیجیے کہ یہ زمین اور جو اس پر رہتے ہیں کس کے ہیں اگر تم کو کچھ خبر ہے وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کی ہیں، تو کہیے کہ پھر کیوں نہیں غور کرتے۔ آپ یہ بھی کہیے کہ ان سات آسمانوں کا مالک اور عالی شان عرش کا مالک کون ہے، وہ ضرور یہی کہیں گے کہ اللہ کا ہے، آپ کہیے کہ پھر تم کیوں نہیں ڈرتے، آپ یہ بھی کہیے کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں تمام چیزوں کا اختیار ہے اور وہ پناہ دیتا ہے اور اس کے مقابلے میں کوئی کسی کو پناہ نہیں دے سکتا اگر تم کو کچھ خبر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے۔ وہ ضرور یہی کہیں گے کہ یہ سب صفتیں اللہ ہی کی ہیں آپ کہیے کہ پھر تم کو کیسا خبط ہو رہا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ۝﴾ (الزخرف: ۹)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں گے کہ آسمان و زمین کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور یہی کہیں گے کہ ان کو زبردست، جاننے والے نے پیدا کیا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَأَلْتَهُمْ مَنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَأَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ۝﴾

(الزخرف: ۸۷)

''اور اگر آپ ان سے پوچھیں کہ انہیں کس نے پیدا کیا ہے تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، پھر کدھر الٹے جاتے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ کا حکم تکوینی اور شرعی دونوں حکموں کو شامل ہے، چنانچہ وہ جس طرح کائنات کا مدبر اور اس میں اپنی حکمت کے مطابق جیسا چاہے فیصلہ کرنے والا ہے اسی طرح اپنی حکمت کے مطابق طریقۂ عبادات اور احکامِ معاملات کا قانون بھی بنانے والا ہے۔ لہٰذا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو عبادت کا قانون ساز یا معاملات کا حاکم سمجھتا ہے وہ اس کے ساتھ شرک کرتا ہے، ایمان کا ثبوت نہیں دیتا۔

سوم:.....اللہ تعالیٰ کی الوہیت پر ایمان:

یعنی (یہ کہ وہ تنہا معبود برحق ہے اس کا کوئی شریک نہیں)۔ ''معبود'' اس کو کہتے ہیں جس کو محبت اور تعظیم میں پوجا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ۝﴾ (البقرہ: ۱۶۳)

''اور تمہارا معبود ایک معبود ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) رحمان و

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رحیم ہے۔''

اور فرمایا:

﴿شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ وَ اُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝﴾ (آل عمران: ١٨)

''گواہی دی اللہ نے اس کی کہ بجز اس کے کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں اور فرشتوں نے بھی اور اہل علم نے بھی۔ اور معبود بھی وہ اس شان کا ہے کہ اعتدال کے ساتھ انتظام رکھنے والا ہے اس کے سوا کوئی معبود ہونے کے لائق نہیں وہ زبردست، حکمت والا ہے۔''

ہر وہ معبود جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کو چھوڑ کر پوجے جانے کے لیے اختیار کیا گیا ہو اس کی الہیت باطل ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَ اَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝﴾ (الحج: ٦٢)

''یہ اس سبب سے ہے کہ اللہ ہی حق ہے اور اس کے سوا جن لوگوں کی یہ عبادت کر رہے ہیں وہ بالکل ہی باطل ہے اور اللہ ہی عالی شان اور (سب سے) بڑا ہے۔''

ان کا نام ''الٰہ'' اور ''معبود'' رکھ لینا انہیں الوہیت کا حق نہیں عطا کر دیتا۔ اللہ تعالیٰ نے لات اور عزیٰ کے متعلق فرمایا ہے:

﴿اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ۝﴾ (النجم: ٢٣)

''یہ صرف نام ہی نام ہیں جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے اللہ نے جن کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔''

اور ہود علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا تھا:

﴿اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بِهَا مِنْ سُلْطَانٍ﴾ (الانبیاء: ۷۱)

''کیا تم مجھ سے ایسے ناموں کے سلسلے میں جھگڑتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے۔ اللہ نے جن کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔''

اور یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے کہ انہوں نے دو قیدی ساتھیوں سے کہا تھا:

﴿ءَ اَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ﴾ (یوسف: ۳۹۔۴۰)

''متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا۔ تم لوگ اس کو چھوڑ کر صرف چند ناموں کی عبادت کرتے ہو۔ جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے رکھ لیا ہے اللہ نے جن کی کوئی دلیل نہیں بھیجی۔''

یہی وجہ ہے کہ تمام انبیاء و رسل علیہم السلام اپنی قوموں سے کہا کرتے تھے:

﴿اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ﴾ (الاعراف: ۵۹)

''اللہ کی عبادت کرو، اس کے علاوہ تمہارا کوئی معبود نہیں۔''

لیکن مشرکین نے اس کا انکار کر دیا اللہ تعالیٰ کے علاوہ معبود بنا لیے جنہیں وہ اللہ کے ساتھ پوجتے، ان سے مدد کے طالب ہوتے اور سہارا مانگتے تھے۔

مشرکین کی طرف سے ان معبودوں کے اختیار کرنے کو اللہ تعالیٰ نے دو عقلی دلیلوں سے باطل قرار دیا ہے:

اول: ان کے اختیار کردہ معبودوں میں الوہیت کی کوئی خصوصیت نہیں ہے، کیوں کہ وہ مخلوق ہیں پیدا کرنے کی قدرت نہیں رکھتے، نہ اپنے پجاریوں کو کوئی فائدہ پہنچا سکتے ہیں، نہ ان کی کسی تکلیف کو دور کر سکتے ہیں، نہ زندگی اور موت کے مالک ہیں اور نہ آسمان میں ان کو کچھ ملکیت حاصل ہے اور نہ ہی شرکت۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا﴾ (الفرقان : ۳)

''ان لوگوں نے اس کو چھوڑ کر ایسے معبود اختیار کر لیے ہیں جو کسی چیز کے خالق نہیں اور وہ خود مخلوق ہیں۔ اور خود اپنے لیے نہ کسی نقصان کا اختیار رکھتے ہیں نہ کسی نفع کا اور نہ موت کا اور نہ حیات کا اور نہ دوبارہ زندگی کا۔''

اور فرمایا:

﴿قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ وَمَا لَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَا لَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ۝ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ﴾ (سبا : ۲۲۔۲۳)

''آپ کہہ دیجیے کہ جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) سمجھتے ہو ان کا پکارو۔ وہ ذرہ برابر اختیار نہیں رکھتے۔ نہ آسمانوں میں نہ زمین میں اور نہ ان کی دونوں میں کوئی شرکت ہے اور نہ ان میں سے کوئی اس کا مددگار ہے اور اس کے سامنے سفارش کسی کے لیے کام نہیں آتی مگر اس کے لیے جس کی نسبت وہ اجازت دے دے۔''

اور فرمایا:

﴿اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۝ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ﴾ (الاعراف : ۱۹۱۔ ۱۹۲)

''کیا وہ ایسوں کو شریک ٹھہراتے ہیں جو کسی چیز کو نہ بنا سکیں اور خود ہی بنائے جاتے ہوں اور وہ ان کو کسی قسم کی مدد نہیں دے سکتے اور وہ خود اپنی بھی مدد نہیں کر سکتے۔''

جب ان معبودوں کا یہ حال ہے تو ان کو معبود بنانا انتہائی بیوقوفی اور بالکل غلط ہے۔

دوم: مشرکین اقرار کرتے ہیں کہ اللہ وحدہ ہی رب ہے، خالق ہے، اسی کے ہاتھ میں ہر چیز کی ملکیت ہے، وہی پناہ دیتا ہے، اس کے مقابلے میں پناہ نہیں دی جا سکتی۔ تو یہ اقرار

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انہیں پابند کرتا ہے کہ الوہیت میں بھی اس کو تنہا جانیں جیسے کہ ربوبیت میں جانتے ہیں، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ٥ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ٥﴾ (البقرہ: ۲۱-۲۲)

''اے لوگو عبادت کرو اپنے اس پروردگار کی جس نے تم کو پیدا کیا اور ان لوگوں کو بھی جو تم سے پہلے گزر چکے ہیں عجب نہیں کہ تم دوزخ سے بچ جاؤ، جس نے بنایا تمہارے لیے زمین کو فرش اور آسمان کو چھت اور برسایا آسمان سے پانی، پھر نکالا اس سے پھلوں کی غذا تم لوگوں کے واسطے۔ پس اب تو مت ٹھہراؤ اللہ کے مقابل اور تم جانتے بوجھتے ہو۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ٥﴾

(الزخرف: ۸۷)

''اگر آپ ان سے پوچھیں کہ ان کو کس نے پیدا کیا ہے تو یہی کہیں گے کہ اللہ نے سو یہ لوگ کدھر الٹے جاتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ٥ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ٥﴾

(یونس: ۳۱-۳۲)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''آپ کہیے کہ وہ کون ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق پہنچاتا ہے یا وہ کون ہے جو کانوں اور آنکھوں پر اختیار رکھتا ہے اور وہ کون ہے جو جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور بے جان کو جاندار سے نکالتا ہے اور وہ کون ہے جو تمام کاموں کی تدبیر کرتا ہے، تو وہ ضرور کہیں گے کہ اللہ، تو کہئے کہ پھر کیوں نہیں پرہیز کرتے۔ سو یہ اللہ تمہارا رب حقیقی ہے، پھر حق کے بعد سوائے گمراہی کے کیا رہ گیا۔ پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو۔''

چہارم:.....اللہ تعالیٰ کے اسماء وصفات پر ایمان:

یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے لیے ان ہی اسماء اور صفات کو شان الٰہی کے مطابق ثابت ماننا جو قرآن اور حدیث میں وارد ہیں۔ نہ تحریف ہو، نہ بے دخلی، نہ کیفیت بیانی ہو نہ مثال سازی۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿وَ لِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا وَ ذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الاعراف: ۱۸۰)

''اور اچھے اچھے اسماء، (نام) اللہ ہی کے ہیں سو ان ناموں سے اسی کو موسوم کیا کرو، اور ایسے لوگوں سے تعلق بھی نہ رکھو جو اس کے ناموں سے کج روی اختیار کرتے ہیں۔ ان لوگوں کو ان کے کئے کی ضرور سزا ملے گی۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ (النحل: ۶۰)

''اور اسی کے لیے تو بڑے اعلیٰ درجہ کی صفات ثابت ہیں اور وہ بڑا زبردست، حکمت والا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَّهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ (الشوریٰ: ۱۱)

''کوئی چیز اس کے مثل نہیں اور وہی ہر بات کا سننے والا دیکھنے والا ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اسماء وصفات کے معاملے میں دو فرقے گمراہ ہوئے ہیں:

پہلا فرقہ ''معطلہ'' کا ہے جنہوں نے تمام یا بعض اسماء وصفات سے اللہ تعالیٰ کو بے دخل کر دیا ہے، یہ سمجھ کر کہ اللہ تعالیٰ کے لیے ان کا اثبات تشبیہ سازی، یعنی اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ کرنا ہے۔ یہ نظریہ بہ چند اسباب باطل ہے۔

اول: اس نظریے سے کلام الٰہی میں تناقص جیسا باطل نتیجہ لازم آتا ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کے لیے اسماء وصفات ثابت کئے ہیں اور اس بات کی نفی کی ہے کہ اس کے مثل کوئی چیز ہو۔ پس اگر ان کا اثبات تشبیہ سازی کو مستلزم ہے تو کلام الٰہی میں تناقص اور اس کے بعض کلام سے دوسرے کی تکذیب لازم آتی ہے۔

دوم: اسم اور صفت میں دو چیزوں کے متحد ہوجانے سے دونوں چیزوں کا ایک جیسا ہوجانا لازم نہیں آتا۔ تم دو اشخاص کو دیکھتے ہو کہ دونوں انسان ہیں، سنتے، دیکھتے اور بولتے ہیں۔ لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ دونوں کی انسانیت، سننا، دیکھنا اور بولنا ایک جیسا ہو، اسی طرح حیوانوں کو دیکھو کہ ان کے اگلے پچھلے پیر اور آنکھیں ہیں۔ لیکن اس اتحاد سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان کے پیر اور آنکھیں ایک جیسی ہوں۔

جب مخلوقات کے متحدہ ناموں اور صفتوں میں یہ فرق ظاہر ہے تو خالق اور مخلوق کے درمیان یہ فرق بہت واضح اور بڑا ہوگا۔

دوسرا فرقہ ''مشبہہ'' کا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مخلوق کے مشابہ کرتے ہوئے اسماء وصفات ثابت کرتا ہے، یہ سمجھ کر کہ یہی نصوص کی دلالت کا تقاضہ ہے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو ان کے فہم کے مطابق ہی مخاطب کرتا ہے۔ یہ نظریہ بھی بہ چند وجوہ باطل ہے:

اول: اللہ تعالیٰ کی اس کی مخلوق سے مشابہت ایک امر باطل ہے، جسے عقل اور شرع دونوں باطل قرار دیتے ہیں، اور قرآن وحدیث کے بیانات کا منشا ایک امر باطل ہو، یہ ناممکن ہے۔

دوم: اصل معنی کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو ان کے فہم کے مطابق

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مخاطب کیا ہے۔لیکن حقیقت جو اس معنی میں پائی جاتی ہے وہ اس ذات اور صفات سے متعلق ایک ایسی چیز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔

چنانچہ جب وہ اپنی ذات کے لیے ثابت کرتا ہے کہ وہ "سمیع" (سننے والا) ہے تو ''سننے'' کا اصل معنی تو معلوم ہے کہ ''آواز کو محسوس کر لینا'' سننا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے سننے کے تعلق سے سننے کی کیفیت نامعلوم ہے۔ کیوں کہ سننے کی حقیقت جب مخلوقات تک میں جدا ہے تو خالق اور مخلوق کے درمیان جدا جدا ہونا تو انتہائی واضح ہوگا۔

جب اللہ تعالیٰ اپنے بارے میں خبر دیتا ہے کہ وہ اپنے ''عرش پر مستوی'' ہے، تو ''مستوی'' ہونے کا اصل معنی تو معلوم ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے تعلق سے اس کے ''عرش پر مستوی'' ہونے کی حقیقت نامعلوم ہے۔ چوں کہ مخلوق کا مستوی ہونا اور بیٹھنا مختلف طرح کا ہوتا ہے۔ چنانچہ اپنی جگہ پر جمی ہوئی کسی کرسی پر بیٹھنا کسی بد کے ہوئے اڑیل اونٹ کے کجاوے پر بیٹھنے کی طرح نہیں، تو چونکہ مخلوق کے حق میں یہ حقیقت طرح طرح کی ہوتی ہے اس لیے خالق اور مخلوق کے درمیان یہ فرق نہایت واضح اور عظیم ہوگا۔

ہمارے بیان کئے ہوئے طریقہ کے مطابق اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ایک مؤمن کو چند بڑے فائدے پہنچاتا ہے:

اول: توحید الٰہی کا تحقق کہ غیر اللہ سے امید، خوف اور عبادت کا سلسلہ ہی منقطع ہو جاتا ہے۔

دوم: اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات اعلیٰ کے پیش نظر اس سے انتہائی محبت اور غایت درجہ کی تعظیم پیدا ہو جاتی ہے۔

سوم: اس کے احکام کی پابندی اور ممنوعات سے دامن کشی کے ذریعہ اس کی عبادت کا تحقق ہوتا ہے۔

''فرشتے'' ایک غیبی عالم ہیں، مخلوق ہیں، اللہ تعالیٰ کے عبادت گزار ہیں، ان کو ربوبیت اور الوہیت کی کوئی خصوصیت حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں نور سے پیدا کیا ہے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اوران کواپنے حکم کی کامل اطاعت اوراس حکم کو نافذ کرنے کی قوت عطا فرمائی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ مَنْ عِنْدَهٗ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَ لَا يَسْتَحْسِرُوْنَ۝ يُسَبِّحُوْنَ الَّيْلَ وَ النَّهَارَ لَا يَفْتُرُوْنَ۝﴾ (الانبیاء: ۱۹۔۲۰)

''اور جو اللہ کے نزدیک ہیں وہ اس کی عبادت سے عار نہیں کرتے اور نہ تھکتے ہیں، شب و روز تسبیح کرتے ہیں موقوف نہیں کرتے۔''

وہ اتنی کثیر تعداد میں ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہی انہیں شمار کرسکتا ہے۔صحیحین میں قصۂ معراج کی بابت انس رضی اللہ عنہ کی بیان کردہ حدیث سے ثابت ہے کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے آسمان میں بیت معمور دکھایا گیا جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔جب نکل جاتے ہیں تو اپنے آخر وقت تک وہاں واپس نہیں آتے۔''

''فرشتوں پر ایمان'' میں چار باتیں آتی ہیں:

اول: ان کے وجود پر ایمان۔

دوم: جن فرشتوں کے ہم نام جانتے ہیں ان پر نام بنام ایمان لانا، جیسے جبریل، اور جن کا نام نہیں جانتے ان پر اجمالاً ایمان لانا۔

سوم: فرشتوں کی ان صفتوں پر ایمان لانا جنہیں ہم جانتے ہیں، جیسے جبریل کی صفت۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ہے کہ ''انہوں نے جبریل کو اسی صفت اور حالت میں دیکھا ہے جس صفت اور حالت میں وہ پیدا کئے گئے ہیں۔ان کے چھ سو پر تھے جنہوں نے افق کو ڈھک رکھا تھا۔''

اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتہ آدمی کی شکل اختیار کرسکتا ہے جیسا کہ جبریل علیہ السلام نے اس وقت کیا تھا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مریم علیہا السلام کے پاس بھیجا تھا اور انہوں نے ان کے لیے ایک مناسب آدمی کی شکل اختیار کر لی تھی۔اسی طرح جب وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے جب کہ آپ اپنے صحابہ کے ساتھ تشریف فرما تھے تو وہ ایک ایسے آدمی کی شکل میں آئے تھے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی کالے تھے، ان کے اوپر سفر کا نام ونشان بھی نہ تھا اور نہ ان کو کوئی صحابی پہچانتا تھا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گئے، اپنے گھٹنوں کو آپ کے گھٹنے سے ملا دیا، اپنی ہتھیلیوں کو رانوں پر رکھ لیا، اور نبی ﷺ سے اسلام، ایمان، احسان، قیامت اور علامتِ قیامت کے بارے میں سوالات کئے اور نبی ﷺ نے انہیں جوابات دیئے، پھر وہ چلے گئے۔ بعد میں نبی ﷺ نے فرمایا تھا کہ: ''یہ جبریل تھے جو تمہارے پاس تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔'' (مسلم)

اور ایسے ہی وہ فرشتے بھی آدمیوں کی شکل میں تھے جنہیں اللہ تعالیٰ نے ابراہیم اور لوط علیہما السلام کے پاس بھیجا تھا۔

چہارم: ان کے اعمال پر ایمان لانا جنہیں وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں، جیسے کہ اس کی تسبیح، رات دن بلا انقطاع اور بلا بے زاری اس کی عبادت۔

بعض فرشتوں کے خصوصی اعمال ہیں:

جیسے کہ وحی الٰہی کے امین جبریل۔ اللہ تعالیٰ انہیں وحی دے کر انبیاء و رسل کے پاس بھیجتا ہے۔ اور جیسے کہ میکائیل۔ جنہیں بارش اور ہریالی کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

اور جیسے کہ اسرافیل۔ جنہیں قیام قیامت کے وقت صور میں پھونک مارنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

اور جیسے کہ ملک الموت: جنہیں موت کے وقت روح قبض کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔

اور جیسے کہ مالک۔ جو جہنم کے ذمہ دار خازن ہیں۔

اور جیسے کہ وہ فرشتے جنہیں رحم مادر کے بچوں کی ذمہ داری سونپی گئی ہے۔ جب ماں کے پیٹ میں انسان کے چار مہینے مکمل ہوجاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف ایک فرشتہ یہ حکم دے کر بھیجتا ہے کہ وہ اس کا رزق، اس کی عمر اور اس کا عمل لکھ دے اور یہ بھی لکھ دے کہ وہ نیک بخت ہوگا یا بد بخت۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور جیسے کہ وہ فرشتے جنہیں بنی آدم کے اعمال محفوظ کر لینے اور انہیں لکھ لینے کا ذمہ دار بنایا گیا ہے۔ ہر شخص کے لیے دو فرشتے مقرر ہیں، ایک دائیں دوسرا بائیں۔

اور جیسے کہ وہ فرشتے جنہیں میت سے سوال کرنے کا کام سونپا گیا ہے۔ جب میت قبر میں رکھ دی جاتی ہے تو اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو میت سے اس کے رب، اس کے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔

''ایمان بالملائکہ سے چند بڑے فائدے'' سامنے آتے ہیں، مثلاً:

اول: اللہ تعالیٰ کی عظمت، قوت، اور سلطنت کا علم ہوتا ہے کیوں کہ مخلوق کی عظمت خالق کی ہی عظمت ہے۔

دوم: انسان کے اوپر اللہ تعالیٰ کی عنایات کے تئیں شکر گزاری کا جذبہ ابھرتا ہے کہ اس نے ایسے ایسے فرشتے مقرر فرمائے ہیں جو ان کی حفاظت کرتے ہیں، ان کے اعمال لکھتے ہیں اور بہت سے دوسرے انسانی مفادات کی ذمہ داری نبھاتے ہیں۔

سوم: فرشتوں سے اس بات پر محبت پیدا ہوتی ہے کہ وہ عبادت الٰہی میں مشغول ہیں۔

بعض گمراہوں نے فرشتوں کے جسمانی وجود سے انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ مخلوق کے اندر مخفی خیر کی قوت کو ملائکہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ نظریہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور اجماع امت کی تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۝﴾ (فاطر: ۱)

''تمام تر حمد اللہ کو لائق ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے، جو فرشتوں کو پیغام رساں بنانے والا ہے جن کے دو دو، تین تین، چار چار پر دار بازو ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا الْمَلٰٓئِكَةُ يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَدْبَارَهُمْ﴾ (الانفال: ۵۰)

''اور اگر آپ دیکھیں جب کہ فرشتے ان کافروں کی جان قبض کرتے جاتے ہیں، ان کے منہ پر اور ان کی پیٹھوں پر مارتے جاتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ (الانعام: ۹۳)

''اور اگر آپ دیکھیں جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے کہ اپنی جانیں نکالو۔''

اور فرمایا:

﴿حَتّٰٓى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّكُمْ قَالُوا الْحَقَّ وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ۝﴾ (سبا: ۲۳)

''یہاں تک کہ جب ان کے دلوں سے گھبراہٹ دور ہو جاتی ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتے ہیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا حکم فرمایا، وہ کہتے ہیں کہ حق بات کا حکم فرمایا اور وہ عالی شان سب سے بڑا ہے۔''

اور اہل جنت کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۝ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ۝﴾ (الرعد: ۲۳-۲۴)

''اور فرشتے ان کے پاس ہر دروازے سے آتے ہوں گے (اور یہ کہتے ہوں گے) کہ تم صحیح سلامت رہو گے بدولت اس کے کہ تم (دین حق پر) مضبوط رہے تھے سو اس جہان میں تمہارا انجام بہت اچھا ہے۔''

''صحیح بخاری'' میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ جب بندے کو محبوب بنا لیتا ہے تو جبریل کو پکارتا ہے کہ بے شک اللہ نے فلاں کو محبوب بنا لیا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہے، تم بھی اسے محبوب بناؤ۔ چنانچہ جبریل بھی اسے محبوب بنا لیتے ہیں۔ پھر جبریل آسمان والوں میں اعلان کرتے ہیں کہ بے شک اللہ نے فلاں کو محبوب بنا لیا ہے، تم لوگ بھی اسے محبوب بناؤ۔ چنانچہ آسمان والے بھی اس کو محبوب بنا لیتے ہیں۔ پھر زمین میں اس شخص کے لیے مقبولیت مقدر کر دی جاتی ہے۔''

''بخاری شریف'' ہی میں انہیں سے مروی ہے۔ انہوں نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب جمعہ کا دن آتا ہے تو مسجد کے ہر دروازے پر فرشتے یکے بعد دیگرے داخل ہونے والوں کا نام درج کرتے رہتے ہیں۔ جب امام (منبر پر) بیٹھ جاتا ہے تو رجسٹر بند کر دیتے ہیں اور آ کر خطبہ سننے لگتے ہیں۔''

یہ بیانات صریح ثبوت ہیں کہ فرشتے جسمانی وجود رکھتے ہیں نہ یہ کہ ان سے مراد معنوی قوتیں ہیں جیسا کہ گمراہوں کا نظریہ ہے۔ انہیں نصوص و بیانات کے مطابق مسلمانوں کا اجماع ہے۔

''کتاب'' مکتوب (لکھی ہوئی چیز) کے معنی میں ہے۔

یہاں وہ ''کتابیں'' مراد ہیں جنہیں اللہ نے مخلوق پر کرم فرماتے ہوئے ان کی ہدایات کے لیے اپنے رسولوں پر نازل فرمایا تھا تاکہ ان کے ذریعہ سے وہ اپنی دینی و دنیوی خوش بختی حاصل کر سکیں۔

''ایمان بالکتب'' (کتابوں پر ایمان'') میں چار چیزیں آتی ہیں:

اول: اس بات پر ایمان کہ ان کا نزول حقیقتاً اللہ تعالی کی طرف سے ہوا ہے۔

دوم: جن کتابوں کے نام معلوم ہیں ان پر نام بنام ایمان لانا۔ جیسے قرآن جو محمد ﷺ پر نازل ہوا۔ توریت جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، انجیل جو عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی، اور زبور جو داود علیہ السلام کو عطا کی گئی۔ جن کتابوں کے نام ہم نہیں جانتے ان پر ہم اجمالاً ایمان لائیں گے۔

سوم: ان میں بیان کی گئی سچی خبروں کی تصدیق۔ جیسے قرآن کی خبریں اور سابقہ ان کتابوں کی خبریں جو تحریف و تبدیلی سے پاک ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چہارم: ان کتابوں کے ان احکام کے مطابق عمل کرنا جو منسوخ نہیں ہیں، انہیں قبول وتسلیم کرنا۔ چاہے ہم ان کی حکمت سمجھ سکیں۔ یا نہ سمجھ پائیں۔ سابقہ تمام کتابیں قرآن عظیم کے ذریعہ منسوخ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ﴾ (المائدہ: ٤٨)

''اور ہم نے یہ کتاب آپ کے پاس بھیجی ہے جو خود بھی صدق کے ساتھ موصوف ہے اور اس سے پہلے جو کتابیں ہیں ان کی بھی تصدیق کرتی ہے اور ان پر غالب ہے۔''

("مهيمنا عليه") کا معنی ہے ("حاكما عليه") یعنی ''ان پر غلبہ رکھنے والا'' (مراد ہے احکام میں)۔

اس بنیاد پر سابقہ کتابوں کے کسی بھی حکم پر عمل اسی وقت ہوگا جب کہ وہ صحیح طور پر ثابت ہو اور قرآن نے اسے برقرار رکھا ہو۔

''ایمان بالکتب'' سے چند عظیم فائدے حاصل ہوتے ہیں:

اول: اس بات کا یقین حاصل ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اپنے بندوں پر کتنی عنایتیں ہیں۔ وہ اس طرح کہ اس نے ہر قوم کے لیے ایک ایسی کتاب نازل فرمائی ہے جس کے ذریعہ وہ انہیں ہدایت دیتا ہے۔

دوم: یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ شریعت الٰہی حکمت کے ساتھ ہے۔ وہ اس طرح کہ اس نے ہر قوم کے لیے ان کے مناسبِ حال ہی شریعت بنائی ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا﴾ (المائدہ: ٤٨)

''تم میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے خاص شریعت اور خاص طریقہ تجویز کیا تھا۔''

سوم: اس سلسلے میں نعمت الٰہی کا شکر۔

جو تبلیغ کے لیے بھیجا جائے اس کو ''رسول'' اور ''پیغمبر'' کہتے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یہاں وہ شخص مراد ہے جس پر وحی کے ذریعہ کوئی شریعت نازل کی گئی ہو اور اسے اس کی تبلیغ کا حکم دیا گیا ہو۔ سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور آخری محمد ﷺ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْ بَعْدِهٖ﴾

(النساء: ١٦٣)

''ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی۔''

''صحیح بخاری'' میں انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیثِ شفاعت میں آیا ہے کہ نبی ﷺ نے ذکر فرمایا: ''لوگ اپنی سفارش کے لیے آدم کے پاس آئیں گے تو وہ ان سے معذرت کر دیں گے اور کہیں گے: اللہ کے بھیجے ہوئے سب سے پہلے رسول نوح کے پاس جاؤ۔ (انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوری حدیث ذکر کی ہے۔)

اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ﴾ (الاحزاب: ٤٠)

''محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبین ہیں۔''

کوئی بھی امت رسول یا نبی سے خالی نہیں رہی ہے رسولوں کو اللہ تعالیٰ مستقل شریعت کے ہمراہ ان کی قوم کی طرف بھیجتا تھا جب کہ نبیوں کی طرف اللہ تعالیٰ اس نبی سے قبل کی شریعت وحی کرتا تھا۔ تاکہ وہ نئے سرے سے سابقہ شریعت کو جاری کرے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُوْلًا أَنِ اعْبُدُوْا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الطَّاغُوْتَ﴾ (الانبیاء: ٣٦)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اور ہم ہر امت میں کوئی نہ کوئی پیغمبر بھیجتے رہے ہیں کہ تم اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے پرہیز کرو۔''

اور فرمایا:

﴿وَإِنْ مِّنْ اُمَّةٍ إِلَّا خَلَافِيْهَا نَذِيْرٌ﴾ (فاطر: ٢٤)

''اور کوئی اُمت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰيةَ فِيْهَا هُدًى وَّ نُوْرٌ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا لِلَّذِيْنَ هَادُوْا﴾ (المائدہ: ٤٤)

''ہم نے توریت نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی تھی، انبیاء جو کہ اللہ تعالیٰ کے مطیع تھے اس کے موافق یہود کو حکم دیا کرتے تھے۔''

رسول حضرات بشر اور مخلوق ہیں۔ ان میں ربوبیت اور الوہیت کی کوئی خصوصیت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے سردار اور اپنے نزدیک سب رسولوں سے زیادہ جاہ و مرتبہ رکھنے والے نبی محمد ﷺ کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّ لَا ضَرًّا إِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ وَ لَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ وَ مَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ إِنْ اَنَا إِلَّا نَذِيْرٌ وَّ بَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ﴾ (الاعراف: ١٨٨)

''آپ کہہ دیجئے کہ میں خود اپنی ذات خاص کے لیے کسی نفع کا اختیار نہیں رکھتا اور نہ کسی ضرر کا مگر اتنا ہی کہ جتنا اللہ نے چاہا۔ اور اگر میں غیب جانتا تو میں بہت سے منافع حاصل کرلیا کرتا اور کوئی مضرت بھی مجھ پر واقع نہ ہوتی میں تو محض ڈرانے والا اور بشارت دینے والا ہوں ان لوگوں کو جو ایمان رکھتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿قُلْ إِنِّي لَا اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا قُلْ إِنِّي لَنْ يُّجِيرَنِي مِنَ اللّٰهِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اَحَدٌ وَلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا﴾ (الجن: ۲۱۔۲۲)

''آپ کہہ دیجئے کہ میں تمہارے لیے نہ کسی ضرر کا اختیار رکھتا ہوں نہ کسی بھلائی کا۔ آپ کہہ دیجئے کہ بے شک مجھ کو کوئی نہیں بچا سکتا اللہ سے اور نہ میں اس کے سوا کوئی پناہ پاسکتا ہوں۔''

انہیں بھی بیماری، موت، ضرورتِ آب ودانہ وغیرہ جیسی دوسری انسانی ضرورتیں لاحق ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ انہوں نے اپنے رب کی توصیف اس طرح کی ہے:

﴿وَالَّذِیْ هُوَ یُطْعِمُنِیْ وَیَسْقِیْنِ ○ وَاِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ یَشْفِیْنِ ○ وَالَّذِیْ یُمِیْتُنِیْ ثُمَّ یُحْیِیْنِ ○﴾ (الشعراء: ۷۹۔۸۱)

''اور جو کہ مجھ کو کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ اور جب میں بیمار ہو جاتا ہوں تو وہی مجھ کو شفا دیتا ہے اور جو مجھ کو موت دے گا پھر مجھ کو زندہ کرے گا۔''

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: ''بے مثل میں تمہارے مثل ایک انسان ہوں، بھولتا ہوں جیسے تم بھولتے ہو۔ لہٰذا جب بھول جاؤں تو یاد دلا دیا کرو۔''

اللہ تعالیٰ نے انبیاء ورسل کے بلند مقامات کا تذکرہ فرمایا ہے تو تعریف لب ولہجہ میں ان کی بندگی کے وصف کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے، چنانچہ نوح علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا﴾ (بنی اسرائیل: ۳)

''بے شک وہ بڑے شکر گزار بندے تھے۔''

اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿تَبٰرَكَ الَّذِیْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰی عَبْدِهٖ لِیَكُوْنَ لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ○﴾

(فرقان: ۱)

''بڑی عالی شان ذات ہے۔ جس نے یہ فیصلہ کی کتاب اپنے بندے پر نازل فرمائی کہ وہ تمام دنیا جہان والوں کے لیے ڈرانے والا ہو۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ابراہیم، اسحاق اور یعقوب علیہم السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿وَاذْكُرْ عِبَادَنَا إِبْرَاهِيمَ وَإِسْحَاقَ وَيَعْقُوبَ أُولِي الْأَيْدِي وَالْأَبْصَارِ إِنَّا أَخْلَصْنَاهُمْ بِخَالِصَةٍ ذِكْرَى الدَّارِ وَإِنَّهُمْ عِنْدَنَا لَمِنَ الْمُصْطَفَيْنَ الْأَخْيَارِ﴾ (ص: ٤٥-٤٧)

''اور ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کو یاد کیجئے جو ہاتھوں والے اور آنکھوں والے تھے۔ ہم نے ان کو ایک خاص بات کے ساتھ مخصوص کیا تھا کہ وہ آخرت کی یاد ہے اور وہ حضرات ہمارے یہاں منتخب اور سب سے اچھے لوگ ہیں۔''

عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے بارے میں فرمایا ہے:

﴿إِنْ هُوَ إِلَّا عَبْدٌ أَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنَاهُ مَثَلًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ﴾ (الزخرف: ٥٩)

''وہ تو محض ایک ایسے بندے ہیں جن پر ہم نے فضل کیا تھا اور ان کو بنی اسرائیل کے لیے ہم نے ایک نمونہ بنایا تھا۔''

''ایمان بالرسل'' (رسولوں پر ایمان میں چار باتیں آتی ہیں)۔

اول: اس بات پر ایمان کہ ان کی رسالت اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق ہے۔ کسی ایک کا کفر اور انکار تمام رسولوں کا کفر اور انکار ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كَذَّبَتْ قَوْمُ نُوحٍ الْمُرْسَلِينَ﴾ (الشعرا: ١٠٥)

''نوح کی قوم نے تمام رسولوں کو جھٹلا دیا۔''

قومِ نوح علیہ السلام کے علاوہ اور کوئی نبی یا رسول نہیں تھا۔ بنابریں نصاریٰ جنہوں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی اور اتباع نہیں کی وہ مسیح بن مریم علیہما السلام کی بھی تکذیب کرتے ہیں اور ان کی اتباع کرنے والے نہیں ہیں۔ اس وجہ سے کہ مسیح بن مریم علیہما السلام نے نصاریٰ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی تھی۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بشارت کا یہی مقصد تو تھا کہ محمد ان کی طرف بھیجے جائیں گے، اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ نصاریٰ کو گمراہی سے بچائے گا اور ان کو صراط مستقیم کا راستہ دکھائے گا۔

دوم: جن کے ہم نام جانتے ہیں ان پر نام بنام ایمان لانا۔ جیسے محمد، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور نوح علیہم الصلاۃ والسلام۔ یہی پانچوں الوالعزم رسول ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے قرآن میں دو مقام پر تذکرہ فرمایا ہے۔ سورہ احزاب میں فرمایا ہے:

﴿وَ اِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَ مِنْكَ وَ مِنْ نُّوْحٍ وَّ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ﴾ (الاحزاب: ۷)

''اور جب کہ ہم نے تمام پیغمبروں سے ان کا اقرار لیا اور آپ سے بھی اور نوح اور ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ بن مریم سے بھی۔''

اور سورہ شوریٰ میں فرمایا ہے:

﴿شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ (الشوریٰ: ۱۳)

''اس نے تم لوگوں کے واسطے وہی دین مقرر کیا جس کا اس نے نوح کو حکم دیا تھا اور جس کو ہم نے آپ کے پاس وحی کے ذریعہ سے بھیجا ہے اور جس کا ہم نے ابراہیم اور موسیٰ اور عیسیٰ کو حکم دیا تھا کہ اس دین کو قائم رکھنا اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنا۔''

اور جن کا نام ہمیں معلوم نہیں ہے ان پر ہم اجمالاً ایمان لائیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ﴾ (المومن: ۷۸)

''اور ہم نے آپ سے پہلے بہت سے پیغمبر بھیجے جن میں بعض تو وہ ہیں کہ ان کا قصہ ہم نے آپ سے بیان کیا ہے اور بعض وہ ہیں جن کا ہم نے آپ سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قصہ بیان نہیں کیا۔''

سوم: ان کے بارے میں صحیح خبروں کی تصدیق کرنا۔

چہارم: ان میں ہماری طرف بھیجے گئے رسول کی شریعت کے مطابق عمل کرنا۔ اور وہ ان میں سے سب سے آخری رسول محمد ﷺ ہیں جو کہ تمام لوگوں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾

(النساء: ٦٥)

''پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان دار نہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔''

''ایمان بالرسل'' کے کئی بڑے فائدے ہیں:

اول: یہ علم ہوتا ہے کہ بندوں کے اوپر اللہ تعالیٰ کی کتنی عنایتیں ہیں کہ اس نے ان کی طرف رسول بھیجے، تاکہ وہ انہیں راہ الٰہی دکھائیں اور بتائیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کیسے کی جاتی ہے کیوں کہ عقل انسانی اس کی معرفت میں استقلال کا ثبوت نہیں دے سکتی ہے۔

دوم: اس عظیم نعمت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔

سوم: رسول حضرات سے محبت اور ان کی تعظیم، ان کے شایان شان منقبت بیان کرنا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں۔ اور انہوں نے اس کی عبادت، اس کے پیغام کی تبلیغ اور اس کے بندوں کی خیر خواہی اور بھلائی کے فرائض انجام دیئے ہیں۔

رسول بے زار لوگوں نے غلط طور پر یہ سمجھتے ہوئے رسولوں کی تکذیب کی ہے کہ اللہ کے رسول انسان نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس غلط نظریہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے اسے باطل قرار دیا ہے فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ مَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا o قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا o﴾ (بنی اسرائیل: ۹۴۔۹۵)

''اور جس وقت ان لوگوں کے پاس ہدایت پہنچ چکی اس وقت ان کو ایمان لانے سے بجز اس کے اور کوئی بات مانع نہیں ہوئی کہ انہوں نے کہا کیا اللہ نے بشر کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اگر زمین پر فرشتے ہوتے کہ اس میں چلتے تو البتہ ہم ان پر آسمان سے فرشتے کو رسول بنا کر بھیجتے۔''

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس غلط نظریے کو اس طرح باطل قرار دیا کہ بشر ہی رسول ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ رسول اہل زمین کی طرف بھیجا جاتا ہے۔ اور اہل زمین بشر ہیں۔ اگر اہل زمین فرشتے ہوتے تو ضرور اللہ تعالیٰ ان کے پاس کسی فرشتے کو ہی رسول بنا کر بھیجتا تا کہ دونوں میں فرق نہ ہو۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رسولوں کے جھٹلانے والوں کی بابت حکایۃً بیان فرمایا ہے، وہ کہتے ہیں:

﴿اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ o قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ (ابراھیم: ۱۰۔۱۱)

''تم محض ایک آدمی ہو جیسے ہم ہیں۔ تم یوں چاہتے ہو کہ ہمارے آباء واجداد جس چیز کی عبادت کرتے تھے اس سے ہم کو روک دو، سو کوئی صاف معجزہ دکھلاؤ۔ ان کے رسولوں نے ان سے کہا کہ ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہی ہیں۔ لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے احسان فرمائے۔ اور یہ بات ہمارے قبضے کی نہیں کہ ہم تم کو کوئی معجزہ دکھلا سکیں بغیر اللہ کے حکم کے۔''

''یوم آخر'' قیامت کا دن ہے جس میں لوگ حساب کتاب اور جزاء کے لیے دوبارہ زندہ کئے جائیں گے اس دن کو ''یوم آخر'' اس لیے کہتے ہیں کہ اس کے بعد کوئی دن نہیں ہوگا کیوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ جنتیوں کو جنت اور جہنمیوں کو جہنم میں استقرار حاصل ہو جائے گا۔

''ایمان بہ یوم آخر، میں تین چیزیں آتی ہیں۔

اول: دوبارہ زندہ کئے جانے پر ایمان لانا۔ یعنی صور میں دوسری مرتبہ پھونکے جانے کے وقت مردوں کو زندہ کرنا۔ چنانچہ لوگ رب العالمین کے لیے ننگے سر ننگے پیر بغیر لباس ننگے بدن بغیر ختنہ اُٹھیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ۝﴾

(الانبیاء: ١٠٤)

''ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ہر چیز کی ابتداء کی تھی اسی طرح اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور پورا کریں گے۔''

دوبارہ زندہ کیا جانا حق اور ثابت ہے۔ اس کے ثبوت پر قرآن، حدیث اور اجماع تینوں چیزیں دلیل ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ إِنَّكُم بَعْدَ ذَٰلِكَ لَمَيِّتُونَ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ تُبْعَثُونَ۝﴾ (المومنون: ١٥۔ ١٦)

''پھر تم اس کے بعد ضرور ہی مرنے والے ہو پھر تم قیامت کے روز دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔''

اور نبی ﷺ نے فرمایا ہے: ''لوگ قیامت کے روز ننگے سر بغیر ختنہ اکٹھا کئے جائیں گے۔'' (متفق علیہ)

اس کے ثبوت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے۔ حکمت کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مخلوق کے واسطے کوئی مقررہ دن رکھے جس دن کہ مخلوق کو ان کے ان اعمال کا بدلہ دے جن کا کہ اپنے رسولوں کی زبان سے انہیں مکلّف ٹھہرایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿أَفَحَسِبْتُمْ أَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَأَنَّكُمْ إِلَيْنَا لَا تُرْجَعُونَ۝﴾

(المومنون: ١١٥)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کر دیا ہے اور تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔''

اور اپنے نبی ﷺ سے فرمایا کہ:

﴿إِنَّ الَّذِي فَرَضَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ لَرَادُّكَ إِلَىٰ مَعَادٍ﴾ (القصص: ٨٥)

''بے شک جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے وہ آپ کو معاد میں پہنچانے والا ہے۔''

دوم: حساب اور جزاء پر ایمان لانا: بندہ سے اس کے عمل کا حساب لیا جائے گا اور اس کے مطابق اس کو جزاء اور بدلہ دیا جائے گا۔ قرآن، حدیث اور اجماعِ مسلمین میں اس کی دلیل موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ إِلَيْنَا إِيَابَهُمْ ثُمَّ إِنَّ عَلَيْنَا حِسَابَهُمْ﴾ (الغاشیہ: ٢٥-٢٦)

''بیشک ہمارے ہی پاس ان کا آنا ہوگا پھر بے شک ہمارا ہی کام ان سے حساب لینا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزَىٰ إِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ (الانعام: ١٢٠)

''جو شخص نیک کام کرے گا اس کو اس کے دس حصہ ملیں گے اور جو شخص برے کام کرے گا اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان لوگوں پر ظلم نہ ہوگا۔''

اور فرمایا:

﴿وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَىٰ بِنَا حَاسِبِينَ﴾

(الانبیاء: ٤٧)

''اور قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔''

ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ مؤمن کو قریب کرے گا اور اس کے اوپر (اپنے رحم کا) بازو ڈال کر اسے ڈھانک لے گا۔ پھر فرمائے گا: کیا تم فلاں گناہ جانتے ہو؟ کیا فلاں گناہ جانتے ہو؟ وہ کہے گا: ہاں اے پروردگار، یہاں تک کہ جب اس سے اس کے گناہوں کا اعتراف کرالے گا اور اس مؤمن کو یقین ہو جائے گا کہ وہ برباد ہو گیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے لیے میں نے اس کو دنیا میں پوشیدہ رکھا تھا، آج تمہارے لیے اس کو معاف کرتا ہوں، چنانچہ اسے اس کی نیکیوں کی کتاب دی جائے گی۔ کفار اور منافقین کا معاملہ یہ ہوگا کہ تمام مخلوق کی موجودگی میں ان کے متعلق اعلان کیا جائے گا کہ یہی وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کے تعلق سے جھوٹا برتاؤ کیا تھا۔ ہوشیار۔ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' (متفق علیہ)

صحیح حدیثِ میں نبی ﷺ سے مروی ہے کہ: ''جو نیکی کا ارادہ کرتا ہے، پھر اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے یہاں اس کے لیے دس گنا سے لے کر سات سو گنا، بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ نیکیاں لکھتا ہے۔ اور جو برائی کا ارادہ کرتا ہے، پھر اس پر عمل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے لیے ایک برائی لکھتا ہے۔''

اعمال کے حساب کتاب اور ان پر بدلہ وجزاء کے سلسلے میں مسلمانوں کا اجماع ہے۔

حکمت کا تقاضہ بھی ہے کہ حساب ہو اور بدلہ ملے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کتابیں اتاریں، رسول بھیجے، جو شریعت رسول لائے اس کو قبول کرنا اور اسکے واجبات پر عمل کرنا بندوں پر فرض قرار دیا، اس کے مقابلہ میں آنے والوں کے ساتھ قتال کرنا واجب ٹھہرایا، ان کی جان، ان کی آل اولاد، ان کی عورتوں اور مال دولت کو حلال ٹھہرایا۔ اگر حساب کتاب، جزاء وبدلہ نہ ہو تو یہ سارے بکھیڑے بے فائدہ ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں اشارہ فرمایا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَ لَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّ مَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ۝﴾ (الاعراف : ٦-٧)

''پھر ہم ان لوگوں سے ضرور پوچھیں گے جن کے پاس پیغمبر بھیجے گئے تھے اور ہم پیغمبروں سے ضرور پوچھیں گے پھر ہم چونکہ پوری خبر رکھتے ہیں (اس لیے) ان کے روبرو بیان کر دیں گے اور ہم کوئی بے خبر نہ تھے۔''

سوم: ''جنت'' اور ''جہنم'' پر ایمان لانا، اور یہ کہ دونوں مخلوق کے دائمی ٹھکانے ہیں۔

''جنت'' نعمت گاہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان مؤمنوں اور متقیوں کے لیے تیار کیا ہے جو ان باتوں پر ایمان لائے جن پر کہ ایمان لانا واجب تھا، اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پر اخلاصِ الٰہی اور اتباع نبوی کے جذبے کے ساتھ کاربند رہے۔ جنت میں ایسی ایسی نعمتیں ہیں کہ: ''نہ آنکھ نے دیکھا ہے، نہ کان نے سنا ہے اور نہ کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ هُمْ خَيْرُ الْبَرِيَّةِ ۝ جَزَآؤُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ ۝﴾

(البینة : ٧-٨)

''بے شک جو ایمان لائے اور انہوں نے اچھے کام کئے وہ لوگ بہترین خلائق ہیں ان کا صلہ ان کے پروردگار کے نزدیک ہمیشہ رہنے کی بہشتیں ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی جہاں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ ان سے خوش رہے گا اور وہ اللہ سے خوش رہیں گے، یہ اس شخص کے لیے ہے جو اپنے رب سے ڈرتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِيَ لَهُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْيُنٍ جَزَآءً بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ (المؤمنون : ١٧)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''سو کسی شخص کو خبر نہیں جو جو آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان ایسے لوگوں کے لیے خزانہ غیب میں موجود ہے۔ یہ ان کو ان کے اعمال کا صلہ ملا ہے۔''

''جہنم'' عقوبت خانہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے ان کافروں اور ظالموں کے لیے تیار کیا ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کفر کیا اور اس کے رسولوں کی نافرمانی کی۔ اس میں ایسی ایسی سزائیں اور عقوبتیں ہیں جو سوچی بھی نہیں جاسکتیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ أُعِدَّتْ لِلْكَافِرِيْنَ﴾ (البقرہ: ۱۳۱)

''اس آگ سے بچو جو کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّآ أَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا أَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا وَ إِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ بِئْسَ الشَّرَابُ وَ سَآءَتْ مُرْتَفَقًا﴾ (الکہف: ۲۹)

''بے شک ہم نے ایسے ظالموں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے کہ اس آگ کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی۔ اور اگر فریاد کریں گے تو ایسے پانی سے ان کی فریاد رسی کی جائے گی جو تیل کی تلچھٹ کی طرح ہوگا۔ منہ کو بھون ڈالے گا، کیا ہی برا پانی ہوگا اور کیا ہی بری جگہ ہوگی۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّ اللّٰهَ لَعَنَ الْكٰفِرِيْنَ وَ أَعَدَّ لَهُمْ سَعِيْرًا خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ أَبَدًا لَا يَجِدُوْنَ وَلِيًّا وَّ لَا نَصِيْرًا يَوْمَ تُقَلَّبُ وُجُوْهُهُمْ فِي النَّارِ يَقُوْلُوْنَ يٰلَيْتَنَآ أَطَعْنَا اللّٰهَ وَ أَطَعْنَا الرَّسُوْلَا﴾ (الاحزاب: ٦٤-٦٦)

''بے شک اللہ نے کافروں کو رحمت سے دور کر رکھا ہے اور ان کے لیے بھڑکتی آگ تیار کر رکھی ہے جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے نہ کوئی یار پائیں گے نہ مددگار، جس روز ان کے چہرے دوزخ میں الٹ پلٹ کئے جائیں گے تو یوں کہتے ہوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

گے کہ اے کاش! ہم نے اللہ کی اطاعت کی ہوتی اور ہم نے رسول کی اطاعت کی ہوتی۔''

موت کے بعد جو کچھ ہوگا ان پر ایمان لانا "ایمان به یوم آخر" ہی سے متعلق ہے، مثلاً:

(الف) فتنہ قبر پر ایمان لانا:

یعنی دفن کے بعد میت سے اس کے رب، اسکے دین اور اس کے نبی کے بارے میں سوال ہوگا۔ جو ایمان لائے ہوئے ہوں گے انہیں اللہ تعالیٰ حق بات پر ثابت قدم رکھے گا، چنانچہ وہ کہے گا۔ میرا رب اللہ، میرا دین اسلام اور میرے نبی محمد (ﷺ) ہیں۔ اور جو ظالم ہوں گے ان کو وہ گمراہ کردے گا۔ چنانچہ کافر کہے گا: ''ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔'' اور جو منافق اور شکوک وشبہات کا شکار ہوگا کہے گا: ''میں نہیں جانتا، لوگوں کو جو کہتے سنا تھا وہی میں بھی کہتا تھا۔

(ب) قبر کی سختیوں اور اس کی آسانیوں پر ایمان لانا:

ظالموں، منافقوں اور کافروں پر قبر میں عذاب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَالْمَلٰٓئِكَةُ بَاسِطُوْٓا اَيْدِيْهِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ اٰيٰتِهٖ تَسْتَكْبِرُوْنَ﴾

(الانعام: ۹۳)

''اور اگر آپ اس وقت دیکھیں گے جب کہ یہ ظالم لوگ موت کی سختیوں میں ہوں گے اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہوں گے (کہ) اپنی جانیں نکالو۔ آج تم کو ذلت کی سزا دی جائے گی اس سبب سے کہ تم اللہ کے ذمہ جھوٹی باتیں بکتے تھے اور تم اس کی آیات سے سرتابی کرتے تھے۔''

فرعون کے سلسلے میں فرمایا کہ:

﴿اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّعَشِيًّا وَّيَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ اَدْخِلُوْا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

آلَ فِرْعَوْنَ أَشَدَّ الْعَذَابِ﴾ (المؤمن: ٤٥)

''وہ لوگ صبح اور شام آگ کے سامنے لائے جاتے ہیں۔ اور جس روز قیامت قائم ہوگی فرعون والوں کو نہایت سخت عذاب میں ڈال دینا۔''

''صحیح مسلم'' میں زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اگر چہ خدشہ نہ ہوتا کہ تم دفن کرنا چھوڑ دو تو میں اللہ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب جیسے میں سن رہا ہوں تمہیں سنا دے۔'' پھر آپ نے ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: ''عذابِ جہنم سے اللہ کی پناہ چاہو۔ لوگوں نے کہا: ''عذاب جہنم سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''عذاب قبر سے اللہ کی پناہ چاہو۔'' لوگوں نے کہا: ''عذابِ قبر سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: '' ظاہری اور باطنی فتنوں سے اللہ کی پناہ چاہو۔ لوگوں نے کہا: ''ظاہری اور باطنی فتنوں سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔'' آپ نے فرمایا: ''فتنہء دجال سے اللہ کی پناہ چاہو۔ لوگوں نے کہا: فتنہء دجال سے ہم اللہ کی پناہ چاہتے ہیں۔''

قبر کی نعمتیں اور آسانیاں مؤمن صادق کے لیے ہوں گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَخَافُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَبْشِرُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ﴾

(حٰمٓ السجدہ: ٣٠)

''جن لوگوں نے کہہ دیا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر مستقیم رہے، ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم نہ اندیشہ کرو اور نہ رنج کرو اور تم جنت ملنے پر خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔''

اور فرمایا:

﴿فَلَوْلَا إِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُومَ وَأَنْتُمْ حِينَئِذٍ تَنظُرُونَ وَنَحْنُ أَقْرَبُ إِلَيْهِ مِنكُمْ وَلَٰكِن لَّا تُبْصِرُونَ فَلَوْلَا إِن كُنتُمْ غَيْرَ مَدِينِينَ تَرْجِعُونَهَا إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ فَأَمَّا إِن كَانَ مِنَ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الْمُقَرَّبِيْنَo فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّجَنَّةُ نَعِيْمٍo﴾ (الواقعہ: ۸۳۔ ۸۹)

''سو جس وقت (روح) حلق تک آ پہنچتی ہے اور تم اس وقت دیکھا کرتے ہو اور ہم اس شخص کے تم سے بھی زیادہ نزدیک ہوتے ہیں لیکن تم دیکھتے نہیں ہو۔ تو اگر تمہارا حساب کتاب ہونے والا نہیں ہے تو تم اس (روح) کو (بدن کی طرف) پھر کیوں نہیں لوٹاتے اگر تم سچے ہو۔ پھر جو شخص مقربین میں سے ہوگا اس کے لیے تو راحت اور غذائیں ہیں اور آرام کی جنت ہے۔'' (آخر سورہ تک)

براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مؤمن کے سلسلے میں فرمایا کہ (جب وہ اپنی قبر میں دونوں فرشتوں کو جواب دے چکے گا تو): ''ایک اعلان کرنے والا آسمان سے اعلان کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا۔ جنت سے اس کو فرش دو، جنت سے اس کو لباس دو، جنت کی طرف اس کے لیے ایک دروازہ کھول دو۔'' آپ نے فرمایا: جنت کی خوش گوار ہوا اور خوشبو اسکو پہنچے گی اور تاحد نگاہ قبر میں اس کے لیے وسعت پیدا کر دی جائے گی۔'' (یہ احمد اور ابوداؤد کی ایک لمبی حدیث کا ٹکڑا ہے)۔

''ایمان بہ یوم آخر کے چند عظیم فائدے'' ہیں:

اول: کارِ اطاعت میں رغبت اور اس کی طلب، یوم آخر کے ثواب کی امید میں۔

دوم: کارِ معصیت اور اس سے لگاؤ کا خوف، یوم آخر کے عذاب کے ڈر سے۔

سوم: دنیا میں نہ مل پانے والی نعمتوں پر آخرت کی نعمت اور اس کے ثواب سے مؤمن کی تسلی۔

کافروں نے زندگی کے بعد موت کا انکار کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ یہ ناممکن ہے۔ یہ نظریہ باطل ہے۔ شریعت، محسوسات اور معقولات سبھی چیزیں اس قول کے بطلان پر دلالت کرتی ہیں:

''شریعت کی دلیل''۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن: ۷)

''یہ کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں، اللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جائے گا اور یہ اللہ کو آسان ہے۔''

تمام آسمانی کتابیں زندگی بعد موت پر متفق ہیں۔

''محسوسات کی دلیل'' یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس دنیا ہی میں اپنے بندوں کو یہ دکھا دیا ہے کہ وہ مُردوں کو زندہ کر دیتا ہے سورہ بقرہ میں اس کی پانچ مثالیں موجود ہیں۔

پہلی مثال: موسیٰ علیہ السلام کی قوم ہے، جب کہ قوم نے ان سے کہا تھا:

﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً﴾ (البقرہ: ۵۵)

''ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ کو علانیہ طور پر۔''

تو اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی، پھر زندہ کر دیا۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا ہے:

﴿وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝﴾ (البقرہ: ۵۵۔۵۶)

''اور جب تم لوگوں نے کہا کہ اے موسیٰ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہارے کہنے سے یہاں تک کہ ہم دیکھ لیں اللہ کو علانیہ طور پر۔ سو آ پڑی تم پر کڑک بجلی اور تم آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ پھر ہم نے تم کو زندہ اٹھایا تمہارے مرجانے کے بعد اس توقع پر کہ تم احسان مانو گے۔''

دوسری مثال: اس مقتول کا قصہ ہے جس کے سلسلے میں بنی اسرائیل میں جھگڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ وہ ایک گائے ذبح کریں اور مقتول کو گائے کے کسی حصے سے ضرب

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پہنچائیں، تاکہ مقتول جی اٹھ کر انہیں بتا سکے کہ اسکا قاتل کون ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۷۲۔۷۳)

''اور جب تم لوگوں نے ایک آدمی کا خون کر دیا۔ پھر ایک دوسرے پر اس کو ڈالنے لگے۔ اور اللہ کو اس امر کا ظاہر کرنا منظور تھا جس کو تم مخفی رکھنا چاہتے تھے۔ اس لیے ہم نے حکم دیا کہ اس کے کسی ٹکڑے سے چھوا دو۔ اسی طرح اللہ مُردوں کو زندہ کر دیں گے۔ اور وہ اپنے نظائر قدرت تم کو دکھاتا ہے اس توقع پر کہ تم عقل سے کام لیا کرو۔''

تیسری مثال: اس قوم کا قصہ ہے جو اپنے ملک سے ہزاروں کی تعداد میں موت کے خوف سے فرار ہو گئی تھی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دے دی تھی اور پھر زندہ کر دیا تھا۔

اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ هُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ۝﴾ (البقرہ: ۲۴۳)

''کیا آپ نے ان لوگوں کا قصہ نہیں جانا جو اپنے گھروں سے نکل گئے تھے اور وہ لوگ ہزاروں تھے موت سے بچنے کے لیے، سو اللہ نے ان کے لیے فرما دیا کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا۔ بے شک اللہ فضل کرنے والا ہے لوگوں پر مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔''

چوتھی مثال: اس شخص کا واقعہ ہے جس کا گزر کسی تباہ و برباد گاؤں سے ہوا تھا تو اس نے اس بات کو ناممکن سمجھا تھا کہ اللہ تعالیٰ اسے کبھی زندہ کر سکے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سوسال تک کے لیے موت دے دی، پھر اسے زندہ کر دیا، اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

''یا آپ کو یہ قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اسکے مکانات اپنی چھتوں کے بل گر گئے تھے۔ وہ کہنے لگا کہ اللہ اس بستی کو اس کی موت کے بعد کس کیفیت سے زندہ کرے گا۔ سو اللہ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ اٹھایا۔ پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا۔ اس نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے تو اپنے کھانے پینے کو دیکھ کہ سڑے گلے نہیں اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر۔ اور تا کہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لیے بنا دیں اور اس (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم اس کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں۔ پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ پھر جب یہ سب کیفیت اس پر واضح ہوگئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

پانچویں مثال: خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام کا واقعہ ہے۔ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ انہیں دکھائے کہ وہ مردہ کو زندہ کیسے کرتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ چار پرندے ذبح کریں اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر کے اپنے چاروں طرف موجود پہاڑوں پر منتشر کر دیں۔ پھر انہیں پکاریں۔ ٹکڑے ایک دوسرے سے مل جائیں گے اور ابراہیم علیہ السلام کی طرف دوڑے آئیں گے۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِیْ كَیْفَ تُحْیِ الْمَوْتٰی قَالَ اَوَ لَمْ تُؤْمِنْ قَالَ بَلٰی وَ لٰكِنْ لِّیَطْمَىِٕنَّ قَلْبِیْ قَالَ فَخُذْ اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّیْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَیْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰی كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ یَاْتِیْنَكَ سَعْیًا وَ اعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ۝﴾ (البقرہ: ۲۶۰)

''اور اس وقت کو یاد کرو جب ابراہیم نے عرض کیا کہ اے میرے پروردگار مجھ کو دکھلا دیجئے کہ آپ مردوں کو کس کیفیت سے زندہ کریں گے؟ ارشاد فرمایا کہ تم یقین نہیں لائے؟ عرض کیا کیوں نہیں، لیکن درخواست اس غرض سے کہ میرے قلب کو سکون ہو جائے۔ ارشاد فرمایا تم چار پرندے لے لو پھر ان کو اپنے لیے مانوس کر لو پھر ہر پہاڑ پر ان کا ایک حصہ رکھ دو پھر ان سب کو بلاؤ۔ تمہارے پاس سب دوڑے چلے آئیں گے اور خوب یقین رکھو اس بات کا کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا ہے۔''

یہ چند واقعاتی اور محسوساتی مثالیں ہیں جو اس امکان کو بیان کرتی ہیں کہ مردے زندہ کئے جا سکتے ہیں۔ اس بات کی طرف اشارہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کو یہ معجزہ عطا فرمایا تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے مردہ کو زندہ کر دیتے اور انہیں قبروں سے نکال دیتے تھے۔

معقولی طور پر دو طرح سے استدلال کیا جا سکتا ہے۔

اول: اللہ تعالیٰ آسمان، زمین اور ان کے اندر موجود تمام اشیاء کا ابتداء اور آغاز سے خالق ہے۔ اور جو ابتداء میں پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہو وہ اس کو دوبارہ پیدا کرنے میں لاچار نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ﴾ (الروم: ۲۷)

''اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾

(الانبیاء: ١٠٤)

''ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ہر چیز کی ابتداء کی تھی اسی طرح اس کو دوبارہ پیدا کردیں گے۔ یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور پورا کریں گے۔''

اور جنہوں نے بوسیدہ ہڈیوں کو زندہ کرنے کا انکار کیا تھا ان کا رد کرنے کا حکم دیتے ہوئے اپنے رسول سے فرمایا ہے:

﴿قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِي أَنشَأَهَا أَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ﴾

(یٰس: ٧٩)

''آپ کہہ دیجئے کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اول بار میں ان کو پیدا کیا ہے اور وہ سب طرح کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

دوم: زمین ایسی مردہ اور چٹیل ہوجاتی ہے کہ اس میں ہریالی بالکل نہیں رہ جاتی پھر اس پر بارش نازل ہوتی ہے اور وہ ہری بھری ہوکر لہلہانے لگتی ہے اور اس میں ہر رونق کی چیز پیدا ہوجاتی ہے۔ تو جو ذات مردہ زمین کو زندہ کردینے کی قدرت رکھتی ہے وہ مردہ انسانوں کو بھی زندہ کرسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ (حٰمٓ السجدة: ٣٩)

''اور اس کی نشانیوں میں سے ایک یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی پڑی ہے پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے جس نے اس زمین کو زندہ کردیا وہی مردوں کو زندہ کرے گا۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿وَنَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَاءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّحَبَّ الْحَصِيْدِo وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌo رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ وَاَحْيَيْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُo﴾ (قٓ: ۹۔۱۱)

''اور ہم نے آسمان سے مبارک پانی برسایا پھر اس سے بہت سے باغ گائے اور کھیتی کا غلہ اور لمبی لمبی کھجور کے درخت جن کے گچھے خوب گوندھے ہوئے ہوتے ہیں بندوں کے رزق دینے کے لیے اور ہم نے اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندہ کیا اس طرح نکلنا ہوگا۔''

کچھ کج فہم گمراہی کا شکار ہوگئے ہیں چنانچہ انہوں نے قبر کے عذاب اور ثواب کا انکار کیا ہے۔ انہوں نے یہ سمجھا کہ چونکہ یہ واقع کے خلاف ہے اس لیے ناممکن ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگر مردے کو قبر کھول کر دیکھا جائے تو وہ ویسے ہی ملے گا جیسا کہ وہ تھا، قبر میں بھی تنگی اور وسعت کے تعلق سے کوئی تبدیلی نہیں ہوگی۔ یہ نظریہ شرعی، محسوساتی اور عقلی طور پر باطل ہے۔

شرعی طور پر وہ نصوص ہیں جو قبر کے عذاب اور ثواب کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں اور "ایمان بہ یوم آخر" کے فقرہ (ب) میں گزر چکی ہیں۔

''صحیح بخاری'' میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، کہتے ہیں کہ ''نبی صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے کسی باغ سے نکلے تو آپ نے دو آدمیوں کی آواز سنی جو اپنی قبروں میں عذاب دیئے جا رہے تھے۔ اسی حدیث میں ہے کہ ان میں سے ایک آدمی پیشاب سے بچاؤ نہیں کرتا تھا۔'' دوسری روایت میں ہے کہ: ''(اپنے پیشاب سے) اور دوسرا چغلیاں کھاتا پھرتا تھا۔''

محسوساتی اور تجرباتی طور پر دلیل یہ ہے کہ سونے والا اپنے خواب میں دیکھتا ہے کہ وہ کسی وسیع خوبصورت جگہ سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔ یا یہ کہ وہ تنگ وحشت ناک جگہ میں ہے اور پریشانی محسوس کر رہا ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ جو کچھ دیکھ رہا ہوتا ہے اس کی وحشت ناکی اور پریشانی کی وجہ سے بیدار بھی ہو جاتا ہے۔ اس کے باوجود اپنے کمرے میں

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اپنے بستر پر ویسے ہی ہوتا ہے جیسے کہ ہونا چاہئے۔

معلوم ہونا چاہئے کہ نیند موت کی بہن ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کو ''وفات'' کے نام سے موسوم کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَيُرْسِلُ الْاُخْرٰى اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى﴾

(الزمر: ٤٢)

''اللہ ہی وفات دیتا ہے جانوں کو ان کی موت کے وقت اور ان جانوں کو بھی جن کی موت نہیں آئی ان کے سونے کے وقت۔ پھر ان جانوں کو تو روک لیتا ہے جن پر موت کا حکم فرما چکا ہے اور باقی جانوں کو ایک معین میعاد کے لیے رہا کر دیتا ہے۔''

عقلی طور پر دلیل یہ ہے کہ سونے والا اپنی نیند میں ایسے خواب دیکھتا ہے جو حق اور واقع کے مطابق ہوتے ہیں۔ بسا اوقات دیکھنے والا نبی ﷺ کو ان ہی کی شکل میں دیکھتا ہے۔ اور جس نے ان کو ان کی شکل میں دیکھا اس نے ان کو حقیقت میں دیکھا ہے اس کے باوجود کہ وہ اپنے کمرے میں اپنے بستر پر ہوتا ہے اور جو کچھ اس نے دیکھا ہے وہ اس سے دور ہوتا ہے۔ دنیا کے حالات میں جب ایسا ممکن ہوسکتا ہے تو آخرت کے حالات میں ایسا کیوں نہیں ہوسکتا؟

رہ گئی اس غلط نظریے پر ان کی یہ دلیل کہ میت کو قبر کھول کر دیکھا جائے تو وہ مردہ ایسے ہی موجود ہوگا اور وسعت و تنگی کے لحاظ سے بھی قبر میں کوئی تبدیلی نظر نہیں آئے گی، تو اس کا جواب کئی طرح سے دیا جاسکتا ہے۔

اول: شرع جو کچھ کہتی ہے اسکا اس طرح کے لڑکھڑاتے ہوئے شکوک وشبہات سے توڑ کرنا جائز نہیں ہے۔ شکوک وشبہات بھی ایسے کہ اگر توڑ کرنے والا خود شرع میں غور وفکر کا حق ادا کرے تو ان شبہات کا بطلان وہ خود محسوس کرلے گا۔ شاعر نے کہا ؎

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہزاروں راستی کے نکتہ چیں ہیں
کہ ان کو دکھ سمجھ کے پھیر کا ہے

دوم: برزخ کے حالات کا تعلق غیبی معاملات سے ہے جسے محسوسات کے ذریعہ معلوم نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اگر معلوم کیا جاسکتا ہوتا تو ''ایمان بالغیب'' کا فائدہ ہی فوت ہوجاتا اور اس کی تصدیق میں غیب پر ایمان رکھنے والے اور انکار کرنے والے دونوں ہی برابر ہوجاتے۔

سوم: قبر کا عذاب اور ثواب نیز قبر کی وسعت و تنگی میت ہی محسوس کرسکتی ہے۔ بالکل کسی سونے والے کی طرح کہ وہ خود کو تنگ اور وحشت ناک یا پرر ونق وسیع جگہ پر دیکھتا ہے۔ لیکن دوسروں کے لحاظ سے اس کی جگہ تبدیل نہیں ہوگئی ہوتی بلکہ وہ اپنے کمرے میں، اپنے گدے ولحاف کے درمیان ہوتا ہے۔ صحابہ کرام کی موجودگی میں نبی ﷺ پر وحی نازل ہوتی تھی اور آپ اسے سنتے تھے لیکن موجود صحابہ کرام نہیں سن پاتے تھے۔ کبھی فرشتہ آپ سے آدمی کی شکل اختیار کرکے گفتگو کرتا تھا لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ فرشتے کو دیکھتے تھے اور نہ سنتے تھے۔

چہارم: مخلوق کی قوت ادراک (معلومات) اسی قدر محدود ہے جتنی کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمائی ہے۔ ممکن نہیں کہ وہ ہر موجود شئی کو معلوم کرلیں۔ چنانچہ ساتوں آسمان، زمین اور ان کے اندر موجود مخلوق بلکہ ہر چیز اللہ تعالیٰ کی حقیقی حمد وثنا اور تسبیح بیان کرتی ہے جسے کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اپنی جس مخلوق کو چاہتا ہے سنوا بھی دیتا ہے اس کے باوجود وہ حمد وثنا ہم سے پوشیدہ ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ (بنی اسرائیل: ٤٤)

''تمام ساتوں آسمان اور زمین اور جتنے ان میں اس کی پاکی بیان کررہے ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں جو تعریف کے ساتھ اس کی پاکی بیان نہ کرتی ہو۔ لیکن تم لوگ ان کی پاکی بیان کرنے کو سمجھتے نہیں ہو۔''

اسی طرح شیاطین وجنات زمین میں آتے جاتے رہتے ہیں جنات اللہ کے رسول ﷺ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے۔غور سے آپ کی قرأت سنی تھی اور اپنی قوم میں ڈرانے والے بن کر واپس آ گئے تھے۔اس کے باوجود وہ ہم سے پوشیدہ ہیں۔اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يٰبَنِيٓ اٰدَمَ لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَ قَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ۝﴾

(الاعراف: ۲۷)

''اے اولاد آدم! شیطان تم کو کسی خرابی میں نہ ڈال دے جیسا کہ اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے باہر کرا دیا ایسی حالت سے کہ ان کا لباس بھی ان سے اتروا دیا تا کہ ان کو ان کا چھپانے کے لائق بدن دکھائی دینے لگے۔ بے شک وہ اس کا لشکر تم کو ایسے طور پر دیکھتا ہے کہ تم ان کو نہیں دیکھتے ہو۔ ہم شیطانوں کو ایسے لوگوں کا رفیق ہونے دیتے ہیں جو ایمان نہیں لاتے۔''

چونکہ مخلوق ہر موجود شئی کا ادراک نہیں کر سکتی اس لیے جائز نہیں کہ وہ امور غیب کے ان ثابت شدہ امور کا انکار کر دے جن کا انہیں ادراک نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ کی حکمت اور اس کے سابق علم کے مطابق کائنات کے لیے اس کی طرف سے مقررہ اندازے کو ''تقدیر'' کہتے ہیں۔

''ایمان بہ تقدیر'' میں چند باتیں آتی ہیں:

اول: اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ کو ازل سے ابد تک ہر چیز کا اجمالی اور تفصیلی علم ہے، چاہے ان کا تعلق اس کے اپنے افعال سے ہو یا اس کے بندوں کے افعال سے۔

دوم: اس بات پر ایمان لانا کہ اللہ تعالیٰ نے یہ تمام چیزیں لوح محفوظ میں لکھ دی ہیں۔

انہیں دو باتوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (الحج: ۷۰)

''کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ سب چیزوں کو جانتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ یقینی بات ہے کہ یہ (سب ان کا قول وفعل) ایک کتاب میں ہے۔ یقیناً یہ اللہ کے نزدیک آسان ہے۔''

''صحیح مسلم'' میں عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کی پیدائش سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دی ہیں۔''

سوم: اس بات پر ایمان لانا کہ تمام واقع ہونے والی چیزیں اللہ تعالیٰ کی مشیت کے بغیر نہیں ہوسکتیں چاہے وہ اس کے فعل سے متعلق ہوں یا مخلوق کے فعل سے۔ اللہ تعالیٰ ان چیزوں کے بارے میں جو اس کے فعل سے متعلق ہیں فرماتا ہے:

﴿وَيَفْعَلَ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ﴾ (ابراھیم: ۲۷)

''اور اللہ وہ کرتا ہے جو چاہتا ہے۔''

اور فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ (آل عمران: ۲)

''وہ ایسی ذات ہے کہ تمہاری صورت بناتا ہے ارحام میں جس طرح چاہتا ہے۔''

اور ان چیزوں کے بارے میں جو مخلوق کے فعل سے متعلق ہیں فرماتا ہے:

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ﴾ (النساء: ۹۰)

''اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر مسلط کر دیتا پھر وہ تم سے لڑنے لگتے۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۳۷)

''اور اگر اللہ چاہتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے پس آپ ان کو اور جو کچھ غلط باتیں بنا رہے ہیں یونہی رہنے دیجئے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

چہارم: اس بات پر ایمان لانا کہ تمام کائنات اپنی ذات، صفات اور حرکات میں اللہ کی مخلوق ہے۔ اللہ نے فرمایا ہے:

﴿اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ﴾ (الزمر: ٦٢)

''اللہ ہی پیدا کرنے والا ہے ہر چیز کا اور وہی ہر چیز کا نگہبان ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾ (الفرقان: ٢)

''اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر سب کا الگ الگ انداز رکھا۔''

اپنے نبی ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:

﴿وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (الصافات: ٩٦)

''اور اللہ نے تم کو اور ان اعمال کو جو تم کرتے ہو پیدا کیا۔''

ہمارے وضاحت کردہ طریقہ کے مطابق ''تقدیر پر ایمان'' لانا اس بات کے منافی نہیں ہے کہ بندے کو اپنے اختیاری افعال میں مشیت افعال اور قدرت حاصل ہے۔ کیوں کہ شرع اور واقع دونوں دلالت کرتے ہیں کہ بندے کو اپنے افعال پر مشیت اور قدرت حاصل ہے۔

بندے کی مشیت پر شرع کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا﴾ (البقرہ: ٢٢٣)

''سو جس کا جی چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنائے۔''

اور یہ ارشاد کہ:

﴿فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ أَنّٰى شِئْتُمْ﴾ (البقرہ: ٢٢٣)

''سو اپنے کھیت میں جس طرف سے ہو کر چاہو آؤ۔''

اور بندے کی قدرت کے سلسلے میں فرمایا ہے:

﴿فَاتَّقُوْا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَأَطِيْعُوْا﴾ (النور: ١٦)

''تو جہاں تک تم کو قدرت ہو اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور مانو۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ﴾

(البقرہ: ۲۸۶)

''اللہ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی قدرت میں ہوا اس کو ثواب بھی اسی کا ملے گا جو ارادہ سے کرے، اور اس پر عذاب بھی اسی کا ہوگا جو ارادہ سے کرے۔''

اور واقعہ یہ ہے کہ ہر انسان جانتا ہے کہ اسے مشیت اور قدرت حاصل ہے جس کے مطابق کہ وہ کوئی کام کرتا یا چھوڑتا ہے اور باارادہ کام، جیسے چلنا، اور بغیر ارادہ کام، جیسے کپکپانا، کے درمیان فرق کرتا ہے۔ لیکن بندے کی مشیت اور قدرت اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کے تابع ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿لِمَنْ شَاءَ مِنْكُمْ أَنْ يَسْتَقِيمَ وَمَا تَشَاءُونَ إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (التکویر: ۲۸۔ ۲۹)

''ایسے شخص کے لیے جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے۔ اور تم بغیر اللہ رب العالمین کے چاہے کچھ نہیں چاہ سکتے۔''

اور چونکہ ساری کائنات اللہ کی ملکیت ہے اس لیے اس کی ملکیت میں کوئی چیز ایسی نہیں ہوسکتی جو اس کے علم ومشیت کے بغیر ہو۔

ہماری وضاحت کے مطابق ''تقدیر پر ایمان'' لانا ترکِ واجبات اور ارتکابِ گناہ پر بندے کے لیے دلیل فراہم نہیں کرتا لہٰذا مذکورہ اعمال کے لیے ''تقدیر'' سے دلیل لینا بہ چند وجوہ باطل ہے:

اول: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بَأْسَنَا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ﴾ (الانعام: ١٤٨)

''یہ مشرک لوگ یوں کہنے کو ہیں کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے نہ ہمارے باپ دادا، اور نہ ہم کسی چیز کو حرام کہہ سکتے۔ اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے ہو چکے ہیں اُنہوں نے بھی تکذیب کی تھی حتیٰ کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزہ چکھا۔ آپ کہیئے کہ تمہارے پاس کوئی دلیل ہے تو اس کو ہمارے روبرو ظاہر کرو۔ تم لوگ محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور تم بالکل اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔''

اگر ''تقدیر'' میں ان کے لیے دلیل ہوتی تو اللہ تعالیٰ اُنہیں اپنا عذاب نہ چکھاتا۔

دوم: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾ (النساء: ١٦٥)

''ان سب کو خوش خبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لیے بھیجا تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے اور اللہ پورے زور والا بڑی حکمت والا ہے۔''

اگر ''تقدیر'' مخالفین کے لیے کوئی دلیل ہوتی تو رسولوں کے بھیج دینے سے وہ ختم نہ ہو جاتی۔ کیوں کہ ان کے بھیجنے کے بعد بھی مخالفت تو اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہی سے واقع ہوگی۔

سوم: ''بخاری'' اور ''مسلم'' میں علی بن أبی طالب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت ہے، الفاظ ''بخاری'' کے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''تم لوگوں میں کوئی ایسا نہیں ہے جس کا کہ جہنم یا جنت میں مقام نہ لکھ دیا گیا ہو۔'' لوگوں میں سے کسی نے کہا: کیا ہم بھروسہ نہ کر لیں یا رسول اللہ!؟ آپ نے فرمایا'' نہیں، عمل کرتے رہو۔ ہر شخص کو سہولت دی ہوئی ہے۔'' پھر آپ نے یہ قرأت فرمائی:

﴿فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰى وَ اتَّقٰى وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰى فَسَنُيَسِّرُهٗ لِلْيُسْرٰى﴾

(اللیل: ٥۔ ٧)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''سو جس نے (اللہ کی راہ میں) مال دیا اور ڈرا اور اچھی بات کو سچی سمجھا تو ہم اسکو راحت کی چیز کے لیے آسانی فراہم کریں گے۔''

''مسلم'' کی ایک روایت میں ہے کہ: ''ہر شخص جس عمل کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس میں اس کے لیے سہولت فراہم کی گئی ہے۔'' چنانچہ نبی ﷺ نے عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور صرف تقدیر پر انحصار اور بھروسہ کر لینے سے منع فرمایا ہے۔

چہارم: اللہ تعالیٰ نے بندے کو (بعض چیزوں کا) حکم دیا ہے اور (بعض سے) روکا ہے اور اس کو اتنا ہی مکلّف کیا ہے جتنی کہ اس کی استطاعت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ﴾ (القصص: ١٦)

''تو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو۔''

اور فرمایا:

﴿لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا﴾ (البقرہ: ٢٨٦)

''اللہ کسی شخص کو مکلّف نہیں بناتا مگر اسی کا جو اس کی طاقت اور اختیار میں ہو۔''

اگر بندہ فعل پر مجبور کر دیا گیا ہوتا تو وہ ایسی چیز کا مکلّف ہو جاتا جس سے چھٹکارا پا لینا اس کی استطاعت میں نہ ہوتا۔ اور یہ باطل ہے۔ اسی وجہ سے جب نادانی یا بھول چوک یا مجبوری میں اس سے گناہ صادر ہوتا ہے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، کیوں کہ وہ معذور ہے۔

پنجم: ''تقدیر'' ایک پوشیدہ راز ہے، اس کا علم اس کے واقع ہو جانے کے بعد ہی ہو سکتا ہے اور بندہ جو کچھ کرتا ہے تو اس کام کا ارادہ کام سے پہلے ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کا ارادۂ فعل اس بات پر مبنی نہیں ہوتا کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی تقدیر جان لی ہے۔ لہٰذا تقدیر سے اس کا دلیل لینا کالعدم ہو جاتا ہے کیوں کہ انسان جس چیز کو جانتا ہی نہ ہو اس میں اس کے لیے دلیل ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟

ششم: ہم دیکھتے ہیں کہ انسان دنیاوی معاملات میں ایسی چیزوں کی طرف لپکتا ہے جو اس کے موافق ہوں یہاں تک کہ وہ انہیں حاصل کر لیتا ہے۔ اور ان سے ہٹ کر اپنے لیے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

غیر موافق چیزوں کا رخ نہیں کرتا۔ پھر رخ نہ کرنے پر تقدیر سے دلیل لیتا ہے۔تو آخر دینی معاملات میں کیوں نفع بخش چیزوں سے ہٹ کر مضرت رساں چیزوں کی طرف رخ کرتا ہے پھر تقدیر سے دلیل لیتا ہے؟ کیا دونوں کا معاملہ ایک جیسا نہیں ہے؟

ایک مثال سے اس کی خوب وضاحت ہوتی ہے۔کسی کے سامنے دو راستے ہوں۔ایک راستہ ایک ایسے شہر تک جاتا ہو جس میں ہنگامہ، قتل وغارت، بے عزتی، خوف اور بھوک ہو۔ دوسرا ایسے شہر تک جاتا ہو جہاں نظام، پائیدار امن، اچھی زندگی، جان ومال اور عزت وناموس کا احترام ہو، تو وہ کون سا راستہ اختیار کرے گا؟

ظاہر ہے کہ وہی دوسرا راستہ اپنائے گا جو اسے انتظام وسکون والے شہر تک لے جاتا ہو۔کسی صاحبِ عقل کے لیے یہ ممکن ہی نہیں کہ وہ ہنگامہ اور خوف والے شہر کا راستہ اپنائے اور تقدیر کو دلیل میں پیش کرے۔ پھر کیوں آخرت کے معاملے میں وہ جنت کو چھوڑ کر جہنم کے راستے پر چلتا ہے اور تقدیر کو دلیل میں پیش کرتا ہے؟

دوسری مثال: ہم مریض کو دیکھتے ہیں کہ اسے دوا پینے کا حکم ہے۔ چنانچہ وہ جی نہ چاہتے ہوئے بھی اسے پیتا ہے، اور ایسی غذاؤں سے پرہیز کرتا ہے جو نقصان پہنچا سکتی ہیں، حالانکہ جی چاہتا ہے کہ انہیں استعمال کرے۔ یہ ساری پابندی اور پرہیز شفا اور سلامتی کی طلب میں برداشت کرتا ہے۔ یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ دوا پینا چھوڑ دے یا ایسی غذائیں استعمال کرنے لگے جو اسے نقصان پہنچا سکتی ہیں، اور تقدیر کو بطور دلیل پیش کرے۔ پھر کیوں انسان اللہ اور اس کے رسول کے احکام چھوڑتا ہے یا ان کی طرف سے منع کئے ہوئے احکام سے پرہیز نہیں کرتا، پھر تقدیر کو دلیل میں پیش کرتا ہے؟

ہفتم: ترک واجبات یا ارتکاب گناہ پر تقدیر سے دلیل دینے والے شخص کے ساتھ اگر کوئی دوسرا شخص زیادتی کرے یا اس کا مال چھین لے یا اس کی عزت وناموس پر ڈاکہ ڈالے اور کہے کہ مجھے برا بھلا مت کہو، کیوں کہ میرا یہ ظلم تقدیر کے مطابق ہے، تو وہ اس کی دلیل کو قبول نہیں کرے گا۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ اپنے اوپر تو کسی کے ظلم پر تقدیر سے استدلال کو

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

قبول نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کے حقوق کی پامالی میں خود کے لیے تقدیر کی دلیل لائے؟

بیان کیا جاتا ہے کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے پاس ایک چور کا معاملہ پیش کیا گیا جس پر ہاتھ کاٹنے کا فیصلہ ہو چکا تھا۔ چنانچہ عمر رضی اللہ عنہ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دے دیا۔ اس چور نے کہا: ''امیر المومنین ذرا رکئے، میں نے چوری تقدیر کے مطابق کی ہے۔'' عمر نے کہا: ''اور ہم بھی ہاتھ تقدیر کے مطابق ہی کاٹ رہے ہیں۔''

''ایمان بہ تقدیر کے چند عظیم فائدے'' ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول: اسباب ووسائل کو بروئے کار لاتے وقت اللہ تعالیٰ پر بھروسہ، نہ کہ خود اسباب اور وسائل پر، کیوں کہ ہر چیز تقدیر کے مطابق ہوتی ہے۔

دوم: اپنا مقصد حاصل کر کے انسان کو اپنے آپ پر غرور نہیں ہوتا۔ کیوں کہ اس کا حصول اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک نعمت ہے بایں طور کہ اللہ تعالیٰ نے بھلائی اور کامیابی کے اسباب اور وسائل مقرر فرمائے ہیں۔ اپنے آپ پر غرور اس نعمت کی شکر گزاری سے غافل کر دیتا ہے۔

سوم: تقدیر کے مطابق جو حالات بھی اس کے اوپر طاری ہوتے ہیں ان پر اطمینان اور قلبی سکون رہتا ہے۔ چنانچہ کسی پسندیدہ چیز کے نہ ملنے یا ناپسندیدہ چیز سے دوچار ہونے پر اسے قلق نہیں ہوتا۔ کیوں کہ یہ ساری چیزیں اس اللہ کے فیصلے سے ہوتی ہیں جس کو آسمان اور زمین کی بادشاہی حاصل ہے اور ان کو لامحالہ ہونا ہی ہے۔ اسی سلسلے میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَا اَصَابَ مِنۡ مُّصِيبَةٍ فِى الۡاَرۡضِ وَلَا فِىۡۤ اَنۡفُسِكُمۡ اِلَّا فِىۡ كِتٰبٍ مِّنۡ قَبۡلِ اَنۡ نَّبۡرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيۡرٌ ۝ لِكَيۡلَا تَاۡسَوۡا عَلٰى مَا فَاتَكُمۡ وَلَا تَفۡرَحُوۡا بِمَاۤ اٰتٰىكُمۡ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخۡتَالٍ فَخُوۡرِ ۝﴾

(الحدید: ۲۲-۲۳)

''کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے نہ خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب میں لکھی ہے قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں۔ بے شک یہ اللہ کے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نزدیک آسان ہے۔ بتلا اس واسطے دی ہے تاکہ جو چیز تم سے جاتی رہے تو اس پر رنج نہ کرو اور جو چیز تم کو عطا فرمائی ہے اس پر اتراؤ نہیں۔ اور اللہ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا''

نبی ﷺ فرماتے ہیں: ''مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کہ اسکا تو سارا معاملہ خیر ہی خیر ہے اور یہ صرف مومن ہی کو حاصل ہے۔ اگر اسے آسانیاں عطا ہوتی ہیں تو شکر ادا کرتا ہے اور وہ اس کے لیے خیر بن جاتا ہے'' (مسلم)

تقدیر کے سلسلے میں دو فرقے گمراہی کا شکار ہوئے ہیں:

''ایک ''جبریہ'' جو کہتا ہے کہ بندہ اپنے عمل پر مجبور ہے، اس کو عمل کے سلسلے میں کوئی ارادہ یا قوت حاصل نہیں ہے۔

دوسرا ''قدریہ'' ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ بندہ مکمل اپنے ارادے اور قدرت سے عمل کرتا ہے اس کے عمل میں اللہ تعالیٰ کی مشیت اور قدرت کا کوئی دخل نہیں ہوتا ہے۔

پہلے ''فرقہ جبریہ'' کے عقیدے کا ابطال شرعی اور واقعاتی دونوں طرز پر کیا گیا ہے۔

''شرعی ابطال'' تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بندے کے حق میں ارادہ اور مشیت ثابت کی ہے اور ان کی طرف عمل کو منسوب کیا ہے چنانچہ فرمایا ہے:

﴿مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْآخِرَةَ﴾ (آل عمران: ۱۵۲)

''تم میں سے بعض ایسے ہیں جو دنیا چاہتے ہیں اور بعض ایسے جو آخرت چاہتے ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَ قُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّ مَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا﴾ (الکھف: ۲۹)

''اور آپ کہہ دیجئے کہ حق تمہارے رب کی طرف سے ہے سو جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جو چاہے کافر رہے بیشک ہم نے ایسے ظالموں کے لیے آگ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تیار کر رکھی ہے کہ اس کی قناتیں اس کو گھیرے ہوں گی۔''

اور فرمایا:

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاءَ فَعَلَيْهَا وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۝﴾ (حٰمٓ السجدة: ٤٦)

''جو شخص نیک عمل کرتا ہے وہ اپنے نفع کے لیے اور جو شخص برا عمل کرتا ہے اس کا وبال اسی پر پڑے گا اور آپ کا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔''

''واقعاتی ابطال'' یہ ہے کہ ہر انسان کھانے، پینے، خرید و فروخت جیسے اختیاری افعال، اور بخار کی وجہ سے لرزش، چھت سے گر جانے جیسے غیر اختیاری افعال کے درمیان فرق کو اچھی طرح جانتا ہے۔ پہلی قسم کے مذکورہ افعال وہ بغیر جبر کے اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے اور دوسری قسم کے افعال میں اسے اختیار نہیں ہوتا اور نہ اس طرح ہونے والے افعال میں اس کا کوئی ارادہ ہوتا ہے۔

''دوسرے ''گروہ قدریہ'' کا ابطال شرع اور عقل سے کیا گیا ہے۔

''شرعی ابطال'' یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور ہر چیز اسکی مشیت اور ارادے سے ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ بندوں کے افعال اسی کی مشیت و ارادے سے واقع ہوتے ہیں، چنانچہ فرمایا ہے:

﴿وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَ لٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ۝﴾ (البقرہ: ٢٥٣)

''اگر اللہ چاہتا تو جو لوگ ان کے بعد ہوئے ہیں باہم قتل و قتال نہ کرتے بعد اس کے کہ ان کے پاس دلائل پہنچ چکے تھے لیکن وہ لوگ باہم مختلف ہوئے سو ان میں کوئی ایمان لایا اور کوئی کافر رہا اور اگر اللہ چاہتا تو وہ لوگ باہم قتل و قتال نہ کرتے اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور فرمایا:

﴿وَ لَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰيهَا وَ لٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ (السجدة: ١٣)

''اور اگر ہم چاہتے تو ہم ہر شخص کو اس کا راستہ عطا فرماتے لیکن میری یہ بات محقق ہو چکی ہے کہ میں جہنم کو جنات اور انسان دونوں سے بھر دوں گا۔''

عقلی ابطال'' یہ ہے کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی مملوک ہے۔ اور انسان اسی کائنات کا ایک فرد ہے اس لیے وہ بھی اللہ تعالیٰ کا مملوک ہے۔ مملوک کے لیے یہ ممکن نہیں کہ مالک کی ملکیت میں اس کی اجازت اور مشیت کے بغیر تصرف کر سکے۔

الْمَرْتَبَةُ الثَّالِثَةُ: الْاِحْسَانُ، رُكْنٌ وَاحِدٌ وَهُوَ: ((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ)) وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ﴾ (النحل: ١٢٨)، وَقَوْلُهُ: ﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ o الَّذِيْ يَرٰاكَ حِيْنَ تَقُوْمُ o وَتَقَلُّبَكَ فِي السّٰجِدِيْنَ o اِنَّهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ o﴾ (الشعراء: ٢١٧۔٢٢٠) وَقَوْلُهُ: ﴿وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْءَانٍ وَلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ﴾ (يونس: ٦١) وَالدَّلِيْلُ مِنَ السُّنَّةِ: حَدِيْثُ جِبْرَائِيْلَ الْمَشْهُوْرُ عَنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوْسٌ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ ذَاتَ يَوْمٍ اِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيْدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ، شَدِيْدُ سَوَادِ الشَّعْرِ لَا يُرٰى عَلَيْهِ اَثَرُ السَّفَرِ وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا اَحَدٌ، حَتّٰى جَلَسَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَاَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ اِلٰى رُكْبَتَيْهِ، وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخِذَيْهِ وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ اَخْبِرْنِي عَنِ الْاِسْلَامِ، فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: ((اَلْاِسْلَامُ اَنْ تَشْهَدَ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

رَسُوْلُ اللّٰهِ، وَتُقِيْمُ الصَّلَاةَ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ، وَتَصُوْمَ رَمَضَانَ ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ اِنِ اسْتَطَعْتَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا)) قَالَ: صَدَقْتَ ، فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ۔ قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِيْمَانِ ، قَالَ: ((اَنْ تُؤْمِنَ بِاللّٰهِ وَمَلَائِكَتِهِ ، وَكُتُبِهِ ، وَرُسُلِهِ ، وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ، وَتُؤْمِنَ بِالْقَدْرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ)) ، قَالَ: صَدَقْتَ ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ الْاِحْسَانِ ، قَالَ: ((اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ، فَاِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهُ يَرَاكَ)) ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنِ السَّاعَةِ ، قَالَ: ((مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ)) ، قَالَ: فَاَخْبِرْنِيْ عَنْ اَمَارَاتِهَا ، قَالَ: ((اَنْ تَلِدَ الْاَمَةُ رَبَّتَهَا ، وَاَنْ تَرَى الْحُفَاةَ الْعُرَاةَ الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُوْنَ فِي الْبُنْيَانِ)) قَالَ: فَمَضَى فَلَبِثْنَا مَلِيًّا فَقَالَ: ((يَا عُمَرُ اَتَدْرِيْ مَنِ السَّائِلُ))؟ قُلْتُ: اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ اَعْلَمُ ، قَالَ: ((هٰذَا جِبْرِيْلُ اَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ اَمْرَ دِيْنِكُمْ)) .

تیسرا مرتبہ احسان کا ہے جو ایک رکن ہے۔ احسان یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت ایسے کرو گویا کہ تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے ہو تو بلاشبہ وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''بے شک اللہ ایسے لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جو پرہیزگار ہوتے ہیں اور جو احسان کرنے والے ہوتے ہیں۔''

اور یہ ارشاد کہ:

''اور آپ اللہ پر توکل رکھئے جو قادر رحیم ہے جو آپ کو جس وقت کہ آپ (نماز کے لیے) کھڑے ہوتے ہیں اور (نیز نماز شروع کرنے کے بعد) نمازیوں کے ساتھ آپ کی نشست و برخاست کو وہ دیکھتا ہے بے شک وہ خوب سننے والا اور خوب جاننے والا ہے۔''

اور یہ ارشاد:

''اور آپ کسی حال میں ہوں اور آپ کہیں سے قرآن پڑھتے ہوں اور تم لوگ جو کام بھی کرتے ہو ہم کو سب کی خبر رہتی ہے جب تم اس کام کو کرنا شروع کرتے ہو۔''

سنت سے اس کی دلیل جبریل کی وہ مشہور حدیث ہے جو عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ فرماتے ہیں:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہم ایک دن رسول ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک آدمی آیا جس کے کپڑے انتہائی سفید اور بال انتہائی کالے تھے۔ اس کے اوپر سفر کے آثار بھی نہ تھے، اور ہم میں سے کوئی اسے پہچانتا بھی نہ تھا۔ وہ نبی ﷺ کے پاس بیٹھ گیا اس نے اپنے گھٹنوں کو آپ ﷺ کے گھٹنے سے ملا دیا، اور اپنی ہتھیلیوں کو رانوں پر رکھ کر کہا: اے محمد! مجھے اسلام کے بارے میں بتائیں؟ رسول ﷺ نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ تم گواہی دو کہ سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ محمد اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، رمضان کے روزے رکھو اور بیت اللہ تک جاسکتے ہو تو حج کرو۔'' اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ عمر کہتے ہیں کہ ہمیں تعجب ہوا کہ آپ سے سوال بھی کرتا ہے اور آپ کی تائید بھی کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا: مجھے ایمان کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم اللہ پر، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں، اس کے رسولوں اور یوم آخرت پر، اور اچھی و بری تقدیر پر ایمان رکھو۔'' اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا، کہا مجھے احسان کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا: ''تم اللہ کی عبادت ایسے کرو گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اگر تم نہیں دیکھ رہے ہو تو بے شک وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ اس نے کہا: آپ نے درست فرمایا۔ کہا: مجھے قیامت کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا: ''اس کے بارے میں پوچھا جانے والا پوچھنے والے سے زیادہ جانکار نہیں ہے۔ اس نے کہا: ''پھر مجھے اس کی نشانیوں کے بارے میں بتائیں؟ آپ نے فرمایا: ''لونڈی اپنی مالکہ پیدا کرنے لگے گی، اور تم ننگے پیر، ننگے جسم محتاجوں نیز بکری کے چرواہوں کو دیکھو گے کہ وہ اونچی اونچی عمارتیں بنانے کا مقابلہ کریں گے'' عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ پھر وہ چلا گیا اور ہم دیر تک وہیں رہے۔ آپ نے فرمایا ''اے عمر! تم جانتے ہو سائل کون تھا۔؟'' میں نے کہا: ''اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانیں۔ فرمایا ''وہ جبریل تھے۔ تمہارے پاس تم کو تمہارا دین سکھانے آئے تھے۔

شرح

''احسان'' (بھلائی کرنا) ''اساءت'' (برائی کرنا) کی ضد ہے۔ ''احسان'' یہ ہے کہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

انسان خوب بھلائیاں کرے اور برائیوں کا روک کرے۔ چنانچہ وہ بندوں کے ساتھ اپنے مال، مرتبہ، علم اور جسم کے ذریعہ خوب بھلائیاں کرے۔

مالی بھلائی یہ کہ مال خرچ کرے، صدقہ زکوۃ دے۔ سب سے عمدہ ''مالی احسان'' زکوۃ ہے۔ کیوں کہ زکوۃ اسلام اور اس کی عظیم عمارت کا ایک رکن ہے۔ اس کے بغیر اسلام مکمل نہیں ہوسکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے محبوب نفقہ ہے۔ اس کے بعد نمبر آتا ہے ان واجب نفقات کا جو انسان اپنی بیوی، والدین، بچے برادران، بھتیجے، بھانجھیوں، چچاؤں، پھوپھیوں اور خالاؤں وغیرہ پر صرف کرتا ہے۔ پھر وہ صدقہ جو مستحقین صدقہ مساکین پر صرف کرتا ہے جیسے طالب علم وغیرہ۔

''مرتبے کی بھلائی اور احسان'' یہ ہے کہ لوگ مختلف رتبے کے ہوتے ہیں۔ کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ جن کی پہنچ سرکاری آدمیوں تک ہوتی ہے۔ چنانچہ انسان اپنی بھلائی رتبہ اور مرتبہ کی شکل میں خرچ کرتا ہے۔ اس کے پاس لوگ آتے ہیں اور اس سے کسی سرکاری عہدے دار کے یہاں کسی پریشانی کو ختم کرانے یا کسی فائدے کے سلسلے میں سفارش کے طالب ہوتے ہیں۔

''علمی احسان'' یہ ہے کہ اللہ کے بندوں کے لیے علم صرف کیا جائے۔ اس طرح کہ عمومی اور خصوصی محفلوں اور نشستوں میں تعلیم کا سلسلہ شروع کیا جائے، یہاں تک کہ محفلِ قہوہ نوشی کو بھی نذر انداز نہ کیا جائے۔ کیوں کہ لوگوں کو تعلیم دینا اور سکھانا تمہارا احسان ہے چاہے تم عام مجلس ہی میں کیوں نہ رہو۔ لیکن اس سلسلے میں حکمت سے کام لو۔ ان کے اوپر بوجھ نہ بن جاؤ کہ جہاں بھی بیٹھو لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے لگو۔ اللہ کے رسول ﷺ موقعہ دیکھ کر وعظ فرماتے اور زیادتی سے کام نہیں لیتے تھے۔ کیونکہ طبیعتیں تھک جاتی اور بے زار ہوجاتی ہیں۔ اگر بے زار ہوگئیں تو بوجھل اور کمزور ہوجائیں گی۔ ہوسکتا ہے وعظ ونصیحت کرنے والے کی طولانی سے خیر ہی کو ناپسند کرنے لگیں۔

لوگوں کے ساتھ ''جسمانی احسان'' کیا ہے؟ نبی ﷺ نے فرمایا ہے کہ: ''تمہارا سواری

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کے سلسلے میں آدمی کی اعانت کرنا، اسے سواری پر سوار کرادینا یا اس کے لیے سواری پر اس کا سامان چڑھادینا صدقہ ہے۔'' ایک آدمی جس کی تم اعانت کرتے ہو، اس کے ساتھ اس کا سامان لدوادیتے ہو یا اسے راستہ بتادیتے ہو یا اس جیسے کام سب کے سب ''احسان'' ہیں۔

یہ ساری باتیں اس ''احسان'' سے متعلق ہیں جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ''عبادت میں احسان'' کی بات ہے تو وہ نبی ﷺ کے فرمان کے مطابق یہ ہے کہ ''تم اللہ تعالیٰ کی ایسے عبادت کرو جیسے کہ تم اسے دیکھ رہے ہو۔'' بندے کی ایسی عبادت ''عبادتِ طلب وشوق'' ہے۔ اور عبادتِ طلب وشوق ایسی چیز ہے کہ انسان اپنے آپ میں ایک ایسا جذبہ محسوس کرتا ہے جو اسے اس عبادت پر ابھارتا ہے۔ کیوں کہ اس کو ایسی چیز کی طلب ہوتی ہے جو کہ اسے محبوب ہے۔ پس وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت یوں کرتا ہے جیسے کہ وہ اسے دیکھ رہا ہو۔ چنانچہ وہ اللہ ہی کا قصد کرتا ہے، اسی کی طرف مائل ہوتا ہے اور اسی کی قربت تلاش کرتا ہے۔

''پس اگر تم اس کو نہیں دیکھ رہے ہو تو وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔'' یہ ''عبادتِ خوف وفرار'' ہے اور ''احسان'' میں دوسرے مقام پر ہے اگر عبادت الٰہی میں تمہیں یہ احساس نہیں ہو پاتا کہ گویا تم اسے دیکھ رہے ہو، اس کی طلب کررہے ہو اور طبیعت کو اس تک پہنچنے پر آمادہ کررہے ہو تو اس طرح عبادت کرو کہ گویا وہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔ چنانچہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طرح کرسکو گے جیسے تم اس سے خوف زدہ ہو، اس کی سزا اور اس کے عذاب سے بھاگ رہے ہو تصوف وسلوک والوں کے نزدیک یہ درجہ پہلے سے کم تر ہے۔

عبادتِ الٰہی کا مفہوم جیسا کہ علامہ ابن القیم رحمہ اللہ نے فرمایا یہ ہے:

بے انتہا محبت ہمراہ فرطِ ذلت
رحمٰن کی عبادت کے دوستون ہیں یہ

معلوم ہوا کہ ''عبادت کی بنیاد'' دو چیزوں پر ہے: انتہائی درجہ کی محبت اور انتہائی درجہ کا احساسِ بے بسی اور ذلت۔ محبت میں طلب پائی جاتی ہے اور احساسِ ذلت میں خوف وفرار۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تو یہ ہے وہ ''احسان'' جو عبادت الٰہی میں ہوتا ہے۔

انسان جب اللہ تعالیٰ کی عبادت اس طریقہ سے کرے گا تو یقیناً وہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ ہوگا۔ اپنی عبادت کے ذریعہ کسی ریاکاری، شہرت یا لوگوں کی تعریف کا طلب گار نہیں ہوگا۔ لوگوں کو اطلاع ہو یا نہ ہو سب اس کے نزدیک برابر ہوگا۔ بہر حال وہ ''عبادت میں احسان'' کرنے والا ہوگا۔ بلکہ اخلاص کی تکمیل تو یہ ہے کہ انسان اس بات کے لیے کوشاں رہے کہ لوگ اس کو حالت عبادت میں دیکھنے ہی نہ پائیں۔ اس کی عبادت اپنے رب کے ساتھ پوشیدہ رہے، الا یہ کہ اسکے اظہار میں اسلام یا مسلمان کی کوئی مصلحت ہو۔ مثلاً وہ ایسا آدمی ہے کہ جس کی اتباع واقتداء کی جاتی ہے، اور وہ لوگوں پر اپنی عبادت اس لیے ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ لوگ اس سے روشنی حاصل کریں اور اس کے مطابق چلیں۔ یا وہ اپنی عبادت کا اظہار اس لیے چاہتا ہے کہ اس کے ساتھ دوست و احباب بھی عبادت کرنے لگیں تو اس میں خیر اور بھلائی ہے اور ایسی مصلحت پر توجہ بھی دینی چاہیے۔ کبھی کبھی تو اظہار پوشیدگی کی نسبت زیادہ قرینِ مصلحت ہوجاتا ہے اسی لیے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کی تعریف فرماتا ہے جو اپنی دولت پوشیدگی اور علی الاعلان دونوں طرح سے خرچ کرتے ہیں۔ جب پوشیدگی قرین مصلحت، نفع بخش اور انابت الی اللہ کا بڑا سبب اور زیادہ خشوع کا باعث ہو تو رازداری سے کام لیتے ہیں۔

جب اظہار میں اسلام کی کوئی مصلحت دکھائی دے رہی ہو جیسے کہ اظہار سے اسلام کے قوانین اور طریقے ظاہر ہوں گے، یا مسلمانوں کی کوئی مصلحت ہو کہ وہ بھی دولت خرچ کرنے میں اقتداء کرنے لگیں گے تو وہ علی الاعلان خرچ کرتے ہیں۔ مؤمن کی نظر اسی طریقہ پر ہوتی ہے جو زیادہ سے زیادہ قرینِ مصلحت ہوتا ہے۔ اور جو چیز بھی عبادت میں قرینِ مصلحت اور لائقِ منفعت ہو وہ کامل ترین اور افضل ترین ہوگی۔

اس حدیث کے اکثر حصے کی شرح گذر چکی ہے، مجموع الفتاوی والرسائل ۳/ ۱۴۳ میں بھی اس حدیث پر ہماری ایک شرح ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الْاَصْلُ الثَّالِثُ: مَعْرِفَةُ نَبِيِّكُمْ مُحَمَّدٍ ﷺ ۔ وَهُوَ: مُحَمَّدُ بْنُ عَبْدِ اللّٰهِ ابْنِ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ بْنِ هَاشِمٍ وَهَاشِمُ مِنْ قُرَيْشٍ، وَقُرَيْشٌ مِنَ الْعَرَبِ، وَالْعَرَبُ مِنْ ذُرِّيَّةِ اِسْمَاعِيْلَ، ابْنِ اِبْرَاهِيْمَ الْخَلِيْلِ، عَلَيْهِ وَعَلَى نَبِيِّنَا اَفْضَلُ الصَّلَاةِ وَالسَّلَام۔ وَلَهُ مِنَ الْعُمُرِ: ثَلَاثٌ وَسِتُّوْنَ سَنَةً، مِنْهَا اَرْبَعُوْنَ قَبْلَ النُّبُوَّةِ، وَثَلَاثٌ وَعِشْرُوْنَ نَبِيًّا وَرَسُوْلًا، نُبِّيءَ بِاِقْرَأْ۔ وَاُرْسِلَ بِالْمُدَّثِّرِ، وَبَلَدُهُ مَكَّةَ، وَهَاجَرَ اِلَى الْمَدِيْنَةِ۔

تیسرا بنیادی اصول

''اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت'' ہے

تیسرا بنیادی اصول: ''اپنے نبی محمد ﷺ کی معرفت'' ہے ان کا نسب یوں ہے:

محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم۔ ہاشم قریش میں سے تھے، قریش عرب میں سے ہیں اور عرب اسماعیل بن ابراہیم الخلیل (علیہ وعلی نبینا افضل الصلاۃ والسلام) کی اولاد ہیں۔ آپ کو ترسٹھ سال کی عمر ملی تھی جس میں سے چالیس سال نبوت سے پہلے اور تیئیس سال نبی اور رسول ہونے کی حالت میں گزرے (اِقرأ) کے ذریعہ نبی اور (مدثر) کے ذریعے رسول بنائے گئے۔ آپ کا شہر مکہ ہے، آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔

شرح

یعنی ان تین بنیادی اصولوں میں سے تیسرا اصول، جن کی معرفت انسان پر واجب ہے، اور وہ یہ ہیں:

بندے کی اپنے رب، اپنے دین اور اپنے نبی کی معرفت۔

''بندے کی اپنے رب کی معرفت'' اور ''اپنے دین کی معرفت'' پر گفتگو گزر چکی ہے۔

رہ گئی بات ''معرفتِ نبی'' کی، تو اس میں پانچ باتیں ہیں:

اول: آپ کے نسب کو جاننا۔ آپ کا نسب ہر نسب سے اعلیٰ تھا۔ کیوں کہ آپ ہاشمی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قرشی اور عربی تھے۔نسب یوں ہے: محمد بن عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم

دوم: آپ کی عمر جاننا، آپ کی پیدائش اور ہجرت گاہ کی معرفت حاصل کرنا۔ اسی کو شیخ رحمہ اللہ نے یوں بیان کیا: ''آپ کو ترسٹھ سال کی عمر ملی۔ آپ کا شہر مکہ ہے اور آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی تھی۔'' آپ مکہ میں پیدا ہوئے اور وہاں ترپن سال تک رہے، پھر مدینہ ہجرت کی اور وہاں دس سال رہے اور وہیں ربیع الاول ۱۱ھ میں وفات پائی۔

سوم: آپ کی نبوی زندگی کی معرفت جو کہ تئیس سال ہے۔ کیوں کہ جب آپ پر وحی کی گئی اس وقت آپ کی عمر چالیس سال تھی۔ کسی شاعر نے کہا ہے۔

جب سن ہوا چالیس تو روشن ہوا
سورج نبوت کا مہِ رمضان میں

چہارم: آپ کس آیت سے نبی اور کس سے رسول بنے؟ آپ نبی اس وقت ہوئے جب آپ پر اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

﴿اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ o﴾ (العلق: ۱-٦)

''آپ پڑھئے اپنے رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔ جس نے انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا۔ آپ پڑھئے اور آپ کا رب بہت کریم ہے۔ جس نے سکھایا قلم کے ذریعہ۔ جس نے سکھایا انسان کو جو وہ نہیں جانتا تھا۔''

اور رسول اس وقت ہوئے جب آپ پر اللہ تعالیٰ یہ فرمان نازل ہوا۔

﴿یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَثِیَابَكَ فَطَهِّرْ o وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ o وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ o وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ o﴾ (المدثر: ۱-۷)

''اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو، پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو۔ اور بتوں سے الگ رہو اور کسی کو اس غرض سے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو اور اپنے رب کے واسطے صبر کرو۔''

چنانچہ نبی ﷺ اٹھے، ڈرایا اور اللہ تعالیٰ کا حکم پورا کیا۔

علماء کے اقوال کے مطابق ''رسول'' اور ''نبی'' میں فرق یہ ہے کہ ''نبی'' وہ ہے جس کی طرف کوئی شریعت وحی کی گئی ہو لیکن اس کی تبلیغ کا اسے حکم نہ دیا گیا۔ اور ''رسول'' وہ ہے جس کی طرف کوئی شریعت وحی کی گئی ہو اور اسے اس کی تبلیغ اور اس کے مطابق عمل کرنے کا حکم بھی دیا گیا ہو۔ چنانچہ ہر رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے۔

پنجم: آپ کیا دے کر اور کیوں بھیجے گئے تھے؟ آپ اللہ تعالیٰ کی توحید اور اس کی وہ شریعت دے کر بھیجے گئے تھے جس میں احکام کی پابندی اور ممنوعات سے دوری دونوں کا حکم دیا گیا ہے۔ آپ تمام عالم کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ انہیں شرک، کفر اور جہالت کی تاریکی سے نکال کر علم، ایمان اور توحید کی روشنی میں پہنچا دیں، اور وہ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور اس کی رضا حاصل کر سکیں اور اس کی سزا و غضب سے محفوظ رہ سکیں۔

بَعَثَهُ اللّٰهُ بِالنِّذَارَةِ عَنِ الشِّرْكِ، وَيَدْعُوْا اِلَى التَّوْحِيْدِ۔ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يٰاَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ o قُمْ فَاَنْذِرْ o وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ o وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ o وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ o وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْثِرُ o وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ o﴾ (المدثر: ۱-۷)۔ وَمَعْنَى ﴿قُمْ فَاَنْذِرْ﴾: يُنْذِرُ عَنِ الشِّرْكِ وَيَدْعُوْ اِلَى التَّوْحِيْدِ۔ ﴿وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ﴾ اَیْ: عَظِّمْهُ بِالتَّوْحِيْدِ، ﴿وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ﴾ اَیْ: طَهِّرْ اَعْمَالَكَ عَنِ الشِّرْكِ۔ ﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾ الرُّجْزُ: الاَصْنَامُ وَهَجْرُهَا تَرْكُهَا، وَالبَرَاءَةُ مِنْهَا وَاَهْلِهَا.

اللہ تعالیٰ نے آپ کو شرک پر تنبیہ فرمانے کے لیے بھیجا تھا۔ آپ توحید کی دعوت دیتے تھے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اے کپڑے میں لپٹنے والے اٹھو۔ پھر ڈراؤ اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو۔ اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھو اور بتوں سے الگ رہو اور کسی کو اس غرض

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے مت دو کہ زیادہ معاوضہ چاہو۔ اور اپنے رب کے واسطے صبر کرو۔''

(''اٹھو۔ پھر ڈراؤ'') کا معنی یہ ہے کہ آپ شرک سے ڈراتے ہیں اور توحید کی طرف بلاتے ہیں۔ (''اور اپنے رب کی بڑائیاں بیان کرو'') یعنی توحید کے ذریعہ اس کی تعظیم کرو۔ (''اور بتوں سے الگ رہو'') یعنی بتوں اور بت پرستوں دونوں سے کوئی تعلق نہ رکھو۔

شرح

''یعنی آپ لوگوں کو شرک سے ڈراتے اور انہیں اللہ تعالیٰ کی ربوبیت الوہیت اور اس کے اسماء وصفات میں توحید کی دعوت دیتے تھے۔

جیہ خطاب اللہ کے رسول ﷺ سے ہے۔

''اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ وہ کوشش کریں۔ سرگرمی کا مظاہرہ کریں لوگوں کو شرک سے خبردار کریں اور اس سے انہیں ڈرائیں۔ شیخ رحمہ اللہ نے آیات کی تفسیر کردی ہے۔

اَخَذَ عَلَى هَذَا عَشْرَ سِنِيْنَ يَدْعُوْا اِلَى التَّوْحِيْدِ وَبَعْدَ الْعَشْرِ عُرِجَ بِهِ اِلَى السَّمَاءِ ، وَفُرِضَتْ عَلَيْهِ الصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ ، وَصَلَّى فِي مَكَّةَ ثَلَاثَ سِنِيْنَ ، وَبَعْدَهَا اُمِرَ بِالْهِجْرَةِ اِلَى الْمَدِيْنَةِ .

اس طرح آپ دس سال تک توحید کی دعوت دیتے رہے۔ دس سال کے بعد آپ کو آسمان کی طرف لے جایا گیا۔ اور آپ پر پانچوں نمازیں فرض کی گئیں۔ آپ نے مکہ میں تین سال نماز پڑھی۔ اس کے بعد آپ کو مدینہ کی طرف ہجرت کرنے کا حکم ہوا۔

شرح

یعنی نبی ﷺ دس سال تک اللہ عزوجل کی توحید اور عبادت میں اس کے یکتا ہونے کی دعوت دیتے رہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''یعنی آپ کو معراج حاصل ہوئی، ''معراج'' نبی ﷺ کی وہ خصوصیت ہے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے آپ کو ہجرت سے پہلے عطا فرمائی تھی۔ واقعہ یوں ہے کہ آپ حطیم کعبہ میں سوئے ہوئے تھے کہ کوئی آیا، اور آپ کے حلق سے لے کر پیٹ کے نچلے حصے تک کو چاک کیا پھر آپ کا دل نکالا، اور جو ذمہ داری آپ نبھانے والے تھے اس کے پیش نظر دل کو حکمت اور ایمان سے پر کر دیا۔ پھر وہ خچر سے چھوٹا اور گدھے سے بڑا ایک چوپایہ لایا جسے براق کہتے ہیں اور جو اپنا قدم حد نگاہ کے قریب رکھتا ہے۔ آپ اس پر سوار ہو گئے۔ ساتھ میں جبریل امین تھے۔ یہاں تک کہ بیت المقدس پہنچ گئے۔ وہاں آپ اترے اور تمام انبیاء ورسل کے امام بن کر نماز پڑھی۔ سب لوگ آپ کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کی فضیلت ظاہر کرنی مقصود تھی اور یہ بتانا بھی تھا کہ آپ امامِ متبوع ہیں۔ پھر جبریل آپ کو آسمانِ دنیا کی طرف لے چلے اور راستہ دے دیا۔ آپ نے اس آسمان میں آدم کو دیکھا۔ جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ آدم ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ انہوں نے آپ کے سلام کا جواب دیا اور کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ آپ نے دیکھا کہ آدم کے دائیں ان کی نیک بخت اولاد کی روحیں ہیں اور بائیں بدبخت کی۔ جب وہ دائیں طرف دیکھتے تو خوش ہو جاتے، اور ہنستے ہیں اور جب بائیں طرف دیکھتے تو روتے ہیں۔ پھر جبریل آپ کو دوسرے آسمان کی طرف لے چلے اور راستہ مانگا.....الخ وہاں آپ نے دو خالہ زاد بھائیوں یحییٰ اور عیسیٰ علیہما الصلاۃ والسلام کو دیکھا۔ دونوں ایک دوسرے کی خالہ کے فرزند ہیں۔ جبریل نے کہا: یہ یحییٰ اور عیسیٰ انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بھائی نیک نبی کو خوش آمدید۔ پھر جبریل آپ کو لے کر تیسرے آسمان کی طرف چلے اور راستہ مانگا۔ الخ۔ آپ نے وہاں یوسف علیہ الصلاۃ والسلام کو دیکھا۔ جبریل نے کہا: یہ یوسف ہیں انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ پھر جبریل آپ کو لے کر چوتھے آسمان کی طرف چلے اور راستہ مانگا۔ الخ۔ آپ نے وہاں ادریس علیہ السلام کو دیکھا جبریل

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے کہا: یہ ادریس ہیں انہیں سلام کیجئے۔ انہوں نے جواب دیا اور فرمایا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ پھر جبریل آپ کو لے کر پانچویں آسمان کو چلے اور راستہ مانگا۔ الخ۔ وہاں آپ نے موسیٰ کے بھائی ہارون بن عمران کو دیکھا۔ جبریل نے کہا یہ ہارون ہیں انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا انہوں نے جواب دیا اور کہا نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ پھر جبریل آپ کو لے کر چھٹے آسمان کی طرف چلے اور راستہ مانگا۔ الخ۔ آپ نے وہاں موسیٰ کو دیکھا: جبریل نے کہا: یہ موسیٰ ہیں، انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے سلام کیا۔ انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بھائی اور نیک نبی کو خوش آمدید۔ جب آگے بڑھے تو موسیٰ رو پڑے۔ کہا گیا کیوں رو رہے ہیں؟ فرمایا: میں رو رہا ہوں اس لیے کہ ایک لڑکا جو میرے بعد مبعوث کیا گیا ہے میری امت سے زیادہ اس کی امت کے لوگ جنت میں داخل ہوں گے، موسیٰ کا رونا ان فضائل کے غم کی وجہ سے تھا جو ان کی امت نہیں پاسکی۔ انکا رونا محمد ﷺ کی امت سے حسد کے باعث نہیں تھا۔ پھر جبریل آپ کو لے کر ساتویں آسمان کی طرف چلے اور راستہ مانگا۔ الخ۔ وہاں آپ نے خلیل الرحمٰن ابراہیم علیہ السلام کو دیکھا۔ جبریل نے کہا: یہ آپ کے باپ ابراہیمؑ ہیں۔ انہیں سلام کیجئے۔ آپ نے انہیں سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور کہا: نیک بیٹے اور نیک نبی کو خوش آمدید۔

رسول اللہ ﷺ کی عزت افزائی اور آپ کے فضل وشرف کے اظہار کے طور پر جبریل آپ کو لے کر تمام انبیاء کے یہاں گئے تھے۔ ابراہیمؑ خلیل ساتوں آسمان میں واقع اس بیت معمور کی طرف اپنی پیٹھ ٹیکے بیٹھے تھے جس میں روزانہ ستر ہزار فرشتے عبادت کرنے اور نماز پڑھنے کے لیے داخل ہوتے ہیں، پھر باہر آتے ہیں اور دوسرے دن وہ واپس نہیں آتے لیکن دوسرے فرشتے آتے ہیں جن کی تعداد اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔

پھر نبی ﷺ سدرۃ المنتہیٰ تک لے جائے گئے جس کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایسے حسن وجمال نے اپنے گھیرے میں لیا ہوا تھا جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ پر دن رات کی پچاس نمازیں فرض فرمائیں۔ آپ نے اسے قبول کیا۔ سلام کیا پھر نیچے آگئے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

جب آپ کا گزر موسیٰ پر ہوا تو انہوں نے کہا: تمہارے رب نے تمہاری امت پر کیا فرض فرمایا ہے؟ ہر دن پچاس نمازیں۔ انہوں نے کہا: تمہاری امت اسے نبھا نہیں سکے گی۔ تم سے پہلے میں لوگوں کا تجربہ کر چکا ہوں اور بنی اسرائیل میں زبردست اصلاحی کام کر چکا ہوں۔ تم اپنے رب کے پاس واپس چلے جاؤ اور اس سے اپنی امت کے لیے تخفیف کا مطالبہ کرو۔ نبی ﷺ نے فرمایا میں واپس ہوا اور مجھ سے دس نمازیں کم کر دی گئیں۔ آپ برابر اپنے رب کے یہاں جاتے رہے یہاں تک کہ فریضہ پانچ پر آ کر ٹھہر گیا تو ایک اعلان کرنے والے نے اعلان کیا کہ میں نے اپنا فریضہ عائد کر دیا ہے اور اپنے بندوں کے لیے سہولت پیدا کر دی ہے۔

اسی رات نبی ﷺ جنت میں لے جائے گئے۔ جہاں موتیوں کے گنبد ہیں اور جنت کی مٹی مشک ہے۔ پھر نبی ﷺ اتر آئے۔ یہاں تک کہ صبح کی تاریکی میں مکہ پہنچ گئے اور وہاں صبح کی نماز پڑھی۔

''آپ چار رکعتی نمازیں دو رکعت پڑھتے تھے۔ حتی کہ آپ نے مدینہ کی طرف ہجرت فرمائی۔ سفر کی نماز تو برقرار رہی لیکن حضر کی نماز میں اضافہ کر دیا گیا۔

''اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی محمد ﷺ کو مدینہ کی طرف ہجرت کا حکم اس لیے دیا تھا کہ مکہ والوں نے آپ کو دعوت وتبلیغ کے کام سے روک دیا تھا۔ ماہ ربیع الاول ۱۳ نبوی میں آپ وحی الٰہی کے سب سے پہلے شہر اور اللہ ورسول کے نزدیک سب سے محبوب شہر مکہ سے ہجرت کر کے مدینہ پہنچے۔ آپ اپنے رب کی اجازت سے بغرض ہجرت مکہ سے نکلے تھے۔ اس سے پہلے برابر تیرہ سال تک پیغام الٰہی کی تبلیغ کرتے رہے اور یقین کے ساتھ اس کی دعوت دیتے رہے تھے۔ آپ کو قریش کے اکثر لوگوں اور بڑے بڑے افراد کی طرف سے دعوت کے انکار کا ہی واسطہ رہا اور آپ کو شدید ایذاؤں سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ ان لوگوں کا بھی وہی حال ہوا جو آپ پر ایمان لائے تھے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ نبی ﷺ کو قتل کرنے کے لیے انہوں نے مکروفریب کا پروگرام تک بنا ڈالا۔ بڑے بڑے قریش دارالندوۃ میں جمع ہوئے اور مشورہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ کیا کیا جائے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب انہوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے صحابہ کرام کو مدینہ کی طرف ہجرت کرتے ہوئے دیکھا تھا اور محسوس کرلیا تھا کہ اب محمد بھی ان سے ضرور جاملیں گے اور آپ کو ان انصاریوں کی طرف سے امداد ومعاونت حاصل ہوجائے گی جنہوں نے آپ سے اس بات پر بیعت کی تھی کہ یہ لوگ محمد کو ایسے حالات سے بچائیں گے جن حالات سے کہ یہ اپنے اہل وعیال کو بچاتے ہیں اور اس وقت محمد کو قریش پر غلبہ حاصل ہوجائے گا۔ اللہ کے دشمن ابوجہل نے کہا کہ عقل مندی یہ ہے کہ ہم ہر قبیلہ سے ایک مضبوط نوجوان چن لیں اور ان میں سے ہر ایک کو تیز تلوار دے دیں۔ پھر وہ سب محمد پر حملہ کردیں اور آپ کو بیک وقت تلوار مار کر قتل کردیں اور ہم سکھ کا سانس لیں۔ اس طرح حملہ کرنے سے یہ ہوگا کہ ان کا خون قبائل میں تقسیم ہوجائے گا اور بنوعبدمناف (خاندان نبوی) اپنی پوری قوم سے جنگ نہیں کرسکیں گے۔ نتیجتًا دیت پر راضی ہوجائیں گے جو ہم انہیں دے دیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مشرکین کے ارادے سے خبردار کردیا اور آپ کو ہجرت کی اجازت دے دی۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ پہلے ہی مدینہ کی طرف ہجرت کی تیاری کر چکے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا تھا کہ جلد بازی نہ کریں اُمید ہے کہ مجھے بھی اجازت مل جائے گی۔ چنانچہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رک گئے تھے تاکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ہجرت کریں۔

عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ہم دوپہر ظہر کے وقت ابوبکر کے گھر میں تھے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم منہ ڈھانکے دروازے پر تشریف لائے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔ اللہ کی قسم کوئی خاص بات ہی آپ کو اس وقت لے آئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اندر آگئے اور ابوبکر سے کہا: جو لوگ آپ کے پاس ہیں انہیں ہٹادیجئے۔ انہوں نے کہا: میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ کی اہلیہ ہی تو ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے نکلنے کی اجازت مل گئی ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کہا: ساتھ، اے رسول اللہ! فرمایا: ہاں۔ کہا: اے اللہ کے رسول! میری ان دوسواریوں میں سے ایک آپ لے لیجئے۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیمت سے۔

پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر نکل گئے اور ثور نامی پہاڑ کے ایک غار میں تین رات تک

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

ٹھہرے رہے، عبداللہ بن اُبی بکر اور ایک ذہین وفطین لڑکا ان کے یہاں رات گزارتا۔ رات کے آخری پہر مکہ چلا جاتا اور قریش کے درمیان رہتا۔ نبی ﷺ اور آپ کے ساتھی کے متعلق کوئی بھی خبر سنتا تو ذہن نشین کر لیتا۔ اور تاریکی کی چھا جانے کے بعد ان دونوں تک خبر پہنچا دیتا۔

قریش نے نبی ﷺ کو ہر طریقے سے تلاش کرنا شروع کر دیا اور ہر طرح کے وسائل استعمال کرنے لگے کہ کسی طرح نبی ﷺ کو پا جائیں۔ یہاں تک کہ انہوں نے اس شخص کے لیے دیت کے سو اونٹ مقرر کر دیئے جو ان دونوں کو یا کسی ایک کو لائے گا۔ لیکن اللہ تعالیٰ ان دونوں کے ساتھ تھا اور اپنی عنایت سے ان کی نگہبانی فرما رہا تھا۔ یہاں تک کہ قریش آ کر غار کے منہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں پھر بھی ان کو نہیں دیکھ پاتے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ غار میں میں نے نبی ﷺ سے کہا کہ اگر کسی نے اپنے قدموں میں نگاہ ڈال دی تو ہمیں ضرور دیکھ لے گا۔ آپ نے فرمایا ''فکر نہ کرو۔ بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ تمہارا ان دو کے بارے میں کیا خیال ہے جن کا تیسرا اللہ ہو''؟ یہاں تک کہ جب ان کی تلاش کچھ ٹھنڈی پڑ گئی تو تین رات کے بعد غار سے نکل کر ساحل کا رخ کیا اور مدینہ کی راہ لی۔

جب مدینہ کے انصار اور مہاجرین نے اپنی طرف نبی ﷺ کی آمد کے بارے میں سنا تو وہ روزانہ صبح حرہ تک آ کر نبی ﷺ اور ان کے اصحاب کی آمد کا انتظار کرتے اور سورج کی تمازت ہی انہیں واپس لے جاتی تھی۔ جب وہ دن آ گیا جس میں آپ تشریف لائے تھے تو دن بلند ہو جانے اور گرمی سخت ہو جانے پر لوگ اپنے گھروں کو چلے گئے تھے۔ مدینہ کی کسی پہاڑی پر ایک یہودی اپنی کسی ضرورت سے ادھر ادھر نظریں دوڑا رہا تھا اس نے نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کو آتے دیکھا کہ سراب انہیں واضح کرتا جا رہا ہے۔ وہ بے اختیار بلند آواز سے چلا اٹھا کہ عرب والو! یہ رہا تمہارا وہ نصیب وعزت جس کا تم انتظار کر رہے ہو۔ چنانچہ مسلمان نبی ﷺ کی ملاقات کو امنڈ پڑے اور رسول ﷺ کی تعظیم وتکریم کے طور پر اور اس بات کے اظہار کے لیے کہ وہ جہاد اور آپ کے دفاع کے لیے مستعد ہیں ہتھیار بھی اپنے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ساتھ لیتے آئے۔ (رضی اللہ عنہم)

حرہ کے کھلے حصہ میں انہوں نے آپ سے ملاقات کی اور آپ انہیں لے کر دائیں طرف ہٹ گئے اور قبا میں بنو عمرو بن عوف کے یہاں اترے اور ان کے یہاں چند راتیں قیام کیا اور مسجد کی بنیاد ڈالی۔ پھر مدینہ کا سفر اختیار فرمایا۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ دوسرے لوگ آپ سے راستے میں ملاقات کر رہے تھے۔ ابوبکر کہتے ہیں کہ جب ہم مدینہ آ گئے تو لوگ راستوں اور گھروں کے اوپر نکل آئے۔ بچے غلام کہتے تھے: اللہ اکبر رسول اللہ آ گئے، اللہ اکبر محمد آ گئے۔

وَالْهِجْرَةُ: الانْتِقَالُ مِنْ بَلَدِ الشِّرْكِ اِلَى بَلَدِ الْاِسْلَامِ وَالْهِجْرَةُ فَرِيْضَةٌ عَلَى هٰذِهِ الْاُمَّةِ مِنْ بَلَدِ الشِّرْكِ اِلَى بَلَدِ الْاِسْلَامَ، وَهِيَ بَاقِيَةٌ اِلَى اَنْ تَقُوْمَ السَّاعَةُ۔ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِي الْاَرْضِ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيْرًا o اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَ النِّسَآءِ وَ الْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّ لَا يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا o فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ وَ كَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا o﴾ (النساء: ۹۷-۹۹)

وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ o﴾ (العنکبوت: ٦٥) قَالَ الْبَغَوِيُّ .رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى : سَبَبُ نُزُوْلِ هٰذِهِ الْآيَةِ فِي الْمُسْلِمِيْنَ الَّذِيْنَ بِمَكَّةَ لَمْ يُهَاجِرُوْا؛ نَادَاهُمُ اللّٰهُ بِاسْمِ الْاِيْمَانِ۔ وَالدَّلِيْلُ عَلَى الْهِجْرَةِ مِنَ السُّنَّةِ قَوْلُهُ ﷺ: ((لَا تَنْقَطِعُ الْهِجْرَةُ حَتّٰى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعُ التَّوْبَةُ حَتّٰى تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا)).

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اور ہجرت شہر شرک سے شہر اسلام کی طرف منتقل ہونے کو کہتے ہیں شہر شرک سے شہر اسلام کی طرف ہجرت اس امت کا ایک فریضہ ہے۔ اس کا حکم تا قیامت باقی ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہ گار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں محض مغلوب تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ترک وطن کر کے اس میں چلے جاتے؟ سوان لوگوں کا ٹھکانہ جہنم ہے اور جانے کے لیے بری جگہ ہے۔ لیکن جو مرد اور عورتیں اور بچے قادر نہ ہوں کہ کوئی تدبیر کر سکتے ہیں اور نہ راستے سے واقف ہیں سوان کے لیے امید ہے کہ اللہ ان کو معاف کر دے گا اور اللہ بڑا معاف کرنے والا بڑی مغفرت کرنے والا ہے''۔

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اے میرے ایمان دار بندو! بے شک میری زمین فراخ ہے سو خالص میری ہی عبادت کرو۔''

امام بغوی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''اس آیت کا سببِ نزول یہ ہے کہ کچھ مسلمان مکہ رہ گئے تھے جنہوں نے ہجرت نہیں کی تھی، ان کو اللہ تعالیٰ نے ایمان کے نام سے خطاب کیا ہے۔''

''ہجرت'' پر حدیث سے دلیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان ہے: ''ہجرت کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا تا آنکہ توبہ کا سلسلہ ختم ہو جائے۔ اور توبہ کا سلسلہ ختم نہیں ہوگا تا آنکہ سورج اپنے مغرب سے طلوع ہو جائے۔''

شرح

''ہجرت'' عربی زبان میں ''هَـجـر'' سے ماخوذ ہے، جس کا معنی ہے چھوڑنا۔ شروع میں ''ہجرت'' اسی کو کہتے ہیں جو شیخ رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''شہر شرک سے شہر اسلام کی طرف منتقل ہونا۔'' شہر شرک اس مقام کو کہتے ہیں جہاں کفر کے شعائر اور رسم ورواج ادا کئے جاتے ہوں، شعائر اسلام ،، نہ کئے جاتے ہوں، عمومی طور پر جیسے اذان، نماز باجماعت، عیدین اور جمعہ، ہم نے ''عمومی طور پر'' کی شرط اس لیے لگائی ہے تا کہ مسلم اقلیتوں والے ملک باہر

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ہوجائیں جن میں دینی شعائرمحدود پیمانے پر ادا کئے جاتے ہوں۔ان کے اندر مسلم اقلیات کی طرف سے اسلامی شعائر ادا کرنے سے وہ شہر اسلام نہیں بن جائیں گے۔شہر اسلام وہ ملک ہے جہاں یہ شعائرعمومی طور پر ادا کئے جاتے ہوں۔

چنانچہ''ہجرت'' ہر مؤمن پر، جو شہر کفر میں اپنے دین کا اظہار نہ کرسکتا ہو، واجب ہے۔ کیونکہ اپنا اسلام ظاہر نہ کرسکنے کی صورت میں''ہجرت'' ہی کے ذریعے اس کا اسلام مکمل ہوسکتا ہے، اور جس سے کوئی واجب مکمل ہوتا ہو وہ بھی واجب ہے۔

اس آیت میں اس بات کی دلیل ہے کہ وہ لوگ جو قدرت رکھتے ہوئے ہجرت نہیں کرتے جب فرشتے انہیں وفات دیتے ہیں اُن کی سرزنش کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ کیا اللہ تعالیٰ کی زمین کشادہ نہیں تھی کہ تم اس کی طرف ہجرت کرجاتے؟ کمزور لوگ جو ہجرت سے معذور ہیں ان کی معذوری کے پیش نظر انہیں اللہ تعالیٰ نے معاف فرمادیا ہے۔اللہ تعالیٰ نفس کو اس کی گنجائش کے مطابق ہی مکلّف کرتا ہے۔

ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ شیخ رحمہ اللہ نے امام بغوی سے اس کو نقل کیا ہے، بشرطیکہ انہوں نے تفسیر سے نقل کیا ہو۔کیوں کہ تفسیر بغوی میں مذکورہ قول ان الفاظ کے ساتھ نہیں ہے۔

یہ اس وقت ہوگا جب کہ قابل قبول عملِ صالح ختم ہوچکے ہوں گے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ (الانعام: ۱۵۸)

''جس روز آپ کے رب کی بعض نشانی آپہنچے گی تو کسی ایسے شخص کا ایمان اس کے کام نہ آئے گا جو پہلے سے ایمان نہیں رکھتا یا اس نے اپنے ایمان میں کوئی نیک عمل نہ کیا ہو۔''

آیت میں بعض نشانیوں سے مراد سورج کا مغرب سے طلوع ہونا ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خاتمہ

یہاں ہم شہر کفر کی طرف سفر کا حکم بیان کر رہے ہیں:

ہم کہتے ہیں کہ کافروں کے ملک کا سفر صرف تین شرطوں کے ساتھ جائز ہے:

شرط اول: انسان کے پاس اتنا علم ہو کہ جس سے وہ شکوک وشبہات دفع کر سکے۔

شرط دوم: اس کے پاس دین داری ہو جو اسے نفسانی خواہشات سے روک سکے۔

شرط سوم: وہاں تک سفر کی ضرورت ہو۔

اگر یہ شرطیں پوری نہ ہوتی ہوں تو کافر کے ملک کا سفر جائز نہیں ہوگا کیوں کہ اس میں فتنہ یا فتنے کا خوف اور دولت کی بربادی ہے کیوں کہ انسان ایسے سفروں میں بے تحاشہ دولت خرچ کرتا ہے۔

لیکن اگر کسی علاج یا کسی ایسے علم کے حصول کی غرض سے کہ جس کا انتظام اس کے شہر میں نہیں ہے سفر کی ضرورت پیش آجائے اور اسکے پاس مطلوبہ علم ودین داری ہو تو کچھ حرج کی بات نہیں ہے۔

کافر ملک کی طرف بغرض سیاحت جو سفر ہوتا ہے وہ کوئی ضرورت نہیں ہے اس غرض سے کسی ایسے اسلامی ملک کی طرف سفر کیا جاسکتا ہے جس کے باشندے شعائر اسلام کے پابند ہوں۔ الحمدللہ اس وقت ہمارے ملک کے بعض علاقے تفریحی مقامات کی شکل اختیار کر چکے ہیں جہاں جا کر اپنی تعطیلات کے ایام گزارے جاسکتے ہیں۔

کافروں کے ملک میں اقامت گزیں ہوجانا کسی مسلم کے دین، اخلاق، سیرت اور کردار کے لیے زبردست خطرہ ہے۔ ہم نے اور دوسروں نے بہت لوگوں کا انحراف دیکھا ہے جنھوں نے وہاں جا کر قیام کیا تھا۔ وہ جو کچھ ساتھ لے کر گئے تھے اس کے بغیر واپس ہوئے اور فاسق بن کر آئے۔ بعض تو نعوذ باللہ اپنے دین سے پھر کر، اپنے دین بلکہ تمام ادیان کے منکر بن کر واپس ہوئے۔ معاملہ یہاں تک پہنچ گیا کہ دین کا ایک دم انکار کر دیا، دین کا مذاق

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

اڑانے لگے، دین سے تعلق رکھنے والوں کا چاہے زندہ ہوں یا گزر چکے ہوں استہزاء کرنے لگے۔ اس لیے مناسب ہی نہیں بلکہ لازم ہوجاتا ہے کہ اس سے دامن بچایا جائے اور سفر کے لیے ایسی شرطیں رکھی جائیں جو اس طرح کی ہلاکت خیزیوں میں واقع ہونے کی خواہش کو لگام دے سکیں۔

لہٰذا کافر ملک میں اقامت کی دو بنیادی اور لازمی شرطیں ہیں:

شرط اول: قیام کرنے والا اپنی دین داری سے مطمئن ہو۔ اس طرح کہ اس کے پاس علم، ایمان اور عزم کی ایسی قوت ہو جس کی وجہ سے اس کو اطمینان ہو کہ وہ اپنے دین پر ثابت قدم رہ جائے گا۔ انحراف اور گمراہی سے بچ جائے گا، کافروں سے دشمنی اور ان سے بغض کو اپنے دل میں زندہ رکھے گا اور ان سے دوستی اور محبت کرنے سے دور رہے گا۔ کیوں کہ ان سے دوستی اور محبت ایمان کے منافی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَآدُّونَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَآءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ ۝﴾ (المجادله: ٢٢)

''جو لوگ اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں آپ ان کو نہ دیکھیں گے کہ ایسے لوگوں سے دوستی رکھتے ہیں جو اللہ اور اسکے رسول کے برخلاف ہیں گو وہ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی یا کنبہ ہی کیوں نہ ہوں۔''

اور فرمایا:

﴿يَآأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصٰرٰى أَوْلِيَآءَ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ يَتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَإِنَّهُ مِنْهُمْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِينَ ۝ فَتَرَى الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُونَ فِيهِمْ يَقُولُونَ نَخْشٰى أَنْ تُصِيبَنَا دَآئِرَةٌ فَعَسَى اللّٰهُ أَنْ يَّأْتِيَ بِالْفَتْحِ أَوْ أَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهِ فَيُصْبِحُوا عَلٰى مَآ أَسَرُّوا فِيْٓ أَنْفُسِهِمْ نٰدِمِينَ ۝﴾ (المائده: ٥١-٥٢)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! تم یہود و نصاریٰ کو دوست مت بنانا۔ وہ ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ اور جو شخص تم میں سے ان کے ساتھ دوستی کرے گا بے شک وہ ان ہی میں سے ہوگا۔ یقیناً اللہ سمجھ نہیں دیتا ان لوگوں کو جو اپنا نقصان کر رہے ہیں۔ اسی لیے تم ایسے لوگوں کو جن کے دل میں مرض ہے دیکھتے ہو کہ دوڑ دوڑ کر ان میں گھستے ہیں، کہتے ہیں کہ ہم کو اندیشہ ہے کہ ہم پر کوئی حادثہ پڑ جائے۔ سو قریب اُمید ہے کہ اللہ کامل فتح کا ظہور فرما دے یا کسی اور بات کا خاص اپنی طرف سے، پھر وہ اپنے پوشیدہ خیالات پر شرمسار ہوں گے۔''

صحیح حدیث میں نبی ﷺ سے مروی ہے: ''جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہیں میں سے ہے۔ اور یہ کہ آدمی اسی کے ساتھ ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔

اللہ کے دشمنوں سے محبت سب سے عظیم خطرہ ہے جو کسی مسلمان کے لیے ہوسکتا ہے۔ کیوں کہ ان سے محبت رکھنا لامحالہ ان کی موافقت اور اتباع تک لے جائے گا، یا کم سے کم یہ محبت اسے ان کا انکار کرنے سے باز رکھے گی۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا ہے ''جو شخص کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو وہ انہیں میں سے ہے۔''

شرطِ دوم یہ ہے کہ اسے اپنی دین داری کے اظہار پر پوری قدرت حاصل ہو، شعائر اسلام آزادی کے ساتھ بغیر کسی روک ٹوک کے ادا کرسکتا ہو۔ نماز قائم کرنے پر، اور اگر دوسرے نماز پڑھنے والے اور جمعہ قائم کرنے والے موجود ہوں تو جماعت اور جمعہ قائم کرنے پر اس پر پابندی عائد نہ کی جاتی ہو۔ زکوٰۃ روزہ اور حج وغیرہ اسلامی شعائر سے اسے روکا نہ جاتا ہو۔ اگر قیام کرنے والا یہ ساری چیزیں نہ کر پاتا ہو تو اقامت جائز نہیں ہے کیوں کہ اب اس پر ہجرت واجب ہے۔

المغنی ۸/ ۴۵۷ میں ہجرت کے سلسلے میں لوگوں کی قسموں کے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''پہلی قسم: وہ لوگ جن پر ہجرت واجب ہے اور وہ ایسے لوگ ہیں جو ہجرت کرنے کی طاقت رکھتے ہوں جو نہ اپنے دین کو ظاہر کرسکتے ہوں اور نہ کافروں میں رہ کر اپنے دینی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

واجبات ادا کرسکتے ہوں۔ ایسے لوگوں پر ہجرت واجب ہوجاتی ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيٓ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوٓا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولٰٓئِكَ مَأْوٰيهُمْ جَهَنَّمُ وَ سَآءَتْ مَصِيرًا ۝﴾

(النساء: ۹۷)

''بے شک جب ایسے لوگوں کی جان فرشتے قبض کرتے ہیں جنہوں نے اپنے کو گنہگار کر رکھا تھا تو وہ ان سے کہتے ہیں کہ تم کس کام میں تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم سرزمین میں مغلوب تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم ترک وطن کرکے اس میں چلے جاتے؟ سو ان لوگوں کا ٹھکانا جہنم ہے اور جانے کے لیے وہ بری جگہ ہے۔''

یہ ایک سخت وعید ہے جو وجوب پر دلالت کرتی ہے۔ وجوب کی دلیل یہ بھی ہے کہ دینی واجبات کی ادائیگی بھی اس شخص پر واجب ہوتی ہے جو ادائیگی کرسکتا ہو۔ ہجرت واجب کی ضرورت اور اس کا تتمہ ہے۔ اور جس سے واجب پورا ہوتا ہو وہ بھی واجب ہوتا ہے۔ ا۔ھ۔

ان دونوں بنیادی شرطوں کے بعد ہم بتانا چاہتے ہیں کہ دارالکفر میں اقامت کی کئی نوعیتیں ہیں:

پہلی نوعیت یہ ہے کہ اگر قیام کرنے والا وہاں اسلام کی دعوت اور اسلام کی طرف راغب کرنے کی غرض سے قیام کرتا ہے تو یہ ایک طرح کا جہاد ہے۔ یہ اقامت ان لوگوں کے لیے فرضِ کفایہ ہے جو کہ ایسا کرسکتے ہوں، بشرطیکہ دعوت کے اثرات ظاہر ہوتے ہوں اور کوئی دعوت دینے یا دعوت قبول کرنے سے منع کرنے والا نہ ہو۔ اسلام کی دعوت ایک دینی فریضہ اور پیغمبرانہ وظیفہ ہے۔ نبی ﷺ نے زمان ومکاں کی قید کے بغیر اپنی طرف سے تبلیغ کرنے کا حکم دیا تھا۔ چنانچہ فرمایا ہے: ''میری طرف سے ایک آیت ہی کی سہی تبلیغ کرو۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دوسری نوعیت یہ ہے کہ اگر قیام کرنے والا کافروں کے حالات کا مطالعہ کرنے، اور عقیدہ کے جس فساد، عبادت کی جس خطاء، اخلاق کی جس تہی دستی اور کردار کے جس بگاڑ میں وہ مبتلا ہیں ان کی جانکاری حاصل کرنے کی غرض سے اقامت کرتا ہے تا کہ لوگوں کو خبردار کر سکے کہ وہ ان سے دھوکہ نہ کھائیں اور جو لوگ ان سے متاثر ہیں ان کو بتلا سکے کہ حقیقت حال کیا ہے، تو یہ اقامت بھی ایک طرح کا جہاد ہے۔ اس لیے کہ اس قیام کا مقصد یہی تو ہے کہ کفر اور اہل کفر سے ایسے انداز میں خبردار کیا جائے کہ وہ اسلام اور ہدایتِ اسلام کی ترغیب بن جائے کہ کفر کا بگاڑ ہی اسلام کا سدھار ہے۔ جیسا کہ کہا گیا ہے:

نمایاں اپنی ضد کے سامنے ہر چیز ہوتی ہے

لیکن ایک ضروری شرط یہ ہے کہ اس کا مقصد پورا ہوتا ہو اور سامنے کوئی ایسا خطرہ نہ ہو جو مقصد پر حاوی ہو جاتا ہو۔ اگر اس کا مقصد پورا نہ ہوتا ہو، بایں طور کہ اسے ان کے حالات سے پردہ اٹھانے اور آگاہ کرنے سے منع کر دیا جائے تو اقامت کا کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اور اگر اس کی مراد پوری ہوتی ہو لیکن ساتھ ہی ساتھ کوئی بڑا خطرہ بھی ہو، جیسے یہ کہ کافر اس کے مقابلہ پر اتر آئیں، اسلام، رسول اسلام اور ائمہ اسلام کو گالیاں دینے لگیں اور برا بھلا کہنے لگیں تو خاموشی اختیار کر لینا واجب ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًا بِغَيْرِ عِلْمٍ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الانعام: ۱۰۸)

''اور گالی مت دو ان کو جن کی یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر عبادت کرتے ہیں پھر وہ براہ جہل حد سے گزر کر اللہ کو گالی دیں ہم نے اسی طرح ہر طریقہ والوں کو ان کا عمل مرغوب بنا رکھا ہے پھر اپنے رب ہی کے پاس ان کو جانا ہے سو وہ جتلا دے گا جو کچھ بھی وہ کیا کرتے تھے۔''

کافر ملک میں اسی طرح اس آدمی کی اقامت بھی درست ہے جو مسلمانوں کی طرف

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے جاسوس بن کر وہاں اقامت کرنا چاہتا ہوتا کہ مسلمانوں کے خلاف ہونے والی سازشوں کے بارے میں آگاہی حاصل کرے اور مسلمان ان سے ہوشیار رہیں۔ جس طرح نبی ﷺ نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو مشرکین کے درمیان بھیجا تھا کہ آپ ان حالات سے آگاہ رہیں۔

تیسری نوعیت یہ ہے کہ مسلم حکومت کی کسی ضرورت، اور کافر ملک کے ساتھ تعلقات کو منظّم کرنے کی غرض سے اقامت اختیار کی جائے، جیسے سفارت کے اہل کار، تو اس کا حکم اقامت کی غرض وغایت کے تابع ہے۔ مثلاً ملحق ثقافی: جس کا قیام اس غرض سے ہوتا ہے کہ طلبہ کے معاملات کی دیکھ بھال اور ان کی نگرانی ہو، انہیں اسلام اور اسلامی اخلاق وآداب پر کاربند رکھا جائے، تو ایسی اقامت سے ایک بڑی مصلحت حاصل ہوتی ہے اور شر کا دفعیہ ہوتا ہے۔

چوتھی نوعیت یہ ہے کہ اقامت تجارت اور علاج جیسی کسی خاص اور جائز ضرورت کی غرض سے ہو، تو ضرورت کے مطابق یہ اقامت درست ہے۔ علماء رحمہم اللہ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغرض تجارت کافر ملک میں جانے کا ثبوت فراہم کیا ہے۔

پانچویں نوعیت یہ ہے کہ تعلیم کی غرض سے وہاں اقامت کی جائے، یہ اقامت بھی سابق اقامت کی طرح اقامت برائے ضرورت ہی کی قسم ہے، لیکن اس سے زیادہ خطرناک اور قیام کرنے والے دین واخلاق کے حق میں سخت تباہ کن ہے۔ وجہ یہ ہے کہ طالب علم شعوری طور پر اپنے رتبہ کی پستی اور استاذ کے مرتبہ کی بلندی کا احساس رکھتا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہ اپنے اساتذہ کی تعظیم، ان کے افکار وخیالات اور ان کے کردار سے متاثر ہونے لگتا ہے اور انہیں کا راستہ اپنا لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی جس کو بچالے بچالے، لیکن ایسے طالب علموں کی تعداد بہت کم ہوتی ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ طالب علم کو اس بات کا احساس رہتا ہے کہ اسے اپنے استاذ کی ضرورت ہے، اور یہ احساس اس کو استاذ کی محبت تک ہی نہیں بلکہ استاذ کے انحراف اور گمراہی کے سلسلے میں مداہنت اختیار کر لینے تک پہنچا دیتا ہے۔ درس گاہ میں طالب علم کے ساتھی حضرات بھی ہوتے ہیں جن میں سے کچھ سے اس کی دوستی ہوجاتی ہے، پیار ومحبت کا رشتہ قائم ہوجاتا ہے اور ان سے فائدہ بھی پہنچنے لگتا ہے۔

"محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ"

www.KitaboSunnat.com

سابقہ اقامتوں کی بہ نسبت اس اقامت میں چونکہ خطرات زیادہ ہیں اس لیے احتیاط کچھ زیادہ ہی ضروری ہوجاتی ہے۔ چنانچہ دونوں بنیادی شرطوں کے ساتھ مزید چند شرطیں عائد کی جاتی ہیں:

شرط اول: طالب علم عقل کی پختگی کے ایسے مقام پر پہنچ چکا ہو کہ سودوزیاں میں تمیز کر سکے اور آگے دور تک سوچ سکے۔ نوعمروں اور کوتاہ عقلوں کو بھیجنا ان کے دین، اخلاق، اور کردار کے لیے خطرناک ہے۔ پھر وہ خود اپنی امت کے لیے بھی خطرہ ہیں جن میں کہ وہ واپس آئیں گے اور ان میں بھی وہی زہر گھولیں گے جسے کافروں کے ہاتھوں پی آئے ہیں۔ واقعات اس کی گواہی دے چکے ہیں اور دے رہے ہیں۔ بہت سے طالب علم جنہوں نے حصول علم کے لیے کافر ملکوں میں اقامت اختیار کی ہے جب لوٹے ہیں تو اپنا سب کچھ لٹا کر لوٹے ہیں، اپنے دین، اخلاق اور کردار سے منحرف ہوکر آئے ہیں۔ ان کو اور ان کے معاشرے کو اس تعلق سے جو نقصان پہنچا ہے وہ ڈھکی چھپی بات نہیں رہ گئی ہے ایسے لوگوں کو بھیجنا بکریوں کو خونخوار کتوں کے حوالہ کردینے کے مترادف ہے۔

شرط دوم: طالب علم کے پاس شریعت کا اتنا علم ہو کہ وہ حق اور باطل کے درمیان تمیز اور باطل کا حق سے توڑ کر سکے۔ تاکہ کافروں کے افکار واعمال سے دھوکہ میں مبتلا نہ ہوجائے جو ظاہر ہے کہ باطل ہیں۔ اگر طالب علم اس معیار کا نہیں ہے تو ہوسکتا ہے کہ وہ ان کے افکار واعمال کو حق سمجھ بیٹھے، یا پس وپیش میں پڑ جائے، یا ان کا دفعیہ کرنے میں عاجزی کا شکار ہونے لگے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ حیران ہوجائے گا یہ باطل کو گلے لگالے گا۔

دعائے ماثور ہے:

((اَللّٰهُمَّ أَرِنِيْ الْحَقَّ حَقًّا وَارْزُقْنِيْ اِتِّبَاعَهُ۔ وَأَرِنِي البَاطِلَ باطِلًا وَارْزُقْنِي اِجْتِنَابَهُ۔ وَلاَ تَجْعَلْهُ مُلْتَبِسًا عَلَيَّ فَأَضِلَّ .))

''اے اللہ مجھے حق کو حق دکھا اور اس کی اتباع کی توفیق دے۔ اور مجھے باطل کو باطل دکھا اور اس سے بچنے کی توفیق دے۔ میرے لیے اس کو الجھا ہوا نہ بنادے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کہ میں گمراہ ہوجاؤں۔''

شرط سوم: طالب علم کے پاس ایسی دین داری ہو جو اسے کفر اور فسق سے محفوظ اور مامون رکھ سکے۔ کیوں کہ دین میں ناپختہ کار وہاں اقامت کر کے صحیح سالم نہیں رہ سکتا، الا ماشاء اللہ۔ وجہ یہ ہے کہ حملہ آور سخت ہوگا اور دفاع کرنے والا کمزور۔ وہاں کفر وفسق کے اسباب قوی ہوں گے اور طرح طرح کے ہوں گے۔ جب ایسے محاذ پر حملہ آور ہوں گے جہاں کا دفاع کمزور ہو تو اپنا عمل کر جائیں گے۔

شرط چہارم: اس علم کی حاجت ہو جس کی وجہ سے قیام ہوا ہے مثلا اس علم کے حصول میں مسلمانوں کی کوئی مصلحت پوشیدہ ہو اور ان کے اپنے ملک کی تعلیم گاہوں میں اس طرز کی تعلیم کا وجود نہ ہو۔ اگر ایسا فضول علم ہے جس میں مسلمانوں کی کوئی بھلائی نہ ہو، یا اسلامی ملک میں ایسے مدارس کا وجود ہو جہاں اس طرح کی تعلیم کا انتظام ہے تو اس علم کے لیے کافر ملک میں اقامت جائز نہیں ہوگی۔ کیوں کہ اقامت میں دین واخلاق کو خطرہ اور بلاوجہ کثیر دولت کا زیاں ہے۔

چھٹی نوعیت یہ ہے کہ سکونت اختیار کرنے کے لیے قیام ہو۔ یہ سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ کیوں کہ کافروں کے ساتھ مکمل میل جول سے بڑے بڑے مفاسد جنم لیں گے۔ اس کے شعور میں یہ بات بیٹھ جائے گی کہ وہ بھی اہل وطن میں سے ہے، اس لیے لازماً اس کی طرف سے ایسے کاموں کا صدور ہوگا جن کا کہ وطن پرستی تقاضہ کرتی ہے، جیسے میل جول، دوستی اور جماعت کافرین میں اضافہ۔ اس کے اہل وعیال کافروں کے درمیان رہ کر تربیت حاصل کریں گے اور ان کی عادات واخلاق کو اپنالیں گے، ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ عقیدہ اور عبادات میں بھی ان کا طرز اپنالیں۔

اسی لیے حدیث میں نبی ﷺ سے مروی ہے: ''جو مشرک کے ساتھ بود وباش رکھتا ہے وہ اسی جیسا ہے۔'' حدیث اگرچہ ضعیف السند ہے لیکن ایک نظریہ فراہم کرتی ہے کہ بود وباش گھل مل جانے کی اپیل کرتے ہیں۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

قیس بن ابی حازم جریر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''میں ہر اس مسلمان سے بری الذمہ ہوں جو مشرکین کے درمیان رہتا سہتا ہے۔'' لوگوں نے کہا: ''یارسول اللہ کیوں؟ فرمایا: '' دونوں کی آگ نہیں دکھائی دینی چاہئے۔'' اس حدیث کو ابوداود اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔ اور اکثر راویوں نے اسے (قیس بن اُبی حازم عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم) مُرسلاً ہی روایت کیا ہے۔ امام ترمذی نے کہا کہ میں نے محمد یعنی امام بخاری سے سنا ہے ان کا کہنا ہے کہ حدیثِ قیس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مرسل ہی درست ہے۔ا۔ھ۔

کسی مؤمن کی طبیعت کیسے گوارہ کرے گی کہ وہ کافر ملک میں سکونت اختیار کرے جہاں شعائر کفر علی الاعلان ادا کئے جاتے ہوں، غیر اللہ اور غیر رسول کا حکم چلتا ہو، وہ اپنی آنکھوں سے دیکھتا اور اپنے کانوں سے سنتا ہو اور اس پر راضی ہو؟ یا اس ملک کی طرف منسوب ہو یا اپنے اہل وعیال کے ساتھ وہاں سکونت پذیر ہو یا وہاں اپنے اہل وعیال کے دین اور اخلاق کے لیے زبردست خطرے کے باوجود ایسا ہی سکون واطمینان محسوس کرتا ہو جیسا کہ وہ کسی مسلم ملک میں محسوس کرسکتا ہے۔

جہاں تک ہماری رسائی ہوسکی ہے ہم نے کافر ملک میں اقامت کا حکم بیان کردیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ حق اور صواب کے موافق ہو۔

فَلَمَّا اسْتَقَرَّ بِالْمَدِيْنَةِ اَمَرَ بِبَقِيَّةِ شَرَائِعَ الْاِسْلَامِ مِثْلُ: الزَّكَاةِ ، وَالصَّوْمِ ، وَالْحَجِّ ، وَالْجِهَادِ ، وَالاَذَانِ ، وَالْاَمْرِ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهِى عَنِ الْمُنْكَرِ وَغَيْرِ ذَلِكَ مِنْ شَرَائِعِ الْاِسْلَامِ۔ اَخَذَ عَلَى هَذَا عَشْرَ سِنِيْنَ وَبَعْدَهَا تُوُفِّى صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَسَلَامُهُ عَلَيْهِ وَدِيْنُهُ بَاقٍ .

وَهَذَا دِيْنُهُ ، لَا خَيْرَ اِلَّا دَلَّ الاُمَّةَ عَلَيْهِ ، وَلَا شَرَّ اِلَّا حَذَّرَهَا مِنْهُ ، وَالْخَيْرُ الَّذِىْ دَلَّ عَلَيْهِ: التَّوْحِيْدُ ، وَجَمِيْعُ مَا يُحِبُّهُ اللّٰهُ وَيَرْضَاهُ ۔ وَالشَّرُّ الَّذِىْ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حَذَّرَ مِنْهُ: اَلشِّرْكُ ـ وَجَمِيْعُ مَا يَكْرَهُهُ اللّٰهُ وَيَأْبَاهُ .

جب آپ کو مدینہ میں استقلال حاصل ہوگیا تو آپ نے اسلام کے باقی امورِ شریعت، جیسے زکوٰۃ، نماز، حج، جہاد، اذان، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ شرائعِ اسلام کا حکم دیا۔ دس سال تک آپ اسی پر کاربند رہے اور اس کے بعد وفات پاگئے، آپ پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں اور سلامتی ہو۔ آپ کا دین باقی ہے۔ آپ کا دین یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا خیر نہیں جس سے آپ نے امت کو آگاہ نہ کیا ہو اور کوئی بھی ایسا شر نہیں جس سے خبردار نہ کیا ہو۔ خیر جس سے آگاہ کیا وہ ''توحید'' اور ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ پسند فرماتا اور راضی ہوتا ہے۔ اور شر جس سے خبردار کیا وہ شرک اور ہر وہ چیز ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتا اور جس کا انکار کرتا ہے۔

شرح

مولف رحمہ اللہ فرمارہے ہیں کہ: جب آپ کو یعنی نبی ﷺ کو مدینہ نبویہ میں استقلال حاصل ہوگیا تو آپ نے اسلام کے باقی امورِ شریعت کا حکم دیا۔ آپ نے مکہ میں دس سال تک توحید کی دعوت دی تھی، اس کے بعد مکہ ہی میں آپ کے اوپر پانچوں نمازیں فرض کردی گئی تھیں۔ پھر آپ مدینہ کی طرف ہجرت کر گئے اور اس وقت تک آپ پر نہ زکوٰۃ فرض ہوئی تھی نہ روزہ، نہ حج اور نہ ہی دوسرے شرائع اسلام۔

مؤلف رحمہ اللہ کے کلام کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ بنیادی اور تفصیلی طور پر زکوٰۃ مدینہ میں فرض ہوئی تھی۔ بعض علماء کا مسلک یہ ہے کہ زکوٰۃ اولاً مکہ ہی میں فرض ہوئی تھی، لیکن اس کا نصاب اور واجب مقدار مقرر نہیں کی گئی تھی۔ مدینہ میں نصاب مقرر ہوا اور واجب مقدار متعین کی گئی۔ ان علماء کا استدلال یہ ہے کہ وہ آیات جن میں زکوٰۃ واجب کی گئی ہے مکی سورتوں میں ہیں۔ جیسے سورہ انعام میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان:

﴿وَآتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ﴾ (الانعام: ١٤١)

''اور اس میں جو حق واجب ہے وہ اس کے کاٹنے کے دن دیا کرو۔''

اور یہ فرمان الٰہی:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَالَّذِيْنَ فِيْٓ أَمْوَالِهِمْ حَقٌّ مَّعْلُوْمٌ لِّلسَّائِلِ وَالْمَحْرُوْمِ﴾

(الذاریات: ۱۹)

''اوران کے مال میں سوالی اور غیر سوالی کا حق تھا۔''

بہر حال زکوٰۃ کا مستقل حکم، نصاب کی تعیین، واجب مقدار اور مستحقین کا بیان مدینہ میں ہوا، ایسے ہی اذان اور جمعہ بھی۔ اور بظاہر جماعت بھی مدینہ ہی میں فرض ہوئی، کیوں کہ وہ اذان جس میں جماعت کے لیے بلایا جاتا ہے۔ ۲ھ میں فرض کی گئی تھی۔ زکوٰۃ اور روزہ بھی ۲ھ میں فرض ہوئے تھے لیکن حج علماء کے راجح قول کے مطابق ۹ھ میں فرض ہوا تھا جب کہ مکہ ۸ھ میں فتح ہوجانے کے بعد اسلامی شہر بن چکا تھا۔

اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ تمام ظاہری شعائر بھی نبی ﷺ کے مدینہ میں استقلال پاجانے اور اسلامی حکومت قائم ہوجانے کے بعد فرض ہوئے تھے۔

یعنی اپنی ہجرت کے بعد دس سال تک نبی ﷺ اسی پر کاربند رہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دین کو مکمل کردیا، اور آپ کے ذریعہ مؤمنوں پر نعمت تمام کردی تو آپ کو اپنے جوار کے لیے نیز نبیوں، صدیقوں، شہداء اور صالحین جیسی اعلیٰ رفاقت میں پہنچنے کے لیے منتخب کرلیا۔ چنانچہ ماہِ صفر کے آخر یا ربیع الاول کے شروع میں آپ کے مرض کی ابتداء ہوئی۔ آپ اپنے سر پر کپڑا باندھ کر لوگوں میں آئے، منبر پر چڑھے، شہادت دی، اس کے بعد پہلی بات جو آپ نے کی وہ یہ تھی کہ جنگ احد میں قتل کئے گئے شہداء کے لیے استغفار کیا، پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا تھا کہ وہ دنیا لے لے، یا وہ لے لے جو اللہ کے پاس ہے۔ تو بندے نے وہی اختیار کرلیا جو اللہ کے پاس ہے۔'' ابوبکر رضی اللہ عنہ سمجھ گئے اور رو پڑے، اور کہا میرے ماں باپ قربان ہوجائیں، ہم اپنے باپوں، اپنی ماؤں، اپنی اولاد، اپنی جان اور اپنی دولت کے ساتھ آپ پر فدا ہوجائیں گے، نبی ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکر خاطر جمع رکھو، پھر فرمایا میرے ساتھ اپنی صحبت اور دولت میں سب سے زیادہ احسان کرنے والے ابوبکر ہیں۔ اگر میں اپنے رب کے علاوہ کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکر کو بناتا، لیکن یہ اسلام کی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

خلیلیت اور محبت ہے۔'' اور آپ نے ابوبکر کو حکم دیا کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔

جب ۱۱ھ میں بارہ تیرا ربیع الاول سوموار کا دن آیا تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنے جوار کے لیے منتخب فرمالیا۔ جب وفات کا وقت قریب آ گیا تو آپ اپنے قریب رکھے ہوئے پانی میں ہاتھ ڈال کر اپنے چہرہ مبارک پر پھیرتے اور فرماتے: ''اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ بے شک موت کے لیے سکرات ہے۔'' پھر آسمان کی طرف نگاہ اُٹھائی اور فرمایا: ''اے اللہ، اعلیٰ رفاقت میں۔'' اسی دن آپ وفات پاگئے۔ لوگ بے چین ہوگئے اور حق تھا کہ بے چین ہوں، آخر ابوبکر رضی اللہ عنہ تشریف لائے، منبر پر چڑھے، حمد وثنا کی پھر فرمایا: اما بعد جو محمد ﷺ کی عبادت کررہا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیئے کہ محمد ﷺ انتقال فرماگئے ہیں اور جو اللہ کی عبادت کررہا تھا تو بے شک اللہ زندہ ہے، انتقال نہیں کرے گا'' پھر یہ قراۃ کی:

﴿وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِنْ مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰى أَعْقَابِكُمْ﴾ (آل عمران: ۱۴۴)

''اور محمد صرف رسول ہیں۔ ان سے پہلے اور بھی بہت رسول گزر چکے ہیں۔ سو اگر ان کا انتقال ہوجائے یا وہ قتل کردیے جائیں تو کیا تم لوگ الٹے پھر جاؤ گے۔''

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ (الزمر: ۳۰)

''بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے۔''

لوگوں کا رونا دھونا شدت اختیار کرگیا اور یقین ہوگیا کہ آپ وفات پاچکے ہیں۔ آپ کی تکریم کے پیش نظر آپ کو آپ کے لباس ہی میں غسل دیا گیا۔ پھر تین کپڑوں (سفید سحولی چادروں) میں کفن دیا گیا جس میں نہ قمیص تھی نہ پگڑی۔ لوگوں نے تنہا تنہا بغیر امام آپ کی نماز جنازہ پڑھی۔ پھر بدھ کی رات میں آپ کے بعد ہونے والے خلیفہ کی بیعت کے بعد دفن کئے گئے۔ آپ پر آپ کے رب کی طرف سے افضل درود اور مکمل سلامتی ہو۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بَعَثَهُ اللّٰهُ اِلَى النَّاسِ كَافَّةً ، وَافْتَرَضَ اللّٰهُ طَاعَتَهُ عَلى جَمِيعِ الثَّقَلَيْنِ: الْجِنِّ وَالْإِنْس ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّي رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا﴾ (الاعراف : ١٥٨)

آپ کو اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کی طرف مبعوث فرمایا۔آپ کی اطاعت اللہ تعالیٰ نے تمام ثقلین، یعنی جن وانس پر فرض کی۔ دلیل اللہ کا یہ ارشاد ہے:”آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو تم تمام کی طرف میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں۔“

شرح

اللہ تعالیٰ نے مبعوث فرمایا، یعنی بھیجا اور رسول بنایا۔

اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ محمد ﷺ تمام لوگوں کے رسول ہیں۔ جس ذات نے آپ کو رسول بنایا ہے، آسمانوں اور زمین کی ملکیت اسی کی ہے، اسی کے ہاتھ میں زندگی اور موت دینا ہے، وہی تنہا الوہیت کا حقدار ہے جیسے کہ ربوبیت کا حق دار ہے۔ پھر آیت کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اس امی نبی رسول پر ایمان لائیں اور اس کی اتباع کریں کہ یہی علمی اور عملی ہدایت کا سبب نیز ہدایتِ رہنمائی وہدایتِ توفیق کا باعث ہے لٰہذا آپ تمام، یعنی جن وانس کے رسول ہیں۔ ان کی کثرتِ تعداد کے پیشِ نظر انہی کا نام لیا گیا ہے۔

وَاَكْمَلَ اللّٰهُ بِهِ الدِّيْنَ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا﴾ (المائدة : ٥)

اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعہ دین کو مکمل فرمایا، دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:”آج کے دن تمہارے لیے تمہارے دین کو میں نے کامل کردیا اور میں نے تم پر اپنا انعام تام کردیا اور میں نے اسلام کو تمہارا دین بننے کے لیے پسند کرلیا۔“

”محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ “

www.KitaboSunnat.com

شرح

یعنی آپ کا دین قیامت تک رہنے والا ہے۔ آپ کی وفات اس وقت ہوئی جب امت کو آپ معاملات کے تمام ضروری گوشوں سے آگاہ فرما چکے تھے۔ حتیٰ کہ ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''نبی ﷺ نے آسمان میں اپنے پروں کو حرکت دیتے ہوئے پرندے کی جانکاری دینی بھی نہ چھوڑی۔'' کسی مشرک نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کہا تھا۔ تمہارے نبی نے تمہیں خرائت یعنی قضائے حاجت کے آداب تک سکھا دیئے ہیں؟''

انہوں نے جواب دیا تھا: ''ہاں، ہمیں پاخانہ یا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ کرنے سے، تین پتھروں سے کم میں استنجا کرنے سے، گوبر یا ہڈی کے ذریعہ طہارت لینے سے منع فرمایا ہے۔'' چنانچہ نبی ﷺ نے تمام دین کو واضح فرما دیا ہے کہہ کر، عمل کر کے اور سکوت اختیار کر کے یا کسی سوال کا جواب دے کر۔ سب سے عظیم چیز جو آپ نے بیان فرمائی وہ توحید ہے۔

ہر حکم جو آپ نے دیا دنیا و آخرت میں امت کے لیے خیر ہے۔ ہر چیز جس سے آپ نے روکا دنیا و آخرت میں امت کے لیے شر ہے۔ بعض لوگ جو جہالت کا ثبوت دیتے ہوئے دعویٰ کرتے ہیں کہ امر اور نہی میں تنگی ہے تو یہ بصیرت کا خلل، اعتماد کی کمی اور دین کی کمزوری ہے ورنہ عام قاعدہ ہے کہ دین کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے کوئی پریشانی نہیں رکھی ہے بلکہ دین کل کا کل آسانی اور سہولت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرہ: ۱۸۵)

''اللہ کو تمہارے ساتھ آسانی کرنا منظور ہے اور تمہارے ساتھ دشواری منظور نہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ﴾ (الحج: ۷۸)

''اور تم پر دین میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی۔''

اور فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾ (المائدۃ: ٦)
''اللہ کو یہ منظور نہیں کہ تم پر کوئی تنگی ڈالے۔''
پس ہر طرح کی تعریف اللہ کے لیے ہے اس کی تام نعمت اور اس کے کامل دین پر۔

وَالدَّلِيْلُ عَلَى مَوْتِهِ ﷺ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَّإِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ۝ ثُمَّ إِنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ تَخْتَصِمُوْنَ ۝﴾ (الزمر: ٣٠، ٣١)
آپ کی موت کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''بے شک آپ کو بھی مرنا ہے اور ان کو بھی مرنا ہے پھر قیامت کے روز تم مقدمات اپنے رب کے سامنے پیش کرو گے۔

شرح

اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ نبی ﷺ اور جن کی طرف آپ بھیجے گئے تھے سب کے سب موت سے دوچار ہونے والے ہیں، اور یہ کہ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں قیامت کے روز جھگڑیں گے اور وہ ان کے درمیان حق کے مطابق فیصلہ فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ مؤمنین کے خلاف کافروں کے لیے ہرگز کوئی راہ پیدا نہیں کرے گا۔

وَالنَّاسُ إِذَا مَاتُوا يُبْعَثُوْنَ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرٰى﴾ (طٰهٰ: ٥٥)، وَقَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَاللّٰهُ أَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا ۝ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْهَا وَيُخْرِجُكُمْ إِخْرَاجًا ۝﴾ (النوح: ١٧، ١٨)
لوگ جب مرجائیں گے تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''ہم نے تم کو اسی زمین سے پیدا کیا (١) اور اسی میں ہم تم کو لوٹائیں گے (٢) اور پھر دوبارہ اسی سے نکالیں گے۔''

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اور یہ ارشاد کہ:

''اور اللہ نے تم کو زمین سے ایک خاص طور پر پیدا کیا پھر تم کو اسی میں لوٹائے گا اور تم کو باہر لے آئے گا۔''

شرح

مؤلف علیہ الرحمہ نے اس جملہ میں بیان کیا ہے کہ لوگ جب مر جائیں گے تو دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ جزاء کے لیے انہیں ان کی موت کے بعد زندہ اٹھائے گا۔ اور یہی رسولوں کے بھیجنے کا فائدہ ہے کہ انسان اسی روز یعنی روز حشر کے لیے عمل کرے یہ وہ دن ہے کہ جس کے ایسے ایسے حالات اور ایسی ایسی ہولناکیاں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں کہ دل اللہ تعالیٰ کی طرف پناہ ڈھونڈنے لگتا ہے اور اس دن کا خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَكَيْفَ تَتَّقُوْنَ اِنْ كَفَرْتُمْ يَوْمًا يَجْعَلُ الْوِلْدَانَ شِيْبًا ۝ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ۝﴾ (المزمل: ۱۷۔۱۸)

''سو اگر تم کفر کرو گے تو اس دن سے کیسے بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس میں آسمان پھٹ جائے گا۔ بے شک اس کا وعدہ ضرور ہو کر رہے گا۔''

اس جملہ میں ''ایمان بالبعث'' (دوبارہ زندگی پر ایمان'') کی طرف اشارہ ہے۔ شیخ رحمہ اللہ نے اس پر دو آیتوں سے استدلال کیا ہے۔

یعنی ہم نے تم کو زمین سے اس وقت پیدا کیا تھا جب کہ آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تخلیق مٹی سے ہوئی تھی۔

یعنی موت کے بعد دفن کی شکل میں۔

یعنی قیامت کے روز دوبارہ زندہ کر کے۔

یہ آیت ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰى﴾ کی مکمل موافقت کر رہی ہے۔ اس مفہوم کی بے شمار آیتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اور

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اثبات معاد کے سلسلے میں تکرار سے کام لیا ہے تا کہ لوگ اس پر ایمان لائیں ، ان کا یقین بڑھے اور اس یوم عظیم کے لیے عمل کریں جس کے لیے عمل کرنے والوں میں ، اور اس دن کے نیک بختوں میں خود کو شامل کئے جانے کی ہم اللہ تعالیٰ سے درخواست کرتے ہیں۔

وَبَعْدَ الْبَعْثِ مُحَاسَبُوْنَ وَمُجْزِيُّوْنَ بِأَعْمَالِهِمْ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَسَاءُوْا بِمَا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا بِالْحُسْنَى﴾ (النجم: ٣١) وَمَنْ كَذَّبَ بِالْبَعْثِ كَفَرَ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلَىٰ وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (التغابن: ٧)

اور دوسری زندگی کے بعد ان سے حساب لیا جائے گا اور ان کے اعمال کے مطابق انہیں بدلہ دیا جائے گا۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''تا کہ جنہوں نے برائی کی ہے ان کے عمل کا بدلہ دے اور جنہوں نے اچھائی کی ہے اچھائی کا بدلہ دے۔''

جو دوسری زندگی کا انکار کرتا ہے اس کی تکفیر کی جائے گی۔ دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

''یہ کافر یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جائے گا اور یہ اللہ کو بالکل آسان ہے۔''

شرح

یعنی لوگوں کو دوسری زندگی کے بعد بدلہ دیا جائے گا اور ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا۔ اچھا تو اچھا، برا تو برا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ۝ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ۝﴾ (الذاریات: ٧۔٨)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''سوجو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بدی کرے گا وہ اس کو دیکھ لے گا۔''

اور فرمایا:

﴿وَ نَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَ اِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا وَ كَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ﴾ (الانبیاء: ٤٧)

''اور قیامت کے روز ہم میزان عدل قائم کریں گے سو کسی پر اصلاً ظلم نہ ہوگا۔ اور اگر عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہوگا تو ہم اس کو حاضر کر دیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا وَ مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (المائدہ: ١٦٠)

''جو شخص نیک کام کرے گا تو اس کو اس کے دس حصہ ملیں گے اور جو شخص برے کام کرے گا تو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فضل و احسان کے طور پر نیکی دس گنا سے سات سو گنا بلکہ لا تعداد گنا تک ہوگی۔ اللہ جل وعلا نے عمل صالح کے ساتھ فضل فرمایا پھر اس پر بے شمار اور بے پناہ جزاء دے کر مزید احسان کیا ہے۔ جہاں تک عمل بد کی بات ہے تو اس کا بدلہ اتنا ہی ہوگا جتنا کہ عمل ہے اس سے زیادہ انسان کو بدلہ نہیں دیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿مَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾

(المائدہ: ١٦٠)

''جو شخص برے کام کرے گا تو اس کو اس کے برابر ہی سزا ملے گی اور ان پر ظلم نہ ہوگا۔''

اور یہ اللہ تعالیٰ کا انتہائی فضل و احسان ہے۔ پھر شیخ رحمہ اللہ نے اس پر اللہ تعالیٰ کے اس

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فرمان سے استدلال کیا ہے:

﴿وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَآؤُوْا بِمَا عَمِلُوْا﴾ (النجم: ۳۱)

''تا کہ جنہوں نے برائی کی ہے ان کے عمل کا بدلہ دے۔''

یہاں ''برائی کا بدلہ'' نہیں کہا ہے جس طرح کہ ''اچھائی کے بدلہ'' کے بارے میں کہا گیا ہے:

﴿وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ أَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰى﴾ (النجم: ۳۱)

''اور جنہوں نے اچھائی کی اچھائی کا بدلہ دے۔''

جس نے دوسری زندگی کا انکار کیا وہ کافر ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ قَالُوْٓا اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَ مَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ o وَ لَوْ تَرٰٓى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ قَالُوْا بَلٰى وَ رَبِّنَا قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ o﴾ (الانعام: ۲۹۔۳۰)

''اور یہ کہتے ہیں کہ جینا اور کہیں نہیں صرف یہی فی الحال کا جینا ہے اور ہم دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ اپنے رب کے سامنے کھڑے کئے جائیں گے۔ اللہ فرمائے گا کہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے؟ وہ کہیں گے بے شک قسم ہمارے رب کی۔ فرمائے گا تو اب اپنے کفر کے عوض عذاب چکھو۔''

اور فرمایا:

﴿وَيْلٌ يَوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ o الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ o وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ o اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ o كَلَّا بَلْ سكتة رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ o كَلَّا اِنَّهُمْ عَنْ رَبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ o ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ o ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ o﴾

(المطففین: ۱۰۔۱۷)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اس روز جھٹلانے والوں کی بڑی خرابی ہوگی جو روزِ جزاء کو جھٹلاتے ہیں۔ اور اس روز کو وہی جھٹلاتا ہے جو سرکش اور مجرم ہو، جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جائیں تو یوں کہہ دیتا ہو کہ بے سند باتیں ہیں اگلوں سے منقول چلی آتی ہیں۔ ہرگز ایسا نہیں بلکہ ان کے دلوں پر ان کے اعمال کا زنگ بیٹھ گیا ہے ہرگز ایسا نہیں، بے شک یہ لوگ اس روز اپنے رب (کے دیدار) سے روک دیئے جائیں گے۔ پھر یہ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ پھر کہا جائے گا کہ یہی ہے جس کو تم جھٹلایا کرتے تھے۔''

﴿بَلْ كَذَّبُوْا بِالسَّاعَةِ وَأَعْتَدْنَا لِمَنْ كَذَّبَ بِالسَّاعَةِ سَعِيْرًا۝﴾

(الفرقان: ۱۱)

''بلکہ یہ لوگ قیامت کو جھٹلا رہے ہیں اور ہم نے ایسے شخص کے لیے جو قیامت کو جھٹلائے دوزخ تیار کر رکھی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ لِقَآئِهٖٓ اُولٰٓئِكَ يَئِسُوْا مِنْ رَّحْمَتِيْ وَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝﴾ (العنکبوت: ۲۳)

''اور جو لوگ اللہ کی آیتوں کے اور اس کے سامنے جانے کے منکر ہیں وہ لوگ میری رحمت سے ناامید ہوں گے اور یہی ہیں جن کو دردناک عذاب ہوگا۔''

شیخ رحمہ اللہ نے فرمان الٰہی ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا﴾ ''یعنی'' یہ کافر دعویٰ کرتے ہیں کہ'') سے استدلال کیا ہے۔

ان منکرین کو مندرجہ ذیل دلیلوں سے مطمئن کیا جانا چاہئے۔

اول: دوبارہ زندگی کا معاملہ آسمانی کتابوں اور شریعتوں میں انبیاء ومرسلین سے بہ تواتر منقول ہے۔ ان کی امتوں میں اسے مقبولیت عام حاصل تھی۔ تم لوگ اس کا انکار کیوں کرتے ہو جب کہ کسی فلسفی یا صاحبِ دستور یا صاحب فکر کی طرف سے منقول ہر بات تسلیم کر لیتے ہو،

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

حالانکہ وہ اس مرتبہ کو نہیں پہنچ پاتی جس مرتبہ کو دوبارہ زندگی سے متعلق خبر پہنچی ہوئی ہے نہ وسائلِ نقل کے لحاظ سے نہ واقع کی شہادت کے اعتبار سے۔

دوم: کئی طریقوں سے عقل دوبارہ زندگی کے امکان کی شہادت دیتی ہے۔

۱۔ کوئی اس بات کا انکار نہیں کرتا کہ وہ عدم کے بعد پیدا کیا گیا ہے۔ اس نے جب وجود پایا تو وہ کچھ نہیں تھا۔ لہٰذا وہ ذات جس نے اسے نہ ہونے کے بعد پیدا کیا اور وجود دیا ہے وہ اس کے دہرانے پر بدرجہ اولیٰ قدرت رکھتا ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

﴿وَهُوَ الَّذِي يَبْدَأُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيدُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ﴾ (الروم: ۲۷)

''اور وہی ہے جو اول بار پیدا کرتا ہے پھر وہی دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اس کے نزدیک زیادہ آسان ہے۔''

اور فرمایا:

﴿كَمَا بَدَأْنَا أَوَّلَ خَلْقٍ نُّعِيدُهُ وَعْدًا عَلَيْنَا إِنَّا كُنَّا فَاعِلِينَ﴾

(الانبیاء: ۱۰۴)

''ہم نے جس طرح اول بار پیدا کرنے کے وقت ہر چیز کی ابتداء کی تھی اسی طرح اس کو دوبارہ پیدا کر دیں گے یہ ہمارے ذمہ وعدہ ہے ہم ضرور کریں گے۔''

۲۔ آسمان وزمین کی عظیم جسامت اور بناوٹ کے پیش نظر ایک آدمی بھی ان کی پیدائش کی عظمت کا انکار نہیں کرتا۔ جس ذات نے ان دونوں کو پیدا کیا ہے وہ بے شک لوگوں کو وجود دینے اور ان کو دوبارہ پیدا کرنے پر قادر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿لَخَلْقُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ أَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ (المؤمن: ۵۷)

''بالیقین آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا آدمیوں کے پیدا کرنے کی نسبت بڑا کام ہے۔''

اور فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰہَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِھِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰی اَنْ یُّحْیِیَ الْمَوْتٰی بَلٰٓی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ﴾ (الاحقاف: ۳۳)

''کیا ان لوگوں نے یہ نہ جانا کہ جس اللہ نے آسمان اور زمین کو پیدا کیا اور ان کے پیدا کرنے میں ذرا نہیں تھکا وہ اس پر قدرت رکھتا ہے کہ مردوں کو زندہ کردے؟ کیوں نہیں بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اور فرمایا:

﴿اَوَلَیْسَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓی اَنْ یَّخْلُقَ مِثْلَھُمْ بَلٰی وَھُوَ الْخَلَّاقُ الْعَلِیْمُ ○ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْئًا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ○﴾ (یٰس: ۸۱۔۸۲)

''جس نے آسمان اور زمین پیدا کئے ہیں کیا وہ اس پر قادر نہیں کہ ان جیسے آدمیوں کو پیدا کردے؟ ضرور، قادر ہے اور بڑا پیدا کرنے والا خوب جاننے والا ہے۔ جب کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو بس اس کا معمول تو یہ ہے کہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے کہ ہوجا، چنانچہ وہ ہوجاتی۔''

۳۔ ہر صاحب نگاہ مشاہدہ کرتا ہے کہ زمین خشک اور بے آب وگیاہ ہوتی ہے۔ لیکن جب اس پر بارش نازل ہوتی ہے تو وہی زمین ہری بھری ہوجاتی ہے۔ مردنی کے بعد اس کی نباتات زندگی پاجاتی ہیں۔ جو ذات زمین کی موت کے بعد اس کو حیات بخش سکتی ہے وہ مردوں کو حیات دینے اور انہیں دوبارہ زندہ کرنے پر بھی قادر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖٓ اَنَّکَ تَرَی الْاَرْضَ خَاشِعَۃً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَیْھَا الْمَآءَ اھْتَزَّتْ وَرَبَتْ اِنَّ الَّذِیْٓ اَحْیَاھَا لَمُحْیِ الْمَوْتٰی اِنَّہٗ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ○﴾ (حٰمٓ السجدۃ: ۳۹)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اس کی ایک نشانی یہ ہے کہ تو زمین کو دیکھتا ہے کہ دبی دبائی پڑی ہے۔ پھر جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو وہ ابھرتی ہے اور پھولتی ہے۔ بے شک جس نے اس زمین کو زندہ کر دیا مردوں کو زندہ کر دے گا۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

سوم: اللہ تعالیٰ نے احیاء موتی کے جو واقعات بیان فرمائے ہیں ان کے پیش نظر تجربہ اور واقع دوسری زندگی کے امکان کی گواہی دیتے ہیں۔ سورہ بقرہ میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کے پانچ واقعات ذکر فرمائے ہیں۔ ایک یہ ہے:

﴿اَوْ كَالَّذِیْ مَرَّ عَلٰی قَرْیَةٍ وَّ هِیَ خَاوِیَةٌ عَلٰی عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰی یُحْیٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰی طَعَامِكَ وَ شَرَابِكَ لَمْ یَتَسَنَّهْ وَانْظُرْ اِلٰی حِمَارِكَ وَ لِنَجْعَلَكَ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ اِلَى الْعِظَامِ كَیْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۝﴾ (البقرہ: ۲۵۹)

''یا آپ کو یہ قصہ بھی معلوم ہے جیسے ایک شخص تھا کہ ایک بستی پر ایسی حالت میں اس کا گزر ہوا کہ اس کے مکانات اپنی چھتوں کے بل گر گئے تھے وہ کہنے لگا کہ اللہ اس بستی کو اس کی موت کے بعد کس کیفیت سے زندہ کرے گا۔ سو اللہ نے اس شخص کو سو برس تک مردہ رکھا پھر اس کو زندہ اٹھایا۔ پوچھا کہ تو کتنے دنوں اس حالت میں رہا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ ایک دن رہا ہوں گا یا ایک دن سے بھی کم۔ فرمایا کہ نہیں بلکہ تو سو برس رہا ہے تو اپنے کھانے اور پینے (کی چیز) کو دیکھ لے کہ سڑی گلی نہیں؟ اور اپنے گدھے کی طرف نظر کر۔ اور تا کہ ہم تجھ کو ایک نظیر لوگوں کے لیے بنا دیں اور اس (گدھے کی) ہڈیوں کی طرف نظر کر کہ ہم اس کو کس طرح ترکیب دیئے دیتے ہیں پھر ان پر گوشت چڑھا دیتے ہیں۔ پھر جب یہ سب کیفیت اس شخص پر واضح ہوگئی تو کہہ اٹھا کہ میں یقین رکھتا ہوں کہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

چہارم: حکمت، بعثت بعدالموت کا تقاضہ کرتی ہے تاکہ ہر نفس کو اس کی کمائی کا بدلہ دیا جاسکے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو لوگوں کو پیدا کرنا بے کار ہوتا، اس کی نہ کوئی قیمت ہوتی اور نہ کوئی حکمت، بلکہ اس زندگی میں انسان اور چوپایوں میں کوئی بھی فرق نہ رہ جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنَاكُمْ عَبَثًا وَّاَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ○ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○﴾

(المؤمنون: ۱۱۵۔ ۱۱۶)

''کیا تم نے یہ خیال کیا تھا کہ ہم نے تم کو یوں ہی مہمل پیدا کردیا ہے اور یہ کہ تم ہمارے پاس نہیں لائے جاؤ گے۔ سو اللہ بہت ہی عالی شان ہے جو کہ بادشاہ حقیقی ہے، اس کے سوا کوئی بھی عبادت کے لائق نہیں (وہ) عرش کریم کا مالک ہے۔

اور فرمایا:

﴿اِنَّ السَّاعَةَ آتِيَةٌ اَكَادُ اُخْفِيْهَا لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ بِّمَا تَسْعٰى ○﴾

(طٰہٰ: ۱۵)

''بے شک قیامت آنے والی ہے۔ میں اس کو پوشیدہ رکھنا چاہتا ہوں تاکہ ہر شخص کو اس کے کئے کا بدلہ مل جائے۔''

اور فرمایا:

﴿وَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ بَلٰى وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ وَ لِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ○ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾ (النحل: ۳۸۔ ۴۰)

''اور یہ لوگ بڑا زور لگا کر اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے اللہ اس کو

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

دوبارہ زندہ نہ کرے گا۔ کیوں نہیں۔ اس کا وعدہ حق ہے لیکن اکثر لوگ یقین نہیں لاتے۔ تاکہ جس چیز میں یہ لوگ اختلاف کیا کرتے تھے ان کے روبرو اس کا اظہار کردے اور تاکہ کافر لوگ یقین کرلیں کہ واقعی وہی جھوٹے تھے۔ ہم جس چیز کو (پیدا کرنا) چاہتے ہیں بس اس سے ہمارا اتنا ہی کہنا ہوتا ہے کہ تو ہوجا چنانچہ وہ ہوجاتی ہے۔''

اور فرمایا:

﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا أَنْ لَنْ يُّبْعَثُوْا قُلْ بَلٰى وَرَبِّي لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَذَالِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ﴾ (النور: ٧)

''یہ کافر یہ دعوی کرتے ہیں کہ وہ ہرگز دوبارہ زندہ نہ کئے جائیں گے۔ آپ کہہ دیجئے کیوں نہیں، واللہ ضرور دوبارہ زندہ کئے جاؤ گے۔ پھر جو کچھ تم نے کیا ہے تم کو سب جتلا دیا جائے گا اور یہ اللہ کو بالکل آسان ہے۔''

اگر منکرین بعث سے یہ دلائل بیان کئے جائیں پھر بھی وہ اپنے انکار پر مصر رہیں تو وہ متکبر اور سرکش ہیں۔

﴿وَسَيَعْلَمُ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَّنْقَلِبُوْنَ﴾ (الشعراء: ٢٢٧)

''اور عنقریب ان لوگوں کو معلوم ہوجائے گا جنہوں نے ظلم کر رکھا ہے کہ کیسی جگہ ان کو لوٹ جانا ہے۔''

وَاَرْسَلَ اللّٰهُ جَمِيْعَ الرُّسُلِ مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء: ١٦٥)

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ دلیل اللہ تعالیٰ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

کا یہ ارشاد ہے:

''ان سب کو خوش خبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر اس لیے بھیجا کہ لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے ان پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔''

شرح

مؤلف رحمہ اللہ نے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو خوش خبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ﴾ (النساء: ١٦٥)

''ان سب کو خوش خبری دینے والے اور خوف سنانے والے پیغمبر بنا کر بھیجا۔''

جو ان کی اطاعت کرتے ہیں انہیں وہ جنت کی خوشخبری دیتے ہیں اور جو مخالف ہیں انہیں جہنم سے ڈراتے ہیں۔

رسولوں کے بھیجنے میں عظیم حکمتیں ہیں۔ ان میں سے اہم حکمت بلکہ وہی اہم ہے کہ لوگوں پر حجت تمام ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے ان کے پاس رسولوں کو بھیج دینے کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہ جائے جیسا کہ ارشاد ہے:

﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء: ١٦٥)

''تاکہ لوگوں کے پاس اللہ کے سامنے پیغمبروں کے بعد کوئی عذر باقی نہ رہے۔''

ایک حکمت یہ ہے کہ رسولوں کو بھیجنا بندوں پر اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت کاملہ ہے۔ کیوں کہ انسانی عقل چاہے، جتنی بھی ہو اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے مخصوص واجب حقوق کی تفصیلات معلوم کر سکے اور نہ یہ ممکن ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا احاطہ کر سکے۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ اس کے اسماء حسنیٰ کا علم حاصل کر سکے اسی لیے اللہ تعالیٰ نے رسل علیہم الصلاۃ والسلام کو خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا اور ان کے ساتھ کتاب حق نازل کی تاکہ وہ لوگوں کے درمیان ان کے اختلاف کا فیصلہ کریں۔

پہلے رسول نوح علیہ الصلوٰۃ والسلام سے لے کر آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام رسولوں نے سب

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

سے عظیم جو دعوت دی وہ توحید کی دعوت تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے۔

﴿وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ (النحل: ٣٦)

''اور تحقیق کہ ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

اور فرمایا:

﴿وَ مَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْۤ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝﴾ (الانبیاء: ٢٥)

''اور ہم نے آپ سے پہلے کوئی ایسا پیغمبر نہیں بھیجا جس کے پاس ہم نے یہ وحی نہ بھیجی ہو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ پس میری ہی عبادت کرو۔''

وَاَوَّلُهُمْ نُوْحٌ عَلَيْهِ السَّلَامُ ، وَآخِرُهُمْ مُحَمَّدٌ ﷺ ، وَالدَّلِيْلُ عَلَى اَنْ اَوَّلُهُمْ نُوْحٌ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ (النساء: ١٦٣)

سب سے پہلے رسول نوح علیہ السلام، اور آخری محمد ﷺ ہیں۔ اس بات کی دلیل کہ نوح علیہ السلام پہلے رسول ہیں، اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''بے شک ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی۔''

شرح

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے بیان فرمایا ہے کہ پہلے رسول نوح علیہ السلام ہیں اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَىٰ نُوحٍ وَّالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾

(النساء: ۱۲۳)

''بے شک ہم نے آپ کے پاس وحی بھیجی ہے جیسے نوح کے پاس اور ان کے بعد اور پیغمبروں کے پاس بھیجی تھی۔''

شفاعت کے تعلق سے صحیح حدیث میں آیا ہے کہ ''لوگ نوح کے پاس آئیں گے اور ان سے کہیں گے کہ آپ پہلے رسول ہیں جنہیں اللہ نے زمین والوں کے پاس بھیجا تھا۔''

معلوم ہوا کہ نوح علیہ السلام سے پہلے کوئی رسول نہیں تھا۔ اسی سے ہمیں ان مؤرخین کی غلطی کا اندازہ لگ جاتا ہے جنہوں نے کہا ہے کہ ادریس علیہ السلام نوح علیہ السلام سے پہلے کے ہیں۔ بلکہ ظاہر بات تو یہ ہے کہ ادریس علیہ السلام بنی اسرائیل کے ایک نبی تھے۔

آخر الانبیاء اور خاتم النبین محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا﴾ (الاحزاب: ٤٠)

''محمد تمہارے مَردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جانتا ہے۔''

چنانچہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ آپ کے بعد جو نبوت کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا، کافر اور مرتد ہے۔

وَكُلُّ أُمَّةٍ بَعَثَ اللّٰهُ اِلَيْهَا رَسُوْلًا مِنْ نُوْحٍ اِلَى مُحَمَّدٍ ؛ يَأْمُرُهُمْ بِعِبَادَةِ اللّٰهِ وَحْدَهُ ، وَيَنْهَاهُمْ عَنْ عِبَادَةِ الطَّاغُوْتِ ، وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: ٣٦)

نوح سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک اللہ تعالیٰ نے ہر امت کی طرف ایک رسول بھیجا۔ جو انہیں اللہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وحدہ کی عبادت کا حکم دیتے اور انہیں طاغوت کی عبادت سے روکتے تھے دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے: ''اور تحقیق کہ ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔''

شرح

یعنی اللہ تعالیٰ نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا جو انہیں اللہ وحدہ کی دعوت دیتا اور انہیں شرک سے منع کرتا تھا۔ اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿وَإِنْ مِّنْ أُمَّةٍ إِلَّا خَلَا فِيهَا نَذِيرٌ٥﴾ (فاطر: ٢٢)

''اور کوئی امت ایسی نہیں ہوئی جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ گزرا ہو۔''

اور فرمایا:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوتَ﴾ (النحل: ٣٦)

''اور تحقیق کہ ہم نے ہر اُمت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو۔'' یہی (لا الہ الا اللہ) کا مفہوم ہے۔

وَافْتَرَضَ اللّٰهُ عَلَى جَمِيعِ الْعِبَادِ الْكُفْرَ بِالطَّاغُوْتِ وَالْإِيْمَانَ بِاللّٰهِ.

قَالَ ابْنُ الْقَيِّمِ ـ رَحِمَهُ اللّٰهُ تَعَالَى ـ الطَّاغُوْتَ: مَا تَجَاوَزَ بِهِ الْعَبْدُ حَدَّهُ مِنْ مَعْبُوْدٍ أَوْ مَتْبُوْعٍ، أَوْ مُطَاعٍ؛ وَالطَّوَاغِيتُ كَثِيْرَةٌ وَرُؤُسُهُمْ خَمْسَةٌ: إِبْلِيسُ لَعَنَهُ اللّٰهُ، وَمَنْ عُبِدَ وَهُوَ رَاضٍ، وَمَنْ دَعَا النَّاسَ إِلَى عِبَادَةِ نَفْسِهِ، وَمَنِ ادَّعَى شَيْئًا مِنْ عِلْمِ الْغَيْبِ؛ وَمَنْ حَكَمَ بِغَيْرِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَالدَّلِيْلُ قَوْلُهُ تَعَالَى: ﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَى﴾ (البقرة: ٢٥٦)

وَهٰذَا مَعْنَى لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں کے اوپر فرض کیا ہے کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور اللہ پر ایمان لائیں۔ ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ: ''جس کی عبادت یا اتباع یا اطاعت کی جارہی ہو اور اس کے تئیں بندہ اس کی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ طاغوت ہے۔''

طواغیت بہت ہیں جن میں سے بڑے بڑے پانچ یہ ہیں: ابلیس (اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو) وہ جس کی عبادت کی جاتی ہو اور وہ اس کو پسند کرتا ہو وہ جو لوگوں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہو وہ جو علم غیب کا ذرا سا بھی دعویٰ کرتا ہو اور جو اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کرتا ہو۔

دلیل: ''دین میں کوئی زبردستی نہیں۔ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔ لہٰذا جو شخص طاغوت کا کفر کرے اور اللہ پر ایمان لائے تو اس نے بڑا مضبوط حلقہ تھام لیا۔''

اور یہی ''لا الہ الا اللہ'' کا مفہوم ہے۔

شرح

اس سے شیخ الاسلام رحمہ اللہ کی مراد یہ ہے کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کی عبادت اور طاغوت سے پرہیز کے بغیر توحید مکمل نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے بندوں پر فرض کیا ہے۔ ''طاغوت'' طغیان سے ماخوذ ہے۔ حد پھلانگ جانے کو طغیان کہتے ہیں۔ اسی معنی میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّا لَمَّا طَغَى الْمَاءُ حَمَلْنَاكُمْ فِي الْجَارِيَةِ﴾ (الحاقة: ١١)

''ہم نے جب کہ پانی حد کو پھلانگ گیا تو تم کو کشتی میں سوار کیا۔''

یعنی جب پانی طبعی حد سے زیادہ ہو گیا تو ہم نے تم لوگوں کو کشتی میں اٹھا لیا۔

''طاغوت'' کی سب سے درست اصطلاحی تعریف وہی ہے جو ابن القیم رحمہ اللہ نے ذکر کی ہے۔ یعنی ''ہر وہ شخص ہے جس کی عبادت یا اتباع یا اطاعت کی جارہی ہو اور اس کے تئیں بندہ اس کی حد سے تجاوز کر جائے تو وہ طاغوت ہے۔ ابن القیم رحمہ اللہ کی ایسے تینوں شخصوں سے مراد غیر صالح لوگ ہیں ورنہ صالح لوگ طاغوت نہیں ہیں، چاہے وہ پوجے جارہے ہوں

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

یا ان کی اتباع اور اطاعت کی جا رہی ہو۔ لہٰذا وہ بت جو اللہ تعالیٰ کے علاوہ پوجے جا رہے ہوں طاغوت ہیں، علماء سوء جو کفر وضلالت کی دعوت دے رہے ہوں یا بدعت یا حرام کو حلال یا حلال کو حرام کرنے کی دعوت دے رہے ہوں طاغوت ہیں۔ اور وہ لوگ بھی جو اپنے درآمد شدہ مخالفِ اسلام نظام کے ذریعہ حاکموں کے لیے شریعت اسلامی سے باہر ہو جانے کا جواز فراہم کرتے ہوں طاغوت ہیں، کیوں کہ یہ تمام لوگ اپنی حد سے آگے نکل گئے ہیں۔ ایک عالم کی حد یہ ہے کہ وہ نبی ﷺ کے لائے ہوئے احکام کا متبع ہو۔ اس لیے کہ علماء ہی حقیقتاً انبیاء کے وارث ہیں۔ وہ انبیاء سے علم، عمل، اخلاق، دعوت اور تعلیم کی شکل میں وراثت پاتے ہیں۔ اگر وہ اس حد سے آگے نکل جائیں اور احکام کے لیے اس طرح کے نظاموں سے شریعت اسلام سے باہر ہو جانے کا جواز فراہم کرنے لگیں تو وہ طاغوت ہیں۔ کیوں کہ اتباعِ شریعت کی جس حد میں رہنا ان کے لیے واجب تھا وہ اس سے آگ نکل گئے۔

ابن قیم رحمہ اللہ نے فرمایا ہے: (''یا جس کی اطاعت کی جا رہی ہو'') تو اس سے وہ ایسے حکام مراد لے رہے ہیں جن کی شرعی طور پر یا حیثیت اور مرتبہ کے لحاظ سے اطاعت کی جاتی ہے۔ حکام کی شرعی طور پر یا حیثیت اور مرتبہ کے لحاظ سے اطاعت کی جاتی ہے۔ حکام کی شرعی طور پر اس صورت میں اطاعت کی جائے گی جب کہ وہ ایسے امور کا حکم دیتے ہوں جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف نہ ہوں۔ ایسی صورت میں ان کو طاغوت کہنا صحیح نہیں ہوگا بلکہ رعایا پر سمع وطاعت واجب ہوگی اور حقیقت میں یہ اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہوگی۔ اس لیے مناسب ہے کہ جب ہم حاکم اور والی کی طرف سے اپنے اوپر عائد کسی حکم کا نفاذ کریں تو یہ ملحوظ رکھیں کہ ہم اس طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے اور اس کا قرب حاصل کرتے ہیں۔ ایسا خیال رکھنے سے یہ ہوگا کہ اس حکم کے لیے ہماری پابندی اللہ تعالیٰ کے تقرب کا ذریعہ بن جائے گی۔ ایسا خیال اس لیے رکھنا چاہئے کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓاْ أَطِيعُواْ ٱللَّهَ وَأَطِيعُواْ ٱلرَّسُولَ وَأُوْلِي ٱلۡأَمۡرِ مِنكُمۡ﴾ (النساء: ٥٩)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''اے ایمان والو! تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں ان کا بھی۔''

حیثیت کے لحاظ سے اطاعت یہ ہے کہ اگر حکام اور امراء اپنی حکومت میں طاقتور ہوں تو لوگ ایمانی جذبے کے تحت نہیں تو قوتِ حکومت کی وجہ سے ہی ان کی اطاعت کرتے ہیں۔ کیوں کہ اطاعتِ حکام ایمانی جذبے کے تحت بھی ہوتی ہے اور قوتِ حکومت کی وجہ سے بھی۔ ایمانی جذبے کے تحت ہو تو یہی اطاعت کارآمد ہے، حکام کے لیے بھی اور عوام کے لیے بھی۔ اور جو طاعت خوفِ حکومت کے تحت ہوتی ہے تو وہ اس وجہ سے کہ حکومت طاقتور ہے۔ لوگ اس سے اس لیے ڈرتے ہیں کہ وہ اپنی مخالفت کرنے والوں کو سزائیں دیتی ہے۔

اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ اس مسئلے میں حکام کے ساتھ لوگوں کے کئی حالات ہیں:

اول یہ کہ جذبہ ایمانی اور خوف سلطانی دونوں قوی ہیں۔ یہ سب سے مکمل اور عمدہ حالت ہے۔

دوم یہ کہ جذبۂ ایمانی اور خوف سلطانی دونوں ضعیف ہیں۔ معاشرے کے لیے یہ سب سے کمتر اور خطرناک حالت ہے، حکام کے لیے بھی رعایا کے لیے بھی۔ کیوں کہ جب جذبۂ ایمانی اور خوفِ سلطانی دونوں کمزور ہوں گے تو فکری، اخلاقی اور عملی بگاڑ پیدا ہو جائے گا۔

سوم یہ کہ جذبۂ ایمانی ضعیف اور خوف سلطانی قوی ہو۔ یہ درمیانی درجہ ہے۔ کیوں کہ جب خوف سلطانی قوی ہوگا تو ظاہر میں امت کے لیے بھلائی کا سبب ہوگا۔ اگر حکومت کا خوف بھی نہ رہ جائے تو نہ پوچھو کہ امت کی حالت اور اس کی بدعملی کا کیا حال ہوگا؟

چہارم یہ کہ جذبہ ایمانی قوی ہو اور خوفِ سلطانی ضعیف ہو تو امت کا ظاہری حال تیسری حالت سے دگرگوں ہوگا۔ لیکن انسان اور اس کے رب کے درمیان حالات اچھے اور کامل ہوں گے۔ طواغیت ''طاغوت'' کی جمع ہے۔ اس کی تفسیر گزر چکی ہے۔

یعنی قائدین اور نمونہ شخصیتیں پانچ ہیں۔

''ابلیس'' وہ شیطان ہے جو راندۂ درگاہ ہوا، جس پر لعنت کی گئی اور جس سے اللہ تعالیٰ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

نے فرمایا ہے:

﴿وَإِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِي إِلَىٰ يَوْمِ الدِّينِ﴾ (ص: ۷۸)

''بیشک تم پر قیامت کے روز تک میری لعنت ہے۔''

''ابلیس'' فرشتوں کے ساتھ ان کی صحبت میں رہ کر انہیں کی طرح عمل کرتا تھا۔ جب آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا تو جو خباثت، انکار اور غرور اس میں تھا ظاہر ہو گیا۔ چنانچہ اس نے انکار کر دیا۔ تکبر کا شکار ہوا اور کافر بن گیا۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے دور کر دیا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿وَإِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيسَ أَبَىٰ وَاسْتَكْبَرَ وَكَانَ مِنَ الْكَافِرِينَ﴾ (البقرہ: ۳۴)

''اور جس وقت ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کے لیے سجدہ میں گر جاؤ تو سب سجدہ میں گر گئے بجز ابلیس کے۔ اس نے کہا نہ مانا اور غرور میں آ گیا اور کافروں میں سے ہو گیا۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کے علاوہ جس کی عبادت کی جا رہی ہو اور اسے پسند ہو کہ وہ اللہ کے علاوہ پوجا جائے، ایسا شخص بھی۔ نعوذ باللہ۔ ایک بڑا طاغوت ہے۔ چاہے وہ اپنی زندگی میں پوجا جا رہا ہو یا اپنی موت کے بعد، اور وہ جب مرا تو اس بات سے راضی تھا۔

یعنی وہ جو دوسروں کو اپنی عبادت کی دعوت دیتا ہو اگرچہ لوگ اس کی عبادت نہ کرتے ہوں، تو وہ بھی سردارانِ طاغوت میں سے ہے۔ چاہے اس کی دعوت قبول کی گئی ہو یا نہ کی گئی ہو۔ جو چیز انسان کے علم وادراک سے غائب اور اوجھل ہو وہ ''غیب'' ہے۔ ''غیب'' کی دو قسمیں ہیں:

حال اور مستقبل ''غیب حال'' ایک نسبتی علم ہے، کسی کو معلوم ہوتا ہے کسی کو نہیں۔ اور ''غیب مستقبل'' حقیقی علم ہے جو اللہ وحدہ کے علاوہ کسی کو معلوم نہیں لیکن ان رسولوں کو معلوم ہو جاتا ہے۔ جنہیں کہ اللہ تعالیٰ اطلاع دے دیتا ہے۔ لہٰذا جو ''غیب مستقبل'' کے علم کا دعویٰ کرتا ہے وہ کافر ہے۔ کیوں کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

فرمایا ہے:

﴿قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَ مَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ﴾ (النمل: ٦٥)

''آپ کہہ دیجئے کہ جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں موجود ہیں کوئی بھی غیب کی بات نہیں جانتا بجز اللہ کے۔ انکو یہ بھی خبر نہیں کہ وہ کب دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔''

جب اللہ تعالیٰ اپنے نبی محمد ﷺ کو حکم دے رہا ہے کہ وہ پوری جماعت کے سامنے اعلان کردیں کہ آسمان اور زمین میں رہنے والا کوئی بھی سوائے اللہ کے غیب نہیں جانتا، تو جو علمِ غیب کا دعویٰ کرے وہ اس قرآنی خبر میں اللہ اور اس کے رسول کو جھٹلاتا ہے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ تم تو غیب جانو اور نبی ﷺ غیب نہ جانیں؟ کیا تم زیادہ شرف والے ہو یا رسول اللہ ﷺ؟ اگر کہتے ہیں کہ ہم رسول سے زیادہ شرف والے ہیں تو ایسے کفریہ قول کی وجہ سے وہ کافر ہیں۔ اور اگر کہتے ہیں کہ رسول زیادہ شرف والے ہیں، تو ہم کہیں گے کہ تب غیب ان سے کیوں پوشیدہ رہا اور تم اسے جان گئے؟ اللہ تعالیٰ نے اپنے بارے میں فرمایا:

﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ (الجن: ٢٦۔ ٢٧)

''غیب کا جاننے والا وہی ہے سو وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا۔ ہاں مگر اپنے کسی برگزیدہ پیغمبر کو۔ تو اس پیغمبر کے آگے اور پیچھے محافظ فرشتہ بھیج دیتا ہے۔

یہ دوسری آیت ہے جو علم غیب کے مدعی کو کافر ثابت کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی ﷺ کو حکم دیا کہ وہ قوم کے سامنے اعلان کردیں:

﴿قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَ لَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَ لَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰى﴾ (الانعام: ٥٠)

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

''آپ کہہ دیجئے کہ نہ تو میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو صرف جو کچھ میرے پاس وحی آتی ہے اس کی اتباع کرتا ہوں۔''

اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ کرنا توحید ربوبیت میں سے ہے۔ کیوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کا نفاذ ہے جو اس کی ربوبیت، اسکی مکمل ملکیت اور تصرف کا مقتضی ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اتباع کرنے والوں کا رب کہا ہے جن کی اتباع اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ قوانین کے خلاف کی جاتی ہے۔ فرمایا:

﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَ مَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ﴾ (التوبہ: ۳۱)

''انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر علماء اور مشائخ کو رب بنا رکھا ہے اور مسیح ابن مریم کو بھی۔ حالانکہ ان کو صرف یہ حکم کیا گیا ہے کہ فقط ایک معبود کی عبادت کریں جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ان کے شرک سے پاک ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے متبوعین کو رب کا نام دیا کیوں کہ متبعین نے انہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ قانون ساز بنالیا تھا۔ اور متبعین کو پجاری کا نام دیا ہے کیوں کہ انہوں نے متبوعین کے سامنے ذلت کا اظہار کیا اور اللہ کے حکم کے خلاف ان کی اطاعت کی۔

عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا تھا: ''حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے ان کی عبادت نہیں کی تھی۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ کیوں نہیں، انہوں نے ان کے لیے حلال کو حرام اور حرام کو حلال اور لوگوں نے ان کی اتباع کی، یہی ان کی طرف سے ان کی عبادت تھی۔''

جب یہ سمجھ گئے تو جان لو کہ جو اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ احکام کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا اور چاہتا ہے کہ غیر اللہ اور غیر رسول سے فیصلہ کرائے تو ایسے شخص کے سلسلے میں کئی آیات ہیں جو اس کے ایمان کی نفی کرتی ہیں۔ کئی اور آیات ہیں جو اس کے لیے کفر، ظلم اور فسق کو بھی

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

ثابت کرتی ہیں۔ پہلی قسم کی آیت:

﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْٓا اِلَى الطَّاغُوْتِ وَ قَدْ اُمِرُوْٓا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ وَ يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا۝ وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ رَاَيْتَ الْمُنٰفِقِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْكَ صُدُوْدًا۝ فَكَيْفَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌۢ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ثُمَّ جَآءُوْكَ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّآ اِحْسَانًا وَّ تَوْفِيْقًا۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَعْلَمُ اللّٰهُ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَ عِظْهُمْ وَ قُلْ لَّهُمْ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيْغًا۝ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا لِيُطَاعَ بِاِذْنِ اللّٰهِ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا۝ فَلَا وَ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى يُحَكِّمُوْكَ فِيْمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۝﴾ (النساء: ٦٠۔٦٥)

''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ کرتے ہیں کہ وہ اس کتاب پر ایمان رکھتے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی گئی اور اس کتاب پر بھی جو آپ سے پہلے نازل کی گئی۔ وہ اپنے مقدمے طاغوت کی طرف لے جانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کو یہ حکم ہوا ہے کہ ان کو نہ مانیں اور شیطان کو بہکا کر بہت گہری گمراہی میں لے جانا چاہتا ہے۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ آؤ اس حکم کی طرف جو اللہ نے نازل فرمایا ہے اور رسول کی طرف تو آپ منافقین کی یہ حالت دیکھیں گے کہ وہ آپ سے پہلو تہی کرتے ہیں پھر کیسی جان کو بنتی ہے جب ان پر کوئی مصیبت پڑتی ہے ان کی اس حرکت کی بدولت جو کچھ پہلے کر چکے تھے۔ پھر آپ کے پاس آتے ہیں اللہ کی قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہمارا اور کچھ مقصود نہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

تھا سوائے اس کے کہ کوئی بھلائی نکل آئے اور باہم موافقت ہوجائے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ان کے دلوں میں ہے۔ سو آپ ان سے تغافل کرجایا کیجئے اور ان کو نصیحت فرماتے رہئے اور ان سے خاص ان کی ذات کے متعلق کافی مضمون کہہ دیجئے۔ اور ہم نے تمام پیغمبروں کو خاص اسی واسطے مبعوث فرمایا ہے کہ بحکم الٰہی ان کی اطاعت کی جائے اور اگر جس وقت اپنا نقصان کر بیٹھتے تھے اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو جاتے پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کے لیے معافی چاہتے تو ضرور اللہ کو توبہ قبول کرنے والا رحم کرنے والا پاتے ہیں۔ پھر قسم ہے آپ کے رب کی یہ لوگ ایمان درانہ ہوں گے جب تک یہ بات نہ ہو کہ ان کے آپس میں جو جھگڑا واقع ہو اس میں یہ لوگ آپ سے تصفیہ کرائیں پھر آپ کے تصفیہ سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں اور پورا پورا تسلیم کرلیں۔''

اللہ تعالیٰ نے مدعین ایمان کی جو کہ حقیقت میں منافق ہیں چند صفتیں بیان کی ہیں: پہلی یہ کہ وہ لوگ چاہتے ہیں کہ طاغوت سے فیصلہ کرائیں۔ اور طاغوتی فیصلہ ہر وہ فیصلہ ہے جو اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہو۔ یہی اس ذات کے حکم کے ساتھ طغیان اور سرکشی ہے جس کو اختیارِ فیصلہ ہے اور جس کی طرف تمام معاملات لوٹیں گے یعنی اللہ تعالیٰ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (الاعراف: ٥٤)

''یادرکھو اسی کے لیے خاص ہے خالق ہونا اور حاکم ہونا۔ بڑی خوبیوں سے بھرا ہے اللہ رب العالمین۔''

دوسری یہ کہ ان کے اپنے کرتوت سے کوئی مصیبت ان پر آتی ہے۔ (ان کے کرتوت کا کھل جانا بھی ان کے لیے ایک مصیبت ہے) تو قسمیں کھانے لگتے ہیں کہ انہوں نے اچھائی اور بھلائی ہی چاہی تھی۔ جیسے آج کچھ لوگ احکام اسلام کو چھوڑتے اور مخالفِ اسلام قوانین کو یہ کہہ کر اپناتے ہیں کہ یہی بھلائی اور زمانے کے حالات کے موافق ہے۔

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

پھر اللہ تعالیٰ نے مذکورہ صفات کے حامل ایمان کے دعویٰ داروں کو خبردار کیا ہے کہ جو کچھ انکے دل میں ہے اور جو کچھ وہ اپنے قول کے خلاف چھپا رہے ہیں اللہ تعالیٰ جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو حکم دیا کہ وہ انہیں سمجھائیں اور ان سے ان کے بارے میں کارگر بات کہیں۔ پھر بیان فرمایا ہے کہ رسولوں کے بھیجنے میں حکمت یہ ہے کہ انہیں کی اتباع اور انہیں کی اطاعت کی جائے ان کے علاوہ کسی آدمی کی نہیں۔ چاہے اس کی عقل وفکر کتنی ہی بلند اور اس کی معلومات کتنی ہی وسیع ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی اس ربوبیت کی قسم کھائی ہے جو اس کے رسول کے تئیں ایک خاص قسم کی ربوبیت ہے اور جس میں آپ کی رسالت کی سچائی کی طرف اشارہ ہے۔ اس ربوبیت کی پختہ قسم کھائی گئی ہے کہ ایمان تین باتوں کے بغیر صحیح نہیں ہوسکتا:

اول: ہر نزاع کا فیصلہ اللہ کے رسول کے یہاں ہو۔

دوم: دل اس فیصلے کو بخوشی قبول کریں اور اس سے طبیعت میں کوئی تنگی وہچکچاہٹ نہ ہو۔

سوم: رسول جو فیصلہ فرمادیں اس کو کسی سستی اور بے رخی کے بغیر قبول کرکے نافذ کیا جائے اور سر تسلیم خم کردیا جائے۔ دوسری قسم کی آیت:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُوْنَ﴾

(المائدہ: ٤٣)

''اور جو شخص اللہ کی نازل کردہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ کافر ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ﴾

(المائدہ: ٤٤)

''اور جو شخص اللہ کی نازل کردہ شریعت کے موافق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ ظالم ہیں۔''

اور فرمایا:

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

﴿وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ فَأُولٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُوْنَ﴾

(المائدہ: ٤٧)

''اور جو شخص اللہ کے نازل کردہ حکم کے موافق فیصلہ نہ کرے سو ایسے لوگ فاسق ہیں۔''

کیا یہ تینوں صفتیں ایک ہی موصوف کی ہیں؟ اس معنی میں کہ جو اللہ کے نازل کردہ قوانین کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر، ظالم اور فاسق ہے؟ کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے کافروں کے لیے ظلم اور فسق دونوں صفتیں بیان کی ہیں۔ فرمایا:

﴿وَالْكَافِرُوْنَ هُمُ الظَّالِمُوْنَ﴾ (البقرہ: ٢٥٤)

''کافر لوگ ہی ظالم ہیں۔''

اور فرمایا:

﴿إِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَمَاتُوْا وَهُمْ فَاسِقُوْنَ﴾ (التوبہ: ٨٤)

''بے شک جنہوں نے اللہ کے ساتھ کفر کیا اور مر گئے وہی فاسق ہیں۔''

لہٰذا کافر ظالم اور فاسق ہے یا یہ کہ یہ اوصاف اللہ کے قوانین کے مطابق فیصلہ نہ کرنے پر ابھارنے والے جذبہ کے لحاظ سے دو موصوف کے ہوں۔ میرے نزدیک یہی زیادہ صحیح ہے۔ واللہ اعلم!

ہم کہتے ہیں: جو شخص قوانینِ الٰہی کو بے قدر یا حقیر سمجھ کر یا یہ اعتقاد رکھ کر کہ دوسرے قوانین مخلوق کے حق میں زیادہ اصلاح کار، نفع بخش یا قوانین الٰہی جیسے ہی ہیں، ان کے ذریعہ فیصلہ نہیں کرتا وہ کافر اور ملت سے خارج ہے۔ انہیں میں ان لوگوں کا بھی شمار ہے۔ جو لوگوں کے لیے ایسے قوانین وضع کرتے ہیں جو شریعت اسلام کے مخالف ہوتے ہیں۔ ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ انہیں کے وضع کردہ قوانین کو اختیار کریں۔ انہوں نے یہ مخالفِ اسلام قوانین اس اعتقاد کے ساتھ ہی تو بنائے ہیں کہ یہ مخلوق کے لیے زیادہ اصلاح کار اور زیادہ سود مند ہیں۔ کیوں کہ یہ بالکل کھلی ہوئی، معقول اور فطری بات ہے کہ انسان ایک

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

راستے کو چھوڑ کر دوسرا راستہ یہی سمجھ کر اپناتا ہے کہ دوسرا پہلے سے افضل ہے۔

جو قوانین الٰہی کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام کی ناقدری بھی نہیں کرتا، انہیں حقیر نہیں سمجھتا اور نہ یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ دوسرا قانون مخلوق کے لیے حکمِ الٰہی سے زیادہ اصلاح کار یا حکم الٰہی جیسا ہی ہے، بلکہ وہ قوانین الٰہی کے علاوہ کسی متبادل قانون کے مطابق فیصلہ صاحبِ معاملہ کے خوف یا رشوت وغیرہ دنیاوی فائدے کی غرض سے کرتا ہے تو وہ فاسق ہے، کافر نہیں ہے۔ اس کے فسق کے درجات فیصلہ اور وسائل فیصلہ کے پیش نظر مختلف ہوں گے۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے ان لوگوں کے سلسلے میں جنہوں نے احبار و رہبان کو اللہ تعالیٰ کے علاوہ رب بنا لیا تھا۔ فرمایا ہے کہ وہ دو طرح کے تھے:

ایک تو وہ جنہیں علم تھا کہ احبار اور رہبان نے اللہ کے دین کو بدل دیا ہے۔ پھر وہ تبدیلی کے باوجود ان کی اتباع کرتے تھے اور یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حرام حلال ہو گیا اور حلال حرام ہو گیا ہے۔ وہ اپنے سرداروں کی اتباع میں ایسا کرتے تھے، حالاں کہ انہیں معلوم تھا کہ انہوں نے رسولوں کے دین کی مخالفت کی ہے۔ پس یہ کفر ہے اور اس کو اللہ اور رسول نے شرک قرار دیا ہے۔

دوسرے وہ جن کا اعتقاد و ایمان حرام کو حلال کرنے اور حلال کو حرام کرنے کے سلسلے میں راست تھا۔ لیکن وہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں احبار و رہبان کی اطاعت کرتے تھے، جیسے کہ مسلمان نافرمانیاں کرتا ہے اور اعتقاد رکھتا ہے کہ وہ نافرمانیاں ہیں۔ ایسے لوگ گنہ گار ہیں۔''

وہ مسائل جو عام تشریع سمجھے جاتے ہیں، اور وہ متعین مسئلہ جس میں قاضی بغیر قانونِ الٰہی کے فیصلہ کرتا ہے، دونوں میں فرق ہے، کیوں کہ وہ مسائل جو عام تشریع ہیں ان پر مذکورہ تقسیم لاگو نہیں ہوتی بلکہ وہ خالص پہلی قسم سے ہیں۔ کیوں کہ قانون ساز جس نے مخالفِ اسلام قانون بنایا ہے اس اعتقاد کے تحت بنایا ہے کہ وہ بندوں کے حق میں اسلام سے زیادہ اصلاح کرے گا اور اس سے زیادہ فائدہ پہنچائے گا۔ جیسا کہ اس کی طرف اشارہ گزر چکا ہے۔

یہ مسئلہ یعنی اللہ تعالیٰ کے نازل کردہ حکم سے ہٹ کر فیصلہ کرنے کا مسئلہ ایک ایسا عظیم مسئلہ ہے۔ جس کے ذریعہ آج کے حکام آزمائش میں مبتلا ہیں۔ لہٰذا انسان پر واجب ہے کہ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

وہ ان کے پاس کسی ایسے معاملہ کا مقدمہ پیش کرنے میں جلد بازی نہ کرے جس کا انہیں حق نہ ہو یہاں تک کہ واضح ہو جائے کہ حق کیا ہے؟ کیوں کہ مسئلہ پر خطر ہے۔ (اللہ سے دعا ہے کہ وہ مسلمانوں کے لیے ان کے حکام کی اصلاح فرمائے) ایسے ہی جس کو اللہ تعالیٰ نے علم سے نوازا ہے اس کی ذمہ داری ہے کہ ایسے حکام سے یہ مسئلہ بیان کردے تاکہ ان پر حجت قائم ہو جائے اور صحیح راستہ واضح ہو جائے۔ پھر جسے ہلاک ہونا ہے دلیل جان کر ہلاک ہو، جسے زندہ رہنا ہے دلیل جان کر زندہ رہے۔ اس کو بیان کرنے کے سلسلے میں ہرگز اپنے آپ کو حقیر نہ سمجھے اور نہ کسی سے ڈرے۔ عزت تو اللہ، اس کے رسول اور مؤمنین کے لیے ہے۔

یعنی قانونِ الٰہی کے مطابق فیصلہ اور طاغوت کے انکار پر وجوب کی دلیل۔

دین کے دلائل واضح اور روشن ہو جانے کے بعد دین پر کوئی زبردستی نہیں ہے۔ اسی لیے اس کے بعد فرمایا ہے:

﴿قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾

''ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے۔''

جب ہدایت اور گمراہی دونوں الگ الگ واضح ہو گئی ہیں تو ہر شخص چھان بین کی زحمت سے بچ گیا ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ وہ گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت اختیار کرے۔

اللہ تعالیٰ نے ''ایمان باللہ'' سے پہلے ''کفر بالطاغوت'' کو بیان فرمایا ہے۔ کیوں کہ شے کا کمال یہ ہے کہ ثوابت کے وجود سے پہلے رکاوٹیں ہٹادی جائیں۔ اسی لیے کہا جاتا ہے:

''التخلية قبل التحلية''، یعنی ''صفائی آرائش سے پہلے''۔

یعنی اس کو مکمل طور پر گرفت میں لے لیا۔ پائدار حلقہ اسلام ہے۔ غور کرنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے (فَقَدِ اسْتَمْسَكَ) فرمایا ہے، ''تَمَسَّكَ'' نہیں۔ کیوں کہ پہلے کا معنی دوسرے سے قوی ہے۔

وَفِي الْحَدِيْثِ: ((رَأْسُ الْاَمْرِ الْاِسْلَامُ وَعَمُوْدُهُ الصَّلَاةُ وَذِرْوَةُ سَنَامِهِ

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''

www.KitaboSunnat.com

الْـجِهَـادُ فِـيْ سَبِيْـلِ الـلّٰهِ)) ؛ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ ، وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمْ۔

اور حدیث میں ہے: ''حکم کا سرا اسلام ہے۔اس کا ستون نماز ہے۔اس کے کوہان کی بلندی جہاد فی سبیل اللہ ہے۔'' واللہ اعلم، وصلی اللہ علی محمد وآلہ وصحبہ وسلم

شرح

مؤلف رحمہ اللہ چاہتے ہیں کہ اس حدیث سے اس بات پر استدلال کریں کہ ہر چیز کا ایک سرا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس حکم کا سرا جو محمد ﷺ لائے ہیں۔''اسلام'' ہے۔

کیوں کہ وہ حکم نماز کے بغیر قائم نہیں ہو سکے گا، اسی لیے راجح قول یہی ہے کہ تارکِ نماز کافر ہے۔اس کا اسلام معتبر نہیں ہے۔

اس حکم کی بلند ترین اور کامل ترین چیز ''جہاد فی سبیل اللہ'' ہے۔کیوں کہ انسان جب خود کی اصلاح کر لیتا ہے تو غیر کی اصلاح کی کوشش ''جہاد فی سبیل اللہ'' کے ذریعہ کرتا ہے تا کہ اسلام قائم ہو اور اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند رہے۔ پس جو اس غرض سے قتال کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ ہی بلند رہے تو وہ اللہ کی راہ میں ہے اور وہ کوہان کی بلندی بن گیا ہے۔ کیوں کہ اس کے ذریعہ اسلام کو دوسرے دین پر بلندی حاصل ہے۔

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ نے اپنا یہ رسالہ اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹاتے ہوئے اور اس کے نبی محمد ﷺ کے لیے صلاۃ وسلام کی دعا کرتے ہوئے ختم کیا ہے۔اور اسی کے ساتھ "الاصول الثلاثة" اور اس کے متعلقات کا خاتمہ ہوتا ہے۔

ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ مؤلف کو ثوابِ احسن عطا فرمائے۔ہمیں بھی اس کے اجر وثواب میں سے حصہ عطا کرے اور ہمیں اور ان کو اپنے دار کرامت میں یکجا کرے۔

إنـه جـواد كريم والحمد لله رب العالمين وصلى الله وسلّم على نبينا محمد .

''محکم دلائل سے مزین متنوع و منفرد موضوعات پر مشتمل مفت آن لائن مکتبہ''